کشف القرآن

یعنی

قرآن کی تواریخی ترتیب کا اظہار

من تصنیف

ڈاکٹر ایڈورڈ سیل صاحب ایم آر اے ایس

جسکو

ڈاکٹر ای ایم ویری صاحب کے اہتمام میں منشی محمد اسمعیل

نے انگریزی زبان سے ترجمہ کیا

پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

سنہ ۱۹۰۲ء

طبع اول　　قیمت ۱۲ر　　تعداد ۱۰۰۰

P. R B S LAHOPE.

THE HISTORICAL DEVELOPMENT OF THE QURAN

کشف القرآن

یعنی

قرآن کی تواریخی ترتیب کا اظہار

من تصنیف

ڈاکٹر ایڈورڈ سیل صاحب ایم۔ آر۔ اے۔ ایس

جسکو

ڈاکٹر ای۔ ایم ویری صاحب کے اہتمام سے منشی محمد اسمعیل نے انگریزی زبان سے ترجمہ کیا

پنجاب رلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

سنہ ۱۹۰۲ء

طبع اول | قیمت ۶ر | تعداد جلد ۱۰۰۰

P. R. B. S. LAHORE

فہرست مضامین

مضمون

باب اوّل
ایامِ مکہ

مضمون	صفحہ

بابِ دُوم

ایّامِ مدینہ

مضمون		صفحہ

التماسِ مترجم

کشف القرآن یعنے سیل صاحب کی کتاب Historical Development of the Quran کا اُردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کرنے وقت اسقدر عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اس ترجمہ میں مصنف کے خیالات اور دلائل کو حتی المقدور بغیر کسی طرح کی کمی بیشی کے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہی اور طرزِ بیان بھی ایسا اختیار کیا گیا ہی جو ناظرین کو مرغوب ہو اور مصنف کے مدعا و مقصود کو بالتوضیح ظاہر کرے۔

بعض امور میں یہہ ترجمہ انگریزی اصل پر فوق رکھتا ہی مثلاً جسقدر آیاتِ قرآنی اقتباس کی گئی ہیں وہ سب کی سب حرف بحرف اصل قرآنی عربی میں پیش کی گئی ہیں اور اُنکے ذیل میں عبدالقادر ابن شاہ ولی اللہ دہلوی کا اُردو ترجمہ مندرج ہی علاوہ بریں تمام مقتبسات کے حوالجات میں وہی طریق اختیار کیا گیا ہی جو علمائے اسلام میں رائج ہی اور جسکو مسلمان بآسانی اور بخوبی سمجھ سکتے ہیں +

مصنف کا طرزِ بیان قابلِ تعریف ہی۔ وہ اپنے بیان و براہین کو

پیش کرنے کے وقت نہایت ہمدرد اور منصف مزاج معلوم ہوتا ہی۔ اس کا
مرام و مقصد اور اصلی مطلوب سوائے اظہار حق اور کچھ منصور نہیں
ہوتا۔ مترجم نے بھی حتی الوسع کوشش کی ہی کہ اس ترجمہ کا مفہوم بتمامہ
وہی ہو جو انگریزی اصل میں متضمن ہی۔ خدائے تعالیٰ اس ترجمہ کے
مطالعہ پر برکت بخشے اور اس کو فی الحقیقت کشف القرآن بناوے آمین *

دیباچۂ مصنف

اس کتاب سے محمد صاحب کے سوانح عمری او انکی زندگی کے تمام واقعات مراد نہیں ہیں۔ بلکہ یہہ قرآن کے متدارج انکشاف کی تواریخ ہے جس سے اس امر کی توضیح ہوتی ہے کہ قرآن نے کس طرح بتدریج موجودہ صورت اختیار کی اور کہانتک آنحضرت کی اپنی ہی زندگی کے واقعات اسکی بیخ وبن ثابت ہوتے ہیں۔ اس پہلو سے قرآن پر نظر کی جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جن اقوام سے اُسے سابقہ پڑا ان کے حق میں کس قدر حسب ضرورت رخ بدلتا رہا ہے۔ اُس کے احکام کی مناسبت اُسکے عذرات اور زجر و عتاب وغیرہ پر غور کرنے سے ہم صاف نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ کس نادر طور سے اسلام کی ضروریات کے مطابق قرآن کے مختصر الہامی فقرے نازل ہوتے رہے +

قرآن کی سورتوں کے نزول کی تاریخ اور اُن کی ترتیب مینے وہی اختیار کی ہے جو کہ نولدیکی صاحب کی کتاب مسمی بہ گیشیختی دس قرآن میں پائی جاتی ہے میری رائے میں یہہ تواریخی ترتیب نہایت ہی قابلِ اعتبار اور قرین صحت ہے۔ فہرست

ذیل سے معلوم ہو جائیگا کہ نولدیکی صاحب تمام مکی سورتوں کو تین سلسلوں میں منقسم کرتے ہیں یعنے ابتدائی۔ وسطی۔ اور زمانہ مابعد کی سورتیں اور تمام مدنی سورتوں کو سلسلہ چہارم قرار دیتے ہیں ۔

مکی سورتیں

سلسلہ اوّل

آنحضرت کی بعثت کے پہلے پانچ سال یعنے ۶۱۲ء سے ۶۱۷ء تک کی مکی سورتیں بترتیب ذیل ہیں :-

علق (۱) - مدثر (۲) - لہب (۳) - قریش (۴) - کوثر (۵) - ہمزہ (۶) - ماعون (۷) - تکاثر (۸) - فیل (۹) - لیل (۱۰) - بلد (۱۱)
انشراح (۱۲) - ضحےٰ (۱۳) - قدر (۱۴) - طارق (۱۵) - شمس (۱۶) - عبس (۱۷) - قلم (۱۸) - اعلیٰ (۱۹) - تین (۲۰) - عصر (۲۱) - بروج (۲۲) -
مزمّل (۲۳) - قارعہ (۲۴) - زلزال (۲۵) - انفطار (۲۶) - تکویر (۲۷) - نجم (۲۸) - انشقاق (۲۹) - عادیات (۳۰) - نازعات (۳۱) - مرسلات (۳۲)
نباء (۳۳) - غاشیہ (۳۴) - فجر (۳۵) - قیامت (۳۶) - تطفیف (۳۷) - حاقہ (۳۸) - ذریت (۳۹) - طور (۴۰) - واقعہ (۴۱) - معارج (۴۲)
رحمٰن (۴۳) - اخلاص (۴۴) - کافرون (۴۵) - فلق (۴۶) - ناس (۴۷) - فاتحہ (۴۸) ۔

سلسلہ دوم

آنحضرت کی بعثت کے پانچویں اور چھٹے سال یعنے ۶۱۷ء سے ۶۱۹ء تک کی مکی سورتیں بترتیب ذیل ہیں :-

قمر (۴۹) - صفٰت (۵۰) - نوح (۵۱) - دھر (۵۲) - دخان (۵۳) - ق (۵۴) - طٰہٰ (۵۵) - شعرا (۵۶) - حجر (۵۷) - مریم (۵۸) - ص (۵۹) -

لیس - زخرف - جن - ملک - مؤمنون - انبیاء - فرقان - بنی اسرائیل - نمل - کہف

سلسلہ سوم

آنحضرت کی بعثت کے ساتویں سال سے ہجرت کے زمانہ تک یعنے ۶۱۵ء سے ۶۲۲ء تک کی مکی سورتیں بترتیب ذیل ہیں:-

سجدہ - فصلت - جاثیہ - نحل - روم - ہود - ابراہیم - یوسف - مؤمن - قصص - زمر - عنکبوت - لقمٰن - شوریٰ - یونس - سبا - فاطر - اعراف - احقاف - انعام - رعد

سلسلہ چہارم

مدنی سورتیں

زمانہ ہجرت سے آخر تک یعنے ۶۲۲ء سے ۶۳۲ء تک کی مدنی سورتوں کی ترتیب حسب ذیل ہے:-

بقر - بینہ - تغابن - جمعہ - انفال - محمد - آل عمران - صف - حدید - نساء - طلاق - حشر - احزاب - منافقون - نور - مجادلہ - حج - فتح - تحریم - ممتحنہ - نصر - حجرات - توبہ - مائدہ

آیات قرآنی کے اقتباس کرنے میں مینے راڈویل صاحب اور پامر صاحب کے ترجموں کا استعمال کیا ہی اور بعض مقامات پر سیل صاحب اور لین صاحب کے ترجموں سے مدد لی ہی۔ نیز مینے حسینی اور شاہ ولی اللہ محدث کے فارسی ترجموں اور عبد القادر کے اردو ترجمہ اور خلاصۃ التفاسیر سے ان ترجموں کا مقابلہ کر کے دیکھا اور علاوہ بریں بہت سی تفاسیر کو دیکھکر اور اُن پر غور و فکر کرنے کے بعد ترجمہ مندرجہ کتاب ہذا کو صحیح قرار دیا ہی۔ ان تفاسیر میں زیادہ تر الفاظ و فقرات کے مختلف معانی کی توضیح و تشریح کا بیان مندرج ہی اور اُن سے قرآن کی قراءت مختلفہ وقتِ نزول اور اجزائے مرکب کی کچھ بہت صاف تشریح نہیں ہوتی حال کے علمائے اسلام میں نکتہ چینی اور زیادہ چھان بین کی روح ابھی پیدا نہیں ہوئی۔ اُن کی تفاسیر اور تحقیقات کا دار و مدار بجائے اَدِلّہ عقلیہ کے صرف روایات پر ہی +

کشف القرآن

باب اوّل

ایّام مکہ

محمد صاحب کے حالات زندگی کی تفہیم تام کے لئے نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تمام تواریخی واقعات کا قرآن کے اُن حصص سے جن سے وہ علاقہ رکھتے ہیں اچھی طرح مقابلہ کیا جاوے۔ اس مقابلہ سے یہ امر بوجہ اتم منکشف ہو جائیگا کہ قرآن نے کس طرح بتدریج زور پکڑا کس نادر طور پر الہامات و مکاشفات نے حسب موقعہ موجودہ حالات سے تطابق کھایا اور محمد صاحب کے افعال و اقوال متناقضہ کو سہارا دیکر اذن الٰہی کی طرف منسوب کیا +

سوائے اس متذکرہ بالا طریقہ کے اور کوئی صورت نظر نہیں آتی جس سے آنحضرت کی متبدل حکمت عملی پر حرف نہ آوے اور خود بدولت بھی زمانہ سازی اور خلاف بیانی و مغائرت کے الزام سے محفوظ رہیں +

قرآن کے ابواب یا سورتوں کی ترتیب ازروئے تواریخ بالکل غیر حقیقی ہے طول طویل سورتیں کتاب کے شروع میں درج کی گئی ہیں اور یہہ موجودہ ترتیب الہی خلط ملط ہو کہ قرآن کو اول سے آخر تک پڑھنے سے بھی پڑھنے والے پر محمد صاحب کی زندگی اور اُن کے افعال و کردار کا حال منکشف نہیں ہوتا بلکہ بدستور سابق بالکل مکنون و مکتوم اور سربمہر رہتا ہے اور محض پریشانی و گھبراہٹ حاصل ہوتی ہے +

عربی اور فارسی مفسرین نے مختلف طور پر سورتوں کو مرتب کیا ہے اور علاوہ ازیں میور اور نولدیکی صاحب نے بھی کوشش کی ہے کہ قرآن کی ترتیب تواریخی ترتیب ہو چند سورتوں کے ٹھیک وقت نزول کے باب میں بہت اختلاف ہے اور بعض سورتوں کے چند حصص فی الحقیقت پورے مرکبات ہی سے معلوم ہوتے ہیں یعنے اُن کی بعد آیات کا نازل ہونا مکہ میں بیان کیا جاتا ہے اور باقی کا مدینہ میں لیکن اب ہم تمام عملی ضرورتوں کے لئے ان کو ایسی ترتیب میں مرتب کر سکتے ہیں جو حسب نزول ہو +

صفحات ذیل میں ظاہر کیا جاویگا کہ جب تمام سورتوں کو انکی اصلی اور حقیقی تواریخی ترتیب سے مرتب کیا جاوے تو کس قدر صفائی اور صراحت سے رسول عربی کی تعلیم اور کارروائی کے سارے معمے صاف کھل جاتے ہیں۔ قرآن کے پہلے الفاظ وہ ہیں جو کہ حضرت نے غار حرا میں سُنے اور اب سورہ علق میں مندرج ہیں کہ پڑھ

* اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ لفظ اقرا کے استعمال کے باعث بعض اوقات یہہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت صاحب پڑھنا جانتے تھے لیکن عام بول چال میں اس کے معنے محض پکارنے کے اور مرسلانہ بلاہٹ کے بھی ہیں جیسے نبی پکارتا ہے مثلاً عبرانی میں لفظ قارا کے معنی چلانا چنانچہ یسعیاہ ۴۰: ۶ میں ہے آواز آئی کہ پکار اُس نے کہا کہ میں کیا پکاروں دیکھو نولدیکی کی کتاب

اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا آدمی لہو کی پھٹکی سے ؛

بعض کا خیال ہی کہ محمد صاحب کو وعظ کرنے کا پہلا حکم سورہ شعرا کے گیارھویں رکوع میں ہوا انذر عشیرتک الاقربین یعنی اپنے قریبی رشتہ دار کو خبردار کر یہہ الہام اول ہی جس کی منادی کا حکم ہوا لیکن اس پر یہہ اعتراض ہی کہ بعد کی آیات میں لکھا ہی کہ واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین یعنی ایمانداروں کے لیے شفقت سے اپنے بازوؤں کو جھکا پھر یہہ الفاظ کہ الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین یعنی جب تو عبادت کرنے والوں کے ساتھہ ہوتا ہی تو کون تجھہ کو دیکھتا ہی (دیکھو آیات ۲۱۸ و ۲۱۹) ان آیات سے معلوم ہوتا ہی کہ اس سے پہلے بھی مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت موجود تھی علاوہ ازیں اس سورۃ کا طرز بیان بھی ابتدائی نہیں کیونکہ العزیز الرحیم اور السمیع العلیم وغیرہ جملے صرف آخری سورتوں میں پائے جاتے ہیں ؛

پھر وہ زمانہ آیا جسکو فاطرہ کہتے ہیں جس میں کچھہ نازل نہیں ہوا اور یہہ زمانہ تین سال کا بیان کیا گیا ہی اس عرصہ میں حضرت کی حالت نہایت تذبذب کی تھی اور دل میں اپنی رسالت کی نسبت بہت سے شکوک پیدا ہو گئے تھے قبیلہ قریش نے جو کہ مکہ میں نہایت زبردست قوم تھی اور جس سے آنحضرت کو فخر نسب تھا اس وقت کسی طرح کی ظاہرا مخالفت نہیں کی بلکہ وہ حضرت کو دیوانہ سمجھتے رہے کیونکہ مشرقی ممالک میں الہام والقا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹ سمی بہ تشتی قرآن صفحہ ۹ و ۱۰ یہہ سورۃ مخلوط سورتوں کا ایک کافی نمونہ ہی۔ چھٹی آیت سے لیکر ایام مکہ سے تعلق رکھتی ہی اور ابو جہل اور اُس کے رفقا کی مخالفت کا ذکر اس میں اشارۃً درج ہی ؛

۱ ؎ نولدیکی صاحب کی تصنیف دس قرآن صفحہ ۷۵ ؛

دیوانگی و جنون کا ایک جزو خیال کیا جاتا تھا پس جب تک آنحضرتؐ عام طور پر وعظ و نصیحت کرتے اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی ترغیب و تحریص دلاتے اور قیامت کا ذکر اذکار کرتے رہتے تب تک تو اہلِ قریش اُن کو صرف بے پروائی اور نظرِ حقارت سے دیکھتے رہے لیکن جب آپ نے کعبہ کی بت پرستی پر علم کھلا حملے شروع کئے اور اُن کی توہین و تردید کرنی شروع کی تو معاملہ بالکل معکوس ہو گیا اور سخت مخالفت شروع ہو گئی۔ اس مخالفت کا خاص سبب یہہ تھا کہ اہل مکہ کو اپنے قدیمی رسم و رواج کا بدلنا ازحد ناگوار تھا[۱] یہہ لوگ اُس مذہب کو جسکے باعث شہر مکہ اہل عرب کے لیے ایک نہایت مقدس مقام خیال کیا جاتا تھا بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اُس کا ازحد پاس و ادب اُنہیں ملحوظ رہتا تھا اب تک اُن کو مطلق خیال نہ تھا کہ محمد صاحب مکہ کے قدیم بت پرستوں کی رسومات کو جو وہ مانتے تھے اسلام میں داخل کر کے اس خیال کو قائم رکھینگے علاوہ ازیں آنحضرت نے کوئی معجزہ بھی نہیں کیا تھا اور آپ کے دعووں کے ثبوت میں جو کچھہ اُنہوں نے سنا تھا وہ آنجناب کی اپنی ہی باتیں تھیں ٭

اس بات کا ظاہر کرنا کچھہ دشوار نہیں کہ محمد صاحب ابتدا ہی سے اپنے ہموطنوں کی بہبر خواہی کے خیالات سے مؤثر تھے اور اُن کی یہہ کوشش تھی کہ ایک ایسا طریق جاری کریں جس سے اپنے ملک کا بھلا ہو ٭

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ چونکہ لوگ محمد صاحب کی باتوں کو سُنکر اُن کے

---

[۱] نولدیکی صاحب فرماتے ہیں کہ اہلِ مکہ کی برافروختگی کا باعث محمد صاحب کی نئی تعلیم نہیں تھی بلکہ آپ کی تعلیم میں اہل مکہ کے بزرگوں پر جو حملے کئے گئے تھے اُنکے باعث وہ برافروختہ ہوئے نولدیکی قرآن صفحہ ۲۰ ٭

رشتہ داروں کی حمایت کے سبب سے برداشت کرتے تھے اس لیے بزرگان قریش نے اُن کے چچا ابوطالب سے درخواست کی کہ محمد صاحب سے اُن کا باہمی عہد و پیمان کرا کر صلح وصفائی کرا دیوے۔ جب ابوطالب نے اپنے بھتیجے سے دریافت کیا تو اُس نے جواب دیا کہ بہت خوب آپ مجھکو کوئی ایسا کلمہ بتائیے جسکے وسیلے سے اہل عرب پر حکمرانی کروں اور اہلِ فارس مطیع ہو جاویں اور علاوہ بریں آپ یہہ بھی کہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خدا یا معبود نہیں ہے اور بتوں کی پرستش کو یک لخت ترک کر دیا یوں کہیں کہ محمد صاحب کے اس جواب کا لب لباب یہہ ہو سکتا ہے کہ میری تعلیم کو قبول کرو اس سے تمام اہل عرب میں یگانگت پیدا ہوگی اور اُن کے دشمن مغلوب ہو جاوینگے چنانچہ اہلِ مکہ نے اس خطرے کو محسوس کر کے جواب دیا کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ سلطنت ہم سے چھین لی جاویگی۔ اسلام کی ابتدائی حالت میں اُس کے اُس حصہ کی طرف جو کہ مُلک گیری سے علاقہ رکھتا ہے جیسا کہ چاہیے توجہ نہیں کی گئی۔ لہذا اہل مکہ نے خیال کیا کہ شاید تعلیم محمدی کے قبول کرنے کا نتیجہ لڑائی اور اس لڑائی کا انجام شکست ہو۔ اس خیال سے اُن کی مخالفت اور بھی روز افزوں ہوتی گئی۔ اب وہ آنحضرت کو دروغگو جادوگر شاعر آسیب زدہ اور فالگیر وغیرہ ناموں سے پکارنے لگے۔ یہہ لوگ یہانتک غضبناک ہو گئے تھے کہ خاص کعبہ کے دروازہ پر بھی اُنہوں نے آنحضرت پر حملہ کیا۔ ایکدفعہ آنحضرت نہایت طیش میں آ گئے اور فرمانے لگے کہ اے قریش کے لوگو اس بات کو یاد رکھو میں تلوار لیکر آیا ہوں[۵] اس دھمکی کے مطابق عمل کرنے سے کئی سال تک آپ عاجز رہے لیکن قریش نے اُس وقت اس

---

[۵] اس واقعہ سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے آنحضرت کے خیالات میں معرکہ آرائی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

بات کو نہ سمجھا اور دوسرے ہی روز پھر حملہ آور ہوئے اس موقعہ پر حضرت ابوبکر کو آنحضرت کی مدد کے لئے آنا پڑا +

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ اس روز کوئی غلام یا آزاد ایسا نہ تھا جس نے آنجناب کو دشنام و گالی نہ کہا ہو اور توہین و بے عزتی میں حتی المقدور کوشش نہ کی ہو۔ ان تمام تکلیفات میں آپ کے چچا ابوطالب اگرچہ آپ کی تعلیم اور آپ کے دعاوی کے قائل نہ تھے تاہم آپ کے بڑے حامی اور مددگار تھے قبیلہ قریش نے ابوطالب کو بہت کچھ کہا سنا کہ وہ آئندہ محمد صاحب کی مدد نہ کریں لیکن ابوطالب نے اُن کی تمام ترغیب و کوشش کا نتیجہ اس امر میں دکھلایا کہ محمد صاحب کو کہنے اور سمجھانے لگے کہ مجھکو اور اپنے آپ کو بچا اور مجھ پر اس قدر بوجھ نہ ڈال جس کی میں برداشت نہیں کرسکتا پر محمد صاحب اپنے ارادہ پر جمے رہے اور آخر کار اُن کے چچا ابوطالب نے اپنے قریبی رشتہ کے باعث جو ان میں تھا مجبور ہو کر کہا کہ جو کچھ تجھے اچھا لگے سو کئے جا بہرحال کسی حالت میں میں تجھ کو دشمنوں کے حوالہ نہیں کرونگا حضرت ابوبکر اور آنحضرت کے چند اور پیرو جو کہ مکہ میں کسی زبردست خاندان سے علاقہ رکھتے تھے اگرچہ اُن کی حقارت و بے عزتی کیجاتی تھی تاہم وہ سب کے سب ہر طرح کے شخصی خطرہ سے محفوظ تھے۔ خاندانی اتحاد و تعلقات ہر طرح کی ایذا رسانی کے مقابلہ میں ایک عمدہ پناہ گاہ تھی۔ اچھے خاندان کے لوگ نئی تعلیم کو قبول کرنے یعنے محمدی ہونے کے بعد بھی محفوظ تھے لیکن برخلاف اسکے اگرچہ حضرت محمد اور اُنکے چند پیرو ایسے محفوظ تھے تاہم جو لوگ غلاموں اور ادنیٰ قبائل عرب سے ایمان لائے تھے اور جن کے سر پر اہل مکہ کے زبردست سرداروں کی حفاظت کا سایہ نہ تھا نہایت ستائے جاتے اور قیدخانوں میں ڈالے جاتے تھے محمد صاحب

اِس حالت میں اُن کے ساتھ بہت ہمدردی ظاہر کرتے تھے اور اکثر اوقات اُن کو ترغیب دیتے تھے کہ یہاں سے بھاگ جاؤ اور اپنے آپ کو اس ایذا و عذاب سے محفوظ رکھو۔ ایک دن آپ کی ایک شخص عمرو نامی سے جو کہ رو رہا تھا ملاقات ہوئی آپ کی باز پُرس کے جواب میں اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر میں آپ کی توہین اور اُن کے معبودوں بتوں کی تعریف نہ کروں تو میری رہائی ناممکن ہی آپ نے فرمایا کہ تو اپنے دل کو کیسا پاتا ہی؟ ایسے تیرے دل کی کیا حالت ہی؟ اُس نے عرض کی کہ میرا دل اخلاص سے ایمان پر قائم ہی۔ اِسپر آنحضرت نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ تجھ پر پھر ظلم کریں تو جس طرح وہ تجھ سے اقرار کرانا چاہیں کریو اور جو کچھ تجھ سے کہلانا چاہیں کہہ دیجیو +

اِس قسم کے لوگوں کا بیان جن سے زبردستی کفار اسلام کا انکار کرواتے تھے قرآن میں بھی مذکور ہی چنانچہ سورۃ نحل میں مرقوم ہی مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِہٖۤ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ یعنے جس شخص نے ایمان لانے کے بعد خدا کا انکار کیا جبکہ اُسکو زبردستی مجبور کیا گیا اور وہ دل میں ایمان پر قائم رہا تو اس کا کچھ گناہ نہیں ہی۔ سورہ نحل چودھواں[14] رکوع۔ اِس موقع پر جبکہ آنحضرت کا دل تفکرات کے سمندر میں ڈوبا ہوا تھا سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الانشراح جن میں خاص محمد صاحب کی طرف خطاب تھا اور سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص لوگوں کی طرف خطاب کرکے آپ کی تسلی کے لئے نازل ہوئیں چنانچہ اُن میں مندرج ہی وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ۝ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ

یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ۝ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۝ یعنے قسم ہی دوپہر کی روشنی کی اور قسم رات کی جس وقت کہ اُس کی تاریکی چھا جاتی ہی تیرا خدا تجھ سے ناراض نہیں ہی اور اُس نے تجھے ترک نہیں کیا یقیناً آئندہ گذشتہ سے بہتر ہوگا۔ کیا ہم نے تیرے لئے نہیں کھول دیا تیرا سینہ اور تجھ سے تیرا بوجھ ہم نے نہیں لے لیا جس سے تیری کمر ٹوٹ رہی تھی؟ اور کیا ہم نے تیرے مذکور کو بلند نہیں کیا؟ سو البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہی پھر جب فارغ ہو تو محنت کر اور اپنے رب کی طرف دل لگا۔ کہہ دے کہ ای کافرو جس کی تم پرستش کرتے ہو میں اُسکو نہیں پوجتا اور جس کو میں پوجتا ہوں تم اُسکو نہیں پوجتے جس کی تم پوجا کرتے ہو میں اُسے کبھی نہیں پوجونگا اور وہ جس کی میں پوجا کرتا ہوں تم اُسکو نہیں پوجوگے پس تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین کافی ہی۔ کہہ دے کہ خدا ایک ہی خدا ازلی ہی وہ کسی کو جنتا نہیں ہی اور نہ کسی نے اُسکو جنا ہی اور اُسکی مانند کوئی نہیں ہی[له] اسی طرح ان سورتوں سے پژمردگی اور کمال ملال کے زمانہ میں آنحضرت کی کھلم کھلا الہامات سے ہمت بڑھ گئی اور بڑے زور شور سے بُت پرستی

له یہہ سورۃ اُس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ اہل مکہ میں سے ایک سردار نے یہہ بات پیش کی تھی کہ محمد صاحب کے خدا کی بھی اُسی وقت پرستش ہوا کرے جسوقت دیگر اہل مکہ کے معبودوں کی ہوتی ہی یا ہر سال باری باری ہوا کرے محمد صاحب اس دام تزویر میں نہ پھنسے اور اس سورۃ میں قدیمی بت پرستی کی صاف تردید کی اور دوسری سورۃ میں خدا تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت پر نہایت پُر زور گواہی دی +

[له] قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ ۝ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝

کی تردید اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کے خیالات میں مصروف و مشغول ہوئے +

سلسلہ وار سورتوں میں سے جب فاطر ختم ہوگئی تو سورۃ المدثر نازل ہوئی جس کے بعد الہامات و مکاشفات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ یہہ سورۃ اُس وقت نازل ہوئی تھی جب کہ حضرت صاحب پر لوگ مسخر اڑاتے اور شاعر۔ فال گیر و ملحد وغیرہ کے ناموں سے نامزد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہہ اپنی لغو بیانی اور بیہودہ گوئی سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے پھر یہہ الفاظ کہ یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ (یعنے او لحاف میں لپٹے ہوئے اُٹھ اور لوگوں کو خبردار کر (سورہ مدثر کی پہلی آیت) اس امر پر صاف دلالت کرتے ہیں کہ اُس کو بلا پس و پیش کئے وعظ و نصیحت کرنے کا حکم ملا +

اہل مکہ نہایت تند اور سرکش تھے اور بمفسر ابن عباس کے بیان کے مطابق محمد صاحب کی مخالفت میں اُن کا سرگروہ مکہ کا ایک بڑا بھاری رئیس ولید بن مغیرہ تھا جس کا ذکر ذیل کی ملامت آمیز آیات میں اشارتاً کیا گیا ہے چنانچہ سورہ مدثر کی گیارھویں آیت سے یوں شروع ہوتا ہے کہ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا وَّ بَنِیْنَ

---

[1] اہل اسلام کے عام مفسرین کا اس امر میں اتفاق ہے کہ سورہ فاطر کے بعد پہلے یہی صورت نازل ہوئی تھی اور پہلی سات آیات اس امر کی تائید کرتی ہیں کیونکہ آٹھویں آیت میں جملہ نقر فی الناقور پہلی سورتوں سے مطابقت نہیں رکھتا لیکن ساتھ ہی یہہ سورہ مخلوط المضمون معلوم ہوتی ہے کیونکہ گیارھویں آیت میں مندرج ہے کہ چھوڑ دے مجھکو و جسکو میں نے بنایا اکیلا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ اُن مخالفوں کی طرف اشارہ ہے جو کہ کافروں میں سے تھے اور کہتے ہیں کہ اس سے ولید بن مغیرہ مراد ہے۔ ۳۱ ۔ ۳۴ ویں آیت تک ان مخالفوں کا ذکر ہے جو مدینہ میں تھے اور ان میں یہودی منکر ریاکار اور بت پرست بھی شامل ہیں۔ ان گروہوں کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ آیتیں ضرور اس آخری زمانہ میں اس سورۃ میں درج کی گئی ہونگی +

شُهُودًا وَمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيدًا ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيدَ كَلَّا اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيدًا سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ یعنے چھوڑ دے[۱] مجھکو اور اس شخص کو جس کو مینے پیدا کیا اکیلے اور دیا مینے اُسکو مال پھیلا کر اور اُس کے بیٹے اُسکے سامنے بود و باش کرتے ہیں۔ اور مینے تیار کر دی اُس کو خوب تیاری پھر لالچ کرتا ہی کہ میں اُسکو اور دوں۔ کوئی نہیں! وہ ہی ہماری آیتوں کا مخالف۔ اب اُسے چڑھاؤنگا بڑی چڑھائی۔ اُس نے سوچ کیا اور دل میں ٹھہرایا سو مارا جایو کیسا ٹھہرایا۔

ولید بن مغیرہ نے کہا تھا کہ محمد صاحب کا کلام جس کو وہ کلام آلہی کہتا ہی محض انسانی کلام ہی اور اُسکو وہ خود سحری تاثیر کے ساتھ بیان کرتا ہی۔ چنانچہ اس پر اُس کے حق میں یہہ فتوی سنایا گیا کہ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ یعنے اب اُس کو ڈالونگا آگ میں اور تو نے بوجھا کیا ہی وہ آگ؟ نہ باقی رکھے نہ چھوڑے نظر آتی ہی پنڈے پر (سورہ مدثر ۲۶-۲۹)

پھر سورہ قلم میں اسی شخص کے حق میں لکھا ہی کہ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ یعنے قسمیں کھانیوالا بے قدر طعنے دیتا چغلی کرتا پھرتا بھلے کام سے روکتا۔ حد سے بڑھتا بڑا گنہگار اس سب کے پیچھے بدنام جب اُس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہی کہ یہہ تو پہلوں کی نقلیں ہیں اب داغ دینگے ہم اُس کی سونڈ پر۔

---

[۱] یہہ ترجمہ شیخ عبدالقادر ابن شاہ ولی اللہ دہلوی کا ہی۔

آنحضرت کا ایک اور سخت مخالف آپ کا چچا ابولہب تھا جس نے اپنی زوجہ سے آپ کی مخالفت کے لئے تحریک پائی اور نہایت برافروختہ ہوکر آپ کے دعوے کی تردید میں بڑے زور شور سے مصروف ہوا۔ سورۃ اللہب میں ابولہب اور اُس کی زوجہ دونوں کے حق میں نہایت سخت لعنت سُنائی گئی چنانچہ لکھا ہے کہ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ یعنے ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ نہ کام آیا اُسکو اُس کا مال اور نہ جو کمایا۔ اب شعلہ زن بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑیگا اور اُس کی جورو بھی جو سر پر ایندھن لئے پھرتی ہے۔ اور اُس کی گردن میں کھجور کے پٹھے کی رسّی ہے[۱]۔

سورۃ الہمزہ اخناس ابن شریق ایک مالدار آدمی کی مخالفت میں نازل ہوئی اور یہہ بھی اسی زمانہ سے تعلق رکھتی ہے اگرچہ نولدکی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے علماء اسلام اس کو ایام مدینہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس سورۃ کی عبارت یوں ہے کہ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ

---

[۱] اگر وہ سب کچھ جو احادیث میں ابولہب کی نسبت بیان کیا گیا ہے ٹھیک ہے تو یہہ سورۃ نہایت دلچسپ اور قابل لحاظ ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس حالت میں محمد صاحب تھے کسقدر قرآن کے الفاظ پر بھی اُس کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنی قوم کے لوگوں کو بلایا اور اُن کے سامنے اپنے دعاوی کو پیش کیا ابولہب نہایت برافروختہ ہوا اور کہنے لگا کہ کیا تو نے مجھ کو اس لئے بلایا ہے؟ تو ہلاک ہو۔ یہ کہہ کر ابولہب نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک پتھر اُٹھاکر محمد صاحب کی طرف پھینکا جس پر اُس کے حق میں یہہ کہا گیا کہ تیرا ہاتھ ٹوٹ جاوے۔ ابولہب کی زوجہ ام جمیل نے آپ کے راستے میں کانٹے ڈال دیئے۔ ایک دن وہ ایندھن کی لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھائے ہوئے جارہی تھی اور رسّی اُس کی گردن میں پڑی ہوئی تھی اور وہ گلا گھونٹ کر مر گئی اس پر اُسے آنحضرت نے پھانسی ملی ہوئی کے نام سے نامزد کیا۔ ذَاتَ لَهَبٍ میں ابولہب کے نام پر مضحکہ اڑایا گیا ہے کیونکہ ابولہب کے معنے شعلوں کا باپ ہیں۔

لُّمَزَةِ ۙ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۖ٘ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ؕ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَةِ ؕ

یعنے خرابی ہو ہر طعنہ دینے اور عیب چُننے والے کی جس نے سمیٹا مال اور گن گن رکھا۔ کیا خیال رکھتا ہو کہ اُس کا مال سدا رہیگا اُس کے ساتھہ؟ کوئی نہیں۔ اُس کو پھینکا ہو روندنے والی میں۔ اور تو کیا بوجھا۔ کیا ہو وہ روندنے والی؟ آگ ہو اللہ کی سلگائی وہ جو جھانک لیتی ہو دل کو +

پھر سورہ علق میں آپ کے ایک اور سخت مخالف ابو جہل کے[1] حق میں مرقوم ہو کہ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی ؕ یعنے کوئی نہیں آدمی سر چڑھتا ہو اور یہہ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو محفوظ دیکھتا ہو (آیات ۶ و ۷) +

بیضاوی فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے آنحضرت کو یہہ دھمکی دی تھی کہ جب آپ نماز میں سجدہ کر رہے ہونگے اُس وقت آپ کی گردن پر کھڑا ہو جاویگا +

پھر سورۃ الحج کی آٹھویں آیت میں یوں مندرج ہو کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ۔ یعنے ایک شخص ہو جو جھگڑتا ہو اللہ کی بات میں بن خبر بن سوجھہ اور بغیر روشن کتاب کے + واضح رہے کہ یہہ سورۃ مدنی ہو اور اس کا حوالہ تواریخی اور زمانہ گذشتہ سے تعلق رکھتا ہو۔ لاکن بعد کی سورتوں میں بھی اس قسم کے الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں چنانچہ ابعاً کی ایک مدنی سورۃ یعنے سورۃ الانفال

---

[1] ابوجہل جنگ بدر میں قتل کیا گیا +

[2] روڈویل کا قرآن صفحہ ۲ +

کی انچاسویں آیت میں لکھا ہوا ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ۔ یعنے تم ہو جیسے وہ اہلِ مکہ جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے اور اللہ کی راہ سے روکتے ہوئے اور اللہ کے قابو میں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ۔ ان تمام مخالفت کے مقابلہ میں محمد صاحب کو فقط یہہ کہنے کا ارشاد ہوا کہ وہ خدا کی طرف سے ہے چنانچہ سورہ قلم کی دوسری آیت میں مسطور ہے مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ یعنے اے محمد تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے ۔

اب ایک دو سال کے عرصہ میں وحی آسمانی کا خیال زیادہ ترکیب کو پہنچ گیا اور آنحضرت کی صحت بیان اور درستئی پیغام کا نہایت مستعدی اور سرگرمی سے دعوی ہونے لگا۔ ان الہامات کی عبارت کی نسبت صرف اسی پر اکتفا نہیں کی گئی کہ اُس کو کلام اللہ اور اُس کے الفاظ کو خدائے تعالی کے الفاظ کہیں بلکہ یہہ خیال کیا جاتا ہے کہ عرش معلی پر ازل سے یہہ کلام موجود تھا چنانچہ سورہ بروج کی اکیسویں آیت میں پایا جاتا ہے بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ یعنے یہہ بڑی شان وعظمت والا قرآن ہے جو کہ لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا ہے۔ لوحِ محفوظ کی نسبت یوں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک خفیہ تختی ہے جو اللہ جل جلالہ کے تختِ بریں اور عرش معلی کے پاس ہے چنانچہ سورہ عبس کی تیرھویں اور چودھویں آیات میں یوں لکھا ہے کہ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۔ یعنے لکھی ادب کے ورقوں میں ۔ اونچے دھری ستھری ۔ ہاتھوں میں لکھنے والوں کے جو سردار ہیں نیک ۔ مفسر زمخشاری اس کا یوں بیان کرتا ہے کہ لوحِ محفوظ سے

نقل کر کے شیاطین کے ہاتھوں سے پاک اور محفوظ رکھا گیا اور صرف پاک فرشتگان ہی اُسے چھو سکتے تھے۔ اب آنحضرت کی بڑے شدّ و مد سے مخالفت ہونے لگی اور ابتدائی زمانہ کی مکی سورتوں میں سے سورۂ المرسلٰت میں اس مخالفت کے مقابلہ میں نہایت زجر و توبیخ کی گئی۔ پچاس آیات میں دس دفعہ یہہ فقرہ دہرایا گیا ہے کہ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ یعنے خرابی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کے لیئے۔ اُنتالیسویں آیت سے محمد صاحب کا مخالفین کو مقابلہ کے لیئے پکارنا ثابت ہوتا ہے چنانچہ یوں لکھا ہے کہ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ یعنے اگر تمہارا کچھہ داؤں ہی تو مجھہ پر چلا لو[۵]! پھر اس زجر و عتاب کا خاتمہ اس سخت خطاب سے یوں ہوتا ہے کہ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۚ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۙ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ یعنے جس دوزخ کو تم جھٹلاتے تھے اب اُس میں داخل ہو اور ایک سایہ کی طرف چلو جو کہ تین پھانکوں والا ہی اور تپش کے دن کسی کام نہیں آسکتا۔

پھر سورۂ النبا میں اکیسویں آیت سے تیسویں[۶] آیت تک اِسی مضمون پر یوں مرقوم ہے اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا جَزَآءً وِّفَاقًا اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا وَّ

---

[۵] ایسے ہی سورۂ الطارق کی پندرھویں اور سولھویں آیات میں مسطور ہے کہ وہ تیرے خلاف بندشیں باندھتے ہیں اور میں اُن کے خلاف بندش باندھونگا۔ بعض اس سورت کو حبشستان کی طرف مہاجرت کے وقت کی خیال کرتے ہیں۔ اس تعلق میں ابتدائی مدنی سورتوں میں سے سورۂ اعراف کی تیسویں آیت قابل لحاظ ہے۔

[۶] اس سے ابتدائی مکی سورتوں کے بحور و قوافی اور انکے طرز بیان کا کیسقدر اندازہ ہو سکتا ہے۔

کذّبوا بآیٰتنا کذّاباً۔ بیشک دوزخ ہی تاک میں شریروں کا ٹھکانا۔ رہتے ہیں اُس میں قرنوں۔ نہ چکھیں وہاں کچھ مزا ٹھنڈک کا اور نہ کچھ پینے کو ملے مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ بدلہ ہی پورا۔ کیونکہ وہ حساب کی توقع نہ رکھتے تھے اور ہماری آیات کو جھٹلایا اور واہیات کے نام سے نام زد کیا۔ اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہی لکھکر۔ اب چکھو! ہم تو پر سوائے مار کے اور کچھ نہیں بڑھائینگے +

سورہ بروج میں اُن مظالم کا جو شروع میں معتقدان اسلام کا حصہ تھے اور مومنین کو ستانے اور اذیت پہنچانے والوں کے سزایاب ہونے کا ذکر یوں ہی کہ جہنم کا عذاب اور اُسکی سوزش اُنکے (مخالفین کے) انتظار میں ہیں[ل]۔ جنہوں نے آنحضرت کی مخالفت اختیار کی اُن کے حق میں اِس تمام سخت گوئی کو قائم کرنے کے لئے سامعین سے یوں کہا جاتا کہ کہ یہہ حضرت صاحب کی اپنی باتیں نہیں ہیں بلکہ قرآن مجید کی آیات ہیں جو کہ لوح محفوظ پر لکھا ہوا ہی یعنے یہہ خود خدائے تعالی کا کلام ہی +

اِس قسم کی عام ملامت سے جو کہ کفار کی آئندہ بدحالی کا بیان کرتی تھی بعض اوقات چند روزہ وبال اور اسی دنیا میں عذاب نازل ہونے کی دھمکی کا کام لیا جاتا تھا جس طرح زمانہ قدیم میں خدا تعالی نے کسی شہر کو برباد نہیں کیا جب تک کہ پہلے اُس میں اپنی طرف سے رسول نہ بھیجے اُسی طرح اب بھی ہوگا۔ چنانچہ سورہ شعرا کے گیارھویں رکوع میں یوں لکھا ہی کہ وَمَآ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا لَھَا مُنْذِرُوْنَ ذِکْرٰی وَمَا

[ل] اٹھویں آیت سے گیارھویں آیت تک بعد میں نازل ہوئی ہوں جن سے کہ طرز بیان میں کچھہ تبدیلی منصور ہوسکے تو یہی مطلب مراد ہوسکتا ہی۔

كُنَّا ظٰلِمِيْنَ یعنے کوئی بستی نہیں کھپائی ہم نے جس کو نہ تھے ڈر سنانے والے یاد دلانے کو اور ہمارا کام نہیں ظلم کرنا + پھر سورہ حجر کی چوتھی اور پانچویں آیات میں یوں مندرج ہے کہ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ یعنے کوئی بستی ہم نے نہیں کھپائی مگر اسکا لکھا تھا مقرر۔ نہ شتابی کرے کوئی فرقہ اپنے وعدہ سے اور نہ دیر کرے + جب اُن کے دل سخت ہوگئے اور وہ ایمان نہ لائے تو اُن پر ناگہاں ایسی حالت میں دردناک عذاب نازل ہوا جبکہ وہ بالکل گمان نہ کرتے تھے[۱] +

ممکن ہے کہ اہل مکہ پر کچھ عرصہ کے لئے عذاب مذکورہ کی نسبت بار بار سننے سے کچھ رعب وخوف چھا گیا ہو لیکن جب مدت تک کوئی عذاب نازل نہ ہوا تو اُن کی جرٔت دور ہوگئی اور بے ایمانی بڑھ گئی۔ یہانتک کہ وہ اب آنحضرت کی معاتب تقریروں کے مقابلہ میں بہت برا بھلا کہنے لگے اور عذاب موعودہ کے خواستگار ہوئے اور اختیار من اللہ کے ثبوت میں معجزات طلب کرنے لگے + اب وہ یوں کہنے لگے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا یعنے ہم نہ مانینگے تیرا کہا جب تک تو بہا نکالے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جاوے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا پھر بہالے تو اس کے بیچ نہریں چلا کر۔ یا گرادے آسمان ہم پر جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے

[۱] دیکھو سورہ شعراء آیات دوسو ایک و دو +

یا نے آ اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن رسورہ بنی اسرائیل دسواں رکوع) پھر سورہ رعد کی آٹھویں آیت میں یوں لکھا ہوا ہی وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ یعنے اور منکر کہتے ہیں کیوں نہ اتری اُس پر کوئی نشانی اُسکے رب سے؟+

محمد صاحب کو اس امر کا اقرار کرنا پڑا کہ اس کے پاس اس قسم کا کوئی نشان نہ تھا لیکن آنحضرت نے ایک اس مضمون کا الہام پیش کیا کہ خدا ئے تعالیٰ مکہ کے سرکش لوگوں پر کسی قسم کا کوئی نشان ظاہر نہیں فرماویگا چنانچہ اس امر کے اظہار کے لئے کہ جسکو آپ محض خام خیالی خیال فرماتے تھے انجام تک نہیں پہنچ سکتی سورہ حجر کی آٹھویں آیت میں یوں بیان فرمایا وَمَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا کَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ یعنے ہم نہیں اتارتے فرشتوں کو مگر کام ٹھہراکر اور اسوقت اُن کو مہلت نہ ملیگی +

اس کا مطلب یہہ ہی کہ اگر وہ اُن لوگوں کے وقعات دیکھہ کر جو اُنسے پیشتر گذر گئے ہیں ایمان نہیں لاتے اور اگر حال کے پیغمبر اور اُس کے عبرت انگیز پیغام کو رد کرتے ہیں تو وہ پھر اور کسی طرح سے ایمان نہیں لاوینگے چنانچہ سورہ حجر کی چودھویں اور پندرھویں آیات میں یوں مرقوم ہی کہ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُکِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ یعنے اگر ہم کھولدیں اُن پر دروازے آسمان کے اور تمام دن چڑھتے رہیں تو آخر یہی کہینگے کہ ہماری نگاہ ہی بند ہوگئی ہی اور ہم پر جادو کیا گیا ہی + اس قسم کی آیات میں سے سب سے بڑھکر وہ آیت ہی جو کہ ایام مکہ کے وسط میں نازل ہوئی اور جس میں یوں استدلال کیا گیا ہی کہ آنحضرت کو معجزات کی طاقت دینا بالکل بے سود تھا[۵۱]

[۵۱] اس امر کے بیان کی کچھہ ضرورت نہیں کہ آنحضرت معجزات کے دکھانے سے قاصر رہے کیونکہ قرآن میں یہہ امر

کیونکہ اس قسم کے انعام اور بخششیں انبیائے سلف کے وقت میں صاف طور پر بیفائدہ ثابت ہو چکی تھیں۔ چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل کے چھٹے رکوع میں اس طرح مرقوم ہی وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ کَذَّبَ بِہَا الْاَوَّلُوْنَ یعنے اور ہم نے اسی سے موقوف کیں نشانیاں بھیجنی کہ اگلوں نے اُن کو جھٹلایا + مخالفین نے معجزہ طلب کرنے میں بہت اصرار کیا پر آپ یہی کہتے رہے کہ قرآن بذاتہ ایک خاص معجزہ ہی اور اسی کو مہر نبوت گردانتے رہے +

قیامت کی تعلیم کو اہل مکہ محض توہمات تصور کرتے تھے۔ جب اس سلسلہ میں آیات نازل ہوئیں تو کہنے لگے کہ یہہ سب کچھہ محمد صاحب نے اُن لوگوں سے سُنا ہوا ہی جو کہ اور ملکوں سے آکر مکہ میں بود و باش کر رہے ہیں۔ اور یہہ سب باتیں اگلے لوگوں کی کہانیاں اور شاعرانہ خیال کا نتیجہ ہیں۔ سورۃ التطفیف[۱] جو کہ آنحضرت کی بشارت کے شروع میں مکہ میں نازل ہوئی تھی اُس کی دسویں آیت سے سترھویں آیت تک یوں مرقوم ہی کہ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۝ وَمَا یُکَذِّبُ بِہٖٓ اِلَّا کُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ کَلَّا بَلْ سکۜ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝ کَلَّآ اِنَّہُمْ عَنْ رَّبِّہِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّہُمْ لَصَالُوا الْجَحِیْمِ ۝ ثُمَّ یُقَالُ ہٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ ۝ یعنے خرابی ہی اُس دن جھٹلانے والوں کی جو جھوٹ جانتے ہیں انصاف کا دن اور اُس کو جھٹلاتا ہی وہی جو بڑھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷ نہایت صفائی سے مندرج ہی پر تعجب ہی کہ علمائے اسلام اسکو نہیں مانتے سیل کا رسالہ عقیدۂ اسلام صفحہ ۲۱۸ +

[۱] بعض مفسرین اس سورت کو مدنی بیان کرتے ہیں اور بعضوں کا خیال ہی کہ یہہ بعد کی مکی سورتوں میں سے ہی لیکن نویو اور نولدیکی اسکو آنحضرت کی بشارت کے چوتھے سال کی مکی سورتوں میں شمار کرتے ہیں +

چلنے والا گنہگار ہو جب سُنائی جاتی ہیں اُس کو ہماری آئتیں کہتا ہو کہ یہہ پہلوں کی نقلیں ہیں۔ بے شک ان کی بدکاری ان کے دلوں پر غالب ہو۔ البتہ وہ اُس دن اپنے رب سے روکے جاوینگے۔ پھر وہ ضرور آتش دوزخ کا لقمہ ہونگے۔ پھر اُن سے کہا جائیگا کہ یہہ وہی ہو جس کو تم جھوٹ جانتے تھے +

اگر یہہ خیال کیا جائے کہ مذکورہ بالا آیات ایک ابتدائی صورت سے اقتباس کی گئی ہیں تو پھر کچھہ آگے چل کر یہی عبارت جس کا نازل ہونا مکہ ہی میں ثابت ہو سورۂ فرقان کی پانچویں اور چھٹی آیات میں مندرج ہو۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ اِفْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛ فَقَدْ جَاۗءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ ترجمہ۔ اور کہنے لگے جو منکر ہیں اور کچہ نہیں یہہ مگر جھوٹ باندھہ لایا ہو اور ساتھہ دیا ہو اس میں اُس کا اور لوگوں نے۔ سو آئے بے انصافی اور جھوٹ پر۔ اور کہنے لگے یہہ نقلیں ہیں پہلوں کی جو لکھہ لیا ہو اور لکھوائی جاتی ہیں اُس پاس صبح اور شام +

ابتدائی زمانہ کی مکی سورتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہو کہ اگرچہ اُن کی عبارت نہایت شستہ فصاحت سے پُر اور شاعرانہ رنگ میں رنگی ہوئی ہو تاہم آنحضرت کے دل پر شکوک کے بادل چھا رہے تھے + جن قسموں کے ذریعہ سے آپ اپنی تعلیم کو لوگوں کے دلوں میں بٹھانا چاہتے تھے نہایت عجیب اور قابل غور ہیں آنحضرت کے اِس زمانہ کی طرز زندگی کو وہ سخت اور قہر آلود حملے جو آپ نے مخالفین پر کئے نہایت صفائی سے ظاہر

کرتے ہیں [1]۔ تمام قرآن میں یہہ سورتیں سب سے عمدہ ہیں اور ان سے ظاہر ہوتا ہو کہ حضرت صاحب کے جوش وخروش اور تشویش کی کچھہ حد نہ تھی۔ آپ نے اہلِ مکہ سے اُن کے حقوق پیش کرکے صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ سورہ فیل میں یوں لکھا ہو۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝ ترجمہ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں سے؟ نہ کر دیا اُن کا داؤ غلط؟ اور اُن پر ابابیل پرندوں کو بھیجا۔ پھینکتے اُن پر پتھریاں کنکر کی۔ پھر کر ڈالا اُن کو جیسا بھس کھایا ہوا+

اس مذکورہ بالا سورۃ میں اہلِ مکہ کے اُس لشکر جرار سے رہائی پانے کی طرف اشارہ ہو جو شاہ حبش نجاشی کی طرف سے آنحضرت کی پیدائش کے وقت کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ پھر سورۃ القریش کی تیسری اور چوتھی آیات میں کعبہ شریف اور اُس کے علاقہ کی حفاظت کا یوں ذکر ہو فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۝ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ ترجمہ۔ تو چاہئے بندگی کریں اُس گھر کے رب کی جس نے کھانا دیا اُن کو بھوکھ میں اور امن دیا ڈر میں۔ نیز سورۃ التین کی پہلی تین آیات اور سورہ طور کی پہلی چار آیات میں بھی اسی امر کو حلفاً پیش کیا گیا ہو۔ چنانچہ سورۃ التین میں مرقوم ہو۔ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ ترجمہ۔ قسم انجیر کی اور زیتون کی اور طورِ سینین کی اور اس شہر امن والے

---

[1] دیکھو نولدیکی کا گشنتی دس قرآن صفحہ ۶۰ و ۷۸+

کی اور سورۂ طور میں مندرج ہے وَالطُّوْرِ ۙ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ ترجمہ۔ قسم ہے طور کی اور لکھی کتاب کی کشادہ ورق میں۔ اور آباد گھر کی +

ان مذکرہ بالا حوالجات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول عربی اپنے ایام مکہ کے آغاز میں کعبہ کی جو اہل عرب کا مقدس مقام تھا نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے +

اب محمد صاحب نے ایک نئے پیرایۂ تقریر کو اختیار کیا اور انسانی طبیعت کے حیوانی و شہوانی پہلو کی طرف مائل ہوئے۔ چنانچہ آپ نے اپنے پست ہمت اور خستہ خاطر پیروں کی جماعت کی ہمت بڑھانے کے لئے بہشتی خوشیوں یعنی عروسی پلنگوں مشک و کستوری اور شراب طہور کا نقشہ کھینچ دکھایا اور بیان کیا کہ بہشت کی خاص خوشیوں میں سے مومنین کے لئے ایک بڑی خوشی یہ بھی ہوگی کہ جب وہ عروسی سیجوں پر حور و غلمان کے ساتھ عیش کرینگے اور متلذذ ہونگے اُس وقت کفار پر نظر کرینگے اور اُن کو عذاب میں مبتلا دیکھکر ازراہ حقارت ہنسینگے۔ اس بیان کو مفسرین یوں سمجھاتے ہیں کہ بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک دروازہ کھولا جائیگا اور دوزخیوں کو اس کھلے دروازہ کی طرف بلایا جائیگا۔ وہ بڑی امید و آرزو سے بھاگتے ہوئے آئینگے لیکن جونہی کہ وہ دروازہ پر پہنچینگے دروازہ بند ہو جائیگا۔ اسپر اہل جنت جو کہ نفسانی خوشیوں میں مشغول ہونگے اہل جہنم کی مایوسی پر مضحکہ اُڑائینگے اور اس طرح اپنی عیش و عشرت کو دوبالا کرینگے۔ اس وقت بہشت و دوزخ کے نقشے نہایت مشرح اور واضح طور پر بیان کئے گئے تھے اور اس سے خاص یہی غرض نہ تھی کہ ابتدائی زمانہ کے مسلمان اپنی مشکلات میں ہمت نہ ہاریں بلکہ کفار و

مخالفین کو مرعوب و مغلوب کرنا بھی بدرجۂ غایت ملحوظ و مقصود تھا۔ بہشت کی خوشیاں یہ ہیں کہ وہاں ہر طرح سے آرام و آسائش مہیا ہوگی اہل جنت کا لباس حریری ہوگا۔ خوشبو اور شراب بکثرت ہوگی۔ پلانے کے لئے نہایت خوبصورت غلام خدمت میں کھڑے ہونگے اور علاوہ اس کے یہہ تمام عیش و عشرت منانے کا موقع ایسا ہوگا کہ وہاں کے نظارہ سے حواس میں فرحت اور تازگی پیدا ہوگی۔ بہشت کے اس تحریص دہ بیان کی شش کی تکمیل کے لئے ذیل کی آیات پیش کی جاتی ہیں۔ اول سورۃ النبا میں اکتیسویں سے چونتیسویں آیت تک یوں لکھا ہوا ہے۔ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ۝ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ۝ وَّ کَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝ وَّ کَاْسًا دِهَاقًا ۝ ترجمہ بے شک ڈر والوں کو مراد ملنی ہے۔ باغ ہیں اور انگور اور نوجوان و ناپستان عورتیں ایک عمر کی سب۔ اور پیالہ چھلکتا۔ دوم سورۃ الواقعہ کی ۲۲ ویں اور ۲۳ ویں آیات میں مندرج ہے۔ وَحُوْرٌ عِیْنٌ ۝ کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْکَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ۝ ترجمہ۔ اور گوریاں بڑی آنکھوں والیاں برابر لپٹے موتی کے۔ ہم نے وے عورتیں اٹھائیں ایک اٹھان پر۔ پھر کیا ان کو کنواریاں۔ سوم سورۃ الطور کی بیسویں آیت میں مسطور ہے مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ۝ ترجمہ تکیے بیٹھے تختوں پر برابر بچھے قطار۔ اور بیاہ دیں ہم نے ان کو گوریاں بڑی آنکھوں والیاں۔ پھر سورۃ الصافات جو کہ ایام مکہ کے وسط کی خیال کی جاتی ہے اس کی ۴۰ ویں سے ۴۷ ویں آیت تک یوں مرقوم ہے کہ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ فَوَاکِهُ ج وَهُمْ مُّکْرَمُوْنَ ۝ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِکَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ۝ بَیْضَآءَ لَذَّةٍ

لِلشّٰرِبِیْنَ ۝ لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ۝ كَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝ ترجمہ۔ جو ہیں اُن کو روزی ہو مقرر میوے اور اُن کی عزت ہی۔ باغوں میں نعمت کے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے۔ لوگ لیے پھرتے ہیں اُن کے پاس پیالہ شراب نتھری کا سفید۔ رنگ مزا دیتی پینے والوں کو نہ اُس سے سر پھرتا ہی اور نہ اُس سے بہکتے ہیں اور اُن کے پاس ہیں عورتیں نیچی نگاہ رکھتیاں بڑی آنکھوں والیاں گویا وے انڈے ہیں چھپے دھرے۔

بہشت کے اس بیان کی نسبت گبن صاحب طنزاً فرماتے ہیں کہ محمد صاحب نے اہل جنت کے ہم صحبتانِ ذکور کا بالکل بیان نہیں کیا اور اِس کی تشریح سے اِس لئے کترا گئے کہ مبادا پہلے شوہروں کے دلوں میں حسد کی آگ مشتعل ہو یا شاید نکاح کے ابدی اور دائمی رشتہ کے شکوک سے کسی طرح اُن کے آرام و آسائش میں خلل واقع ہو۔ جبکہ سب مومنین اور مومنات بہشت میں دوبارہ شباب کے عالم میں ہونگے تو انصاف اس امر کا متقاضی ہی کہ اُناث کو بھی وہی آزادی او حقوق حاصل ہونے چاہئیں جو کہ ذکور کو ہونگے پر آنحضرت اپنی تعلیم کے اس صحیح اور صریح نتیجہ کو صاف اُڑا گئے اور اِس کے بیان سے عمداً پہلو تہی کیا۔

بہشت کے اِس مذکورہ بالا بیان کی نسبت اب خواہ مخواہ یہہ سوال پیش آتا ہی کہ آیا یہہ فی الواقعہ لفظی طور پر صحیح اور درست ہی یا اس سے کوئی ایسا بہشت مراد ہی جس کا بیان تشبیہہ اور استعارہ کے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہی۔ اِس میں کلام نہیں کہ مسلمان حکما اور عارفین نے اِس کو بہت کچھ تشبیہہ و استعارہ کے پیرایہ میں رکھ کر حتی المقدور

مہذبانہ صورت میں پیش کیا ہے اور زمانہ حال کی مہذب اور شائستہ اسلامی جماعت کے لئے جو کہ مسیحیوں کی تہذیب اور مغربی تعلیم سے اثر پذیر ہو رہی ہے یہہ ایک نہایت ضروری اور طبعی امر ہے کہ اِس قسم کی رنگین بیانیوں کو اچھی صورت میں پیش کرے لیکن یہہ ماننا کہ محمد صاحب کا یہی مطلب تھا یا اُنکے سامعین نے اسوقت یونہی سمجھا بعید از فہم اور نہایت مشکل ہے۔ کیونکہ محمد صاحب کا دل بدرجہ غایت عملی تھا اور اُس میں عرفان و تصوف کا نام بھی نہ تھا۔ انتظام دنیوی اور انسانی انسداد میں آنحضرت کو کوئی مشکل نظر نہ آتی تھی اور اس قسم کے امور کو آپ کسی صورت میں راز و معمّا نہ سمجھتے تھے۔ جہنم کے عذاب کا بیان حرف بحرف صحیح اور حقیقی خیال کیا جاتا ہے اور کوئی بھی اس امر کی کوشش نہیں کرتا کہ اسکو تشبیہات و استعاروں کے پیرایہ میں پیش کرے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بہشت کی خوشیوں کے بیان کو ویسا ہی بلا کم و کاست لفظ بلفظ صحیح اور حقیقی قرار نہیں دیا جاتا اور اُن کی کئی طرح سے تاویلات کی جاتی ہیں؟ یہہ بھی خیال رہے کہ اِس شہوت رانی اور نفس پرستی کے بہشت کا آپ نے اُس وقت بیان کیا تھا جب آپ صرف ایک ہی بیوی کے ساتھ پرہیزگاری اور پاکیزگی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ بعض آپ کی اسی پاکیزہ زندگی کو اس امر کی دلیل گردانتے ہیں کہ آنحضرت نے جو بہشت پر از لذائذ نفسانی اور عیش و عشرت سے مملو بیان کیا وہ محض تشبیہہ اور استعارہ کے طور پر تھا لیکن اس مقام پر یہہ یاد رہے کہ اگرچہ آپ بی بی خدیجہ کے ساتھ وفاداری کرتے تھے اور اُس کے ازحد شیفتہ و فریفتہ تھے تو بھی آپ اُس کے تابع اور مطیع و منقاد تھے۔ خدیجہ آپ کی مالک سمجھی جاتی تھی اُسی نے آپ کو افلاس سے رہا کیا اور ایک خاصے متمول آدمی کے رتبہ کو پہنچایا لیکن پھر بھی تمام جائداد

خدیجہ کے اپنے ہی قبضہ و تصرف میں تھی۔ اس عرصہ میں آنحضرت کبھی کسی صورت میں ظاہر نہ کر سکے کہ آپ دیگر زوجات مطہرات یا جہیز وغیرہ کے خواہشمند تھے۔ بعض محققین اور نکتہ رس اشخاص کے نزدیک یہہ امر ظاہر من الشمس ہے کہ یہہ میانہ روی آنحضرت کے لئے ایک جبوری امر تھی کیونکہ جب آپ کو موقعہ ملا تو آپ نے خوب ہی دل کھول کر حسرتیں نکالیں۔ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ خدیجہ کی وفات پر محمد صاحب نہایت ہی پژمردہ اور شکستہ خاطر تھے۔ کسی دوست نے پوچھا کہ آپ اور نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ نے فرمایا کہ میں کس سے نکاح کروں؟ اِس پر اُس دوست نے کہا کہ اگر آپ کوئی باکرہ اور دوشیزہ لڑکی چاہتے ہیں تو آپ کے دوست ابوبکر کی بیٹی عائشہ موجود ہے اور اگر آپ کسی جوان عورت کو ترجیح دیتے ہوں تو سودہ جو کہ آپ کی معتقد ہے اور آپ پر ایمان لائی ہے حاضر ہے۔ آنحضرت نے اِس عقدۂ مالاینحل کو یوں حل کیا اور فرمایا کہ اُن دونوں سے دریافت کرو کہ آیا وہ مجھ سے نکاح کرنے کو خوش ہیں یا نہیں۔ خدیجہ کی آنکھ بند ہوئے ابھی دو ہی مہینے گذرے تھے کہ آپ نے سودہ سے نکاح کیا اور عائشہ سے جو اس وقت ابھی چھہ برس کی لڑکی تھی اور تین سال بعد آپ کی سلک زوجات مطہرات میں منسلک ہوئی نسبت ٹھہر گئی۔ اب یہہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ بہشت کی اِن جسمانی اور نفسانی خوشیوں کی رنگین بیانیاں[1] بعد کے زمانہ کی سورتوں میں کیوں نہیں پائی جاتیں؟ اس کا ایک یہہ سبب بیان

---

[1] حضرت کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد قریباً عرصہ دس سال کی مدنی سورتوں میں اس بات کا صرف دو دفعہ ذکر پایا جاتا ہے کہ حوریں یعنی خوبصورت عورتیں بہشت کی خوشیوں اور رنگینی و عشرت

کیا جاتا ہے کہ آنحضرت کے مدنی مرید اب ہر طرح ظلم تعدی سے محفوظ تھے اسواسطے کچھ ضرورت نہ تھی کہ اس قسم کے وعدوں سے اُن کی ہمت بڑھائی جاتی۔ پر بعض یہہ بھی کہتے ہیں کہ جب آنحضرت نے ہر طرح سے حتی المقدور اپنی نفسانی خواہشوں اور شہوات کو پورا کر لیا تو پھر اس قسم کے بیانات کی حظ نفس کے لئے چنداں ضرورت نہ رہی۔ جب آنحضرت کو عیش وعشرت کی دسترس نہ تھی تو آپ کی نظر میں اہل جنت کے لئے بہشت میں حور و غلمان سے بڑھ کر کوئی اچھی جزا نہ تھی پر جب بے روک ٹوک حسر تیں نکال چکے تو جس قدر عشقیہ مضمون دماغ میں بھرے ہوئے تھے سب کے سب ہوا ہو گئے[۵]۔

ایام مکہ کے دوسرے حصہ میں دوزخ اور اُس کے عذاب کا بیان نہایت ہولناک ہے۔ اہل دوزخ ہمیشہ سخت عذاب میں مبتلا رہینگے اُن کو سر سے پکڑ کر اور کھینچتے ہوئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۵ - کا ایک حصہ ہونگی۔ بعد ازاں انکو منکوحہ بیویوں کی حیثیت میں بیان کیا ہے اور حرموں کے پیرایہ میں پیش نہیں کیا۔ سورہ بقر کی تیئیسویں آیت میں لکھا ہے وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ یعنے اہل جنت کے لئے وہاں پاکیزہ عورتیں ہیں پھر سورہ نساء کے آٹھویں۔ کوع میں یہی لکھا ہے وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ اور وہاں ہیں ان کے لئے عورتیں ستھری جس نفسانیت اور شہوت پرستی کے بہشت کو مکہ میں اس زور و شور سے پیش کیا جاتا تھا اب مدینہ میں یا تو یہودیوں سے میل ملاپ رکھنے سے آنحضرت پر اسقدر اُن کے اخلاق کا اثر ہوا کہ آپ کے یہہ خیالات تبدیل ہو گئے یا ڈر گئے یا اس کا باعث یہہ ہو سکتا ہے کہ اب مدینہ میں مسلمانوں کو بہشت کی عیش وعشرت کا ذکر سنا کر انکی ہمت بڑھانیکی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہہ سب کچھ حسب خواہش اور ضرورت سے زیادہ اسی دنیا میں حاصل تھا پس انہوں نے ایسے بہشت کی خوشخبری سے کیا حظ اٹھانا تھا۔

[۵] آسبرن صاحب کی کتاب مسمی بہ اسلام درعہد عرب کا صفحہ نمبر ۷۶ ملاحظہ کیجئے۔

دوزخ میں پھینکا جاویگا اور اُن کو زبردستی اُبلتا ہوا پانی پلایا جائیگا اور آتشی لباس پہنائے جائینگے لوہے کے گُرزوں سے اُن کو ماریںگے اور جب وہ چھٹکارے کے لئے بھاگینگے تو ان کو پھر پکڑکر گھسیٹتے ہوئے دوزخ میں ڈالینگے اور کہینگے ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ یعنے چکھو مزا آگ کا۔ پس اسی طرح وہ رہینگے جلانے والی ہوا کے جھونکوں اور کھولتے پانی میں اور دھوئیں کے سایہ میں جو کہ نہ ٹھنڈا ہی اور نہ اُس سے کچھ آرام حاصل ہو سکتا ہی *

پھر ایام مکہ کے تیسرے حصہ میں بڑی زجر و عتاب اور ہیبتناک لعنتیں سنائی گئی ہیں جن سے صاف پتہ لگتا ہی کہ آپ جب تک مکہ میں رہے اپنے مخالفین کے ساتھ اسی قسم کی دھمکیوں سے پیش آتے تھے چنانچہ سورہ ابراہیم کی چوالیسویں تا اکاونویں آیت میں یوں لکھا ہوا ہی کہ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ۝ وَأَنذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۝ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ۝ یعنے دوڑتے ہونگے اوپر اٹھائے ہوئے اپنے سر۔ پھرتی نہیں اپنی طرف اُن کی آنکھیں۔ اور دل اُن کے اُڑ گئے ہیں۔ اور ڈراوے لوگوں کو اُس دن سے کہ آویگا اُن کو عذاب تب کہینگے بے انصاف اے رب ہمارے فرصت دے ہم کو تھوڑی مدت۔ اور دیکھے تو گنہگار اُس دن جوڑے ہوئے زنجیروں میں۔ کرتے اُن کے ہیں گندک کے اور ڈھانکے لیتی ہی اُن کے منہہ کو آگ *

پھر سورہ مومن کے آٹھویں رکوع میں یوں مرقوم ہی الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ

وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ o اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ o فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ o یعنے جنہوں نے جھٹلائی یہہ کتاب[ث] اور جو بھیجا ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ[ط] سو آخر جان لینگے جب طوق پڑے ہیں اُن کی گردنوں میں اور زنجیریں۔ گھسیٹے جاتے ہیں جلتے پانی میں۔ پھر آگ میں اُن کو جھونکتے ہیں۔ علاوہ اِس کے سورۂ یونس کے تیسرے رکوع میں اس طرح مندرج ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ o یعنے اور جنہوں نے کمائی بُرائیاں بدلہ بُرائی کا اُس کے برابر اور اُن پر چڑھیگی رسوائی۔ کوئی نہیں اُن کو اللہ سے بچانے والا۔ جیسے ڈھانک دیا ہے اُن کے مُنہہ پر ایک اندھیرا ٹکڑا رات کا۔ وے ہیں آگ والے۔ وے اُس میں رہا کرینگے۔

واضح رہے کہ محمد صاحب بلا روک بار بار یہی کہتے رہے کہ میں نذیرٌ من اللہ ہوں پر قریش نے اُن کی ایک نہ سُنی چنانچہ سورۂ حجر کے پانچویں رکوع میں لکھا ہے وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ o یعنے اور کہہ کہ میں وہی ہوں ڈرانے والا کھول کر۔ پھر سورۂ صٓ کی تیسری آیت میں مرقوم ہے وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ یعنے اچنبھا کرنے لگے اس پر کہ آیا اُن کو ایک ڈر سُنانے والا انہیں میں سے اور کہنے لگے منکر یہہ جادوگر ہے جھوٹا۔ السیاہی

ث قرآن۔ ط زمانہ سلف کی کتب مقدسہ یعنے توریت زبور اور انجیل۔

سورۂ یٰسٓ کی پانچویں آیت اور سورۂ انبیاء کی چھیالیسویں آیت میں مرقوم ہے لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ

یعنے تاکہ تو ڈراوے تو ایک لوگوں کو کہ ڈر نہیں سنا اُن کے باپ دادوں نے۔ سو خبر نہیں رکھتے کہہ تو کہ میں تم کو خدا کے حکم کے موافق ڈر سناتا ہوں +

یہہ تمام سورتیں جن کی آیات اقتباس کی گئی ہیں ایام مکہ کے وسطی زمانہ کی ہیں جبکہ آنحضرت قبیلۂ قریش کے مطیع ومنقاد بنانے میں سرگرم ومصروف تھے۔ پھر ایک آخری مدنی سورۃ یعنے سورۂ فتح کی آٹھویں آیت میں مندرج ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا یعنے ہم نے تجھ کو بھیجا احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈر سناتا لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ اس ڈر سنانے کا خاص مطلب یہہ تھا کہ لوگ اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاویں جائے غور ہے کہ اس ایمان کی ان اغراض کا بیان عموماً آخری سورتوں میں پایا جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں جب تک آنحضرت تشریف فرما رہے زیادہ حلیم تھے سورۂ فلق اور سورۃ الناس کی نسبت اگرچہ تحقیق معلوم نہیں کہ وہ مکہ میں نازل ہوئیں[1] پر اگر اُن کو

---

[1] نولدیکی صاحب فرماتے ہیں کہ ان دونوں سورتوں کے نزول کا وقت مقرر کرنا بہت مشکل ہے اور اس امر کا فیصلہ کرنا کہ یہہ محمد صاحب کی مکہ سے مدینہ کی طرف مہاجرت سے پہلے کی ہیں سخت دشوار ہے دیکھو۔ نولدیکی صاحب کا گشتی دس قرآن صفحہ ۸۵ +

پھر مندرج ہے۔ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ یعنے اور کبھی چوک لگے تجھ کو شیطان کے چوکنے سے تو پناہ پکڑ اللہ کی۔ اور سورۂ نحل کے تیرھویں رکوع میں مرقوم ہے۔ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ یعنے جب تو پڑھنے لگے قرآن تو پناہ لے اللہ کی شیطان راندے ہوئے سے + ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ سورتیں لکھی ہیں اور اس وقت

کی تسلیم کر لیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت اپنی معمولی خوش الحانی کو استعمال کرتے تھے اور اس قدر زمانہ سازی اور توہمات کے بس میں تھے کہ آپ اس بات کا اکثر اظہار کرتے تھے کہ اُن کے دشمن اگر اُن کو کسی سحری تاثیر سے ضرر پہنچانا چاہیں تو وہ اس سے مامون و مصئون رہ سکتے تھے چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص لبید نامی نے جو کہ یہودی تھا اپنی بیٹیوں کی مدد سے آنحضرت پر جادو کیا اور حضرت جبرائیل نے یہہ دو نو سورتیں (فلق و والناس) پڑھکر[۵۱] آپ کو اُس کے جادو کی تاثیر اور ضرر سے بچایا۔ چنانچہ سورۂ فلق اور سورۃ الناس کی عبارت یہہ ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ یعنے تو کہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی۔ ہر چیز کی بدی سے جو اُس نے بنائی۔ اور بدی سے اندھیرے کی جب سمٹ آئے۔ اور بدی سے پھونکنے والی عورتوں کی گرہوں میں۔ اور بدی سے بُرا چاہنے والوں کی جب لگے ہونسنے + تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے پوجے ہوئے کی۔ بدی سے اُس کی جو سنکار سے چھپ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۔ سے علاقہ رکھتی ہیں جبکہ محمد صاحب ابھی اہل عرب کے توہمات سے نجات یافتہ نہ تھے بہت سے مسلمان مفسرین کہتے ہیں کہ لبید یہودی مدینہ میں رہتا تھا اسواسطے یہہ سورتیں یعنے فلق و والناس مدنی اور ہجرت کے بعد کی ہیں اس قسم کے بیانات سے اُن کے نزول کی کوئی ٹھیک تاریخ مقرر نہیں ہو سکتی +

[۵۱] دیکھو تفسیر حسینی سورۂ فلق +

جادوے وہ جو خیال ڈالتا ہی لوگوں کے دل میں - جنّوں یا آدمیوں میں سے - ان سورتوں کو سورۃ المعوذتین یعنے حفاظت و نگہبانی کی سورتیں کہتے ہیں اور دفع ضرر آسیب و بلیات کے لیئے اُن کو لوگ تعویذ کے طور پر کسی چیز پر لکھ کر یا کندہ کر کے پہنتے ہیں +

باوجود بہشت کی تمام موعودہ عیش و عشرت - عذاب جہنم کی دھمکیوں اور سحر و جادو پر غالب ہونے کے بیان اور دعووں کے محمد صاحب قبیلہ قریش کو اپنا معتقد نہ بنا سکے اب آنحضرت اپنے غریب مومنین[۵] کی حفاظت سے قاصر تھے اور یہہ بھی آپ کو گوارا نہ ہو سکتا تھا کہ اُن کو اسلام سے منکر اور برگشتہ ہوتے ہوئے دیکھیں اس وقت عرب اور حبش میں تجارتی رشتہ بہت محکم و استوار تھا - پس آپ نے اپنے غریب اور مظلوم مومنین کو حکم دیا کہ عرب سے ہجرت کر کے حبش میں چلے جاویں - یہہ مہاجرین تعداد میں بہت تھوڑے تھے اور اُنہوں نے اپنے مخالفین کے ظلم و تعدی کے باعث اسلام سے منکر ہونے پر جلاوطنی اور غربت کو ترجیح دی - اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہہ لوگ فی الحقیقت سچے ایماندار

---

[۵] اس وقت اُن تمام غلاموں نے جو خود حبشی ملکوں سے عرب میں پہنچائے گئے یا جو مکہ میں ان حبشیوں کی اولاد تھے اسلام قبول کر لیا جب اُنہوں نے دیکھا کہ محمد صاحب ایک شخص ہی جو غلامی سے چھڑانے اور مخلصی دینے والا ہی تو وہ اسپر ایمان لائے اور اُن کا ایمان ایسا پختہ تھا کہ اُن میں سے کئی اسلام کے اقرار پر شہید ہو گئے - سورۂ علق کی دسویں آیت میں عَبْدًا اِذَا صَلّٰے - (یعنے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے) نولدیکی صاحب کے نزدیک انہی غلاموں کی طرف اشارہ ہی لیکن اسکا عام ترجمہ یہہ ہی کہ "خدا کا خادم جبکہ وہ نماز پڑھتا ہی" اور اس سے بعض کے نزدیک خود محمد صاحب مراد ہیں اور اس میں اُس دھمکی کی طرف اشارہ ہی جو ابوجہل نے آنحضرت کو یہہ کہہ کر سنائی تھی کہ جب تو نماز میں مصروف ہوگا میں تیری گردن پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاؤنگا - دیکھو نولدیکی صاحب کی کتاب گشتی درس قرآن صفحہ ۶۶ اور تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۴۶۸ +

تھے۔ اے بی سینیا میں جاکر اِن میں سے بعض مسیحی کلیسیا میں داخل ہو گئے کیونکہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں اُس وقت ایسی مخالفت نہ تھی جیسی کہ بعد میں ظہور پذیر ہوئی۔ اور اگر اس کے چند سال بعد خود محمد صاحب بھی مدینہ میں نہ جا رہتے تو شاید اے بی سینیا میں تشریف لے جاتے اور بجائے اسلام کے کسی مسیحی بدعتی فرقہ کے بانی ہوتے۔

چونکہ اب قریش کے ساتھ کچھ صلح کے آثار نظر آنے لگے تھے اس لئے جو مسلمان اے بی سینیا کو چلے گئے تھے تین مہینے کے بعد مکہ میں واپس آ گئے۔ سرداران مکہ میں سے ایک شخص مقرر کیا گیا کہ محمد صاحب سے ملاقات کرے اور عہد و پیمان کے باب میں اُسکو کسی ڈھنگ پر لاوے چنانچہ اس نے آنحضرت کے پاس جا کر یوں کہا کہ ای بھائی آپ جانتے ہیں کہ آپ ہماری قوم میں اعلیٰ رتبہ پر ممتاز ہیں اور آپ نے آجکل ہمارے سامنے ایک نہایت نازک معاملہ پیش کیا ہی جس سے ہماری جماعت کے اجزا منفرق ہو گئے ہیں۔ آپ نے ہم کو بیوقوف اور احمق کے نام سے نامزد کیا ہمارے دین و مذہب کی توہین کی اور ہمارے متوفی آباؤ اجداد پر کفر و بے ایمانی کا الزام لگایا ہی۔ اب میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں اگر آپ اس کے نفس مضمون پر بخوبی غور کریں گے تو آپ کو صاف معلوم ہو جاویگا کہ یہہ درخواست نہایت معقول اور قابل قبول ہی۔ اب عزت و دولت محمد صاحب کے سامنے پیش کی گئیں اور یہہ شرط قرار پائی کہ اگر محمد صاحب قریش کے معبودوں کو تسلیم کریں تو وہ بھی اللہ کو اپنا خدا مانینگے اور اپنے دیگر معبودوں کی طرح اُسکی بھی پرستش کرینگے۔ اِس معاملہ میں آنحضرت کے سامنے [illegible] بی آزمایش [illegible][۵]

---

۵ دیکھو کتاب Muir's Life of Mohammad جلد دوم صفحہ [illegible]

محمد صاحب کی یہہ تمنا اور آرزو تھی کہ اہل مکہ کو مسلمان کرے لیکن صرف چالیس پچاس آدمی ایمان لائے اور اُس وقت ان میں سے بھی بعض جلا وطن تھے۔ قبیلہ قریش کے لوگ اب بھی بدستور سابق بالکل مخالف وضدی تھے اور اُن میں کسی طرح کی تبدیلی کا تا حال نام و نشان بھی نہ تھا۔ ہر طرح سے مایوسی اور ناامیدی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی پر اب مخالف جماعت کی طرف سے دعوئے توحید الٰہی کے بارہ میں کسیقدر رضامندی حاصل کرنے کا موقع تھا۔ چنانچہ یہہ قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن محمد صاحب کعبہ کے قریب سرداران مکہ کی ایک جماعت کے پاس پہنچے اور اُن کی مجلس میں شامل ہوکر اپنے استقلال و استحکام کے باب میں سورہ نجم سے شروع کی آیات یوں پڑھیں وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ یعنے قسم ہے تارے کی جب گرے۔ بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا۔ اور نہیں بولتا ہے اپنے چاؤ سے۔ یہہ تو حکم ہے جو پہنچتا ہے اُس کو سکھایا سخت قوتوں والے نے+ پھر اُن رازوں کی طرف اشارہ کر کے جو آپ پر منکشف کیئے گئے آپ نے مکہ کے بتوں کا یوں بیان کیا اور فرمایا أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۝ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ۝ یعنے بھلا تم دیکھو تو لات وعزیٰ اور منوۃ تیسرا پچھلا+ بعد ازاں آپ نے قریش کی صلح و یگانگت کا ذکر کیا اس وقت قریش کے لوگ بڑے شوق اور غور کے ساتھ سن رہے تھے اور آپ کی باتوں میں محو ہو رہے تھے۔ اُن کی خوشی اور حیرانی کی کچھہ حد نہ رہی جب اُنھوں نے یہہ سنا کہ یہہ سب بزرگ نام ہیں[۵]

[۵] مسلمان سورخین اور مفسرین یا تو اسکا یوں بیان کرتے ہیں کہ سامعین کے کانوں پر شیطان کی طرف سے ایسی سحری تاثیر کی گئی کہ انھوں نے یہہ الفاظ جو کہ آنحضرت کی زبان سے نہیں نکلے تھے سنے اور یا بیضاوی

† اور اُن کی سفارش کی امید رکھنی چاہئے +

اِس سورت کے آخری الفاظ جیسا کہ محمد صاحب نے پڑھ کر سنائے یہہ ہیں فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا یعنے سجدہ کرو اللہ کے آگے اور بندگی کرو + سب حاضرین نے ایک دل ہو کر خدا کے حضور سجدہ کیا۔ یہہ ایک نہایت ہی دلپسند اور عجیب و غریب نظارہ تھا + قریش کے لوگ بہت خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ اب ہم نے جانا کہ صرف خدا ہی زندہ کرتا اور مارتا ہی اور وہی پیدا کرتا اور برقرار رکھتا ہی۔ یہہ ہماری دیویاں اُسی کے حضور ہماری سفارش کرتی ہیں اور جب تو نے اُن کے لئے ایک درجہ مقرر کر دیا ہی ہم اس سے خوش ہیں تیری پیروی کرنے پر راضی ہیں۔ لیکن باوجود اس سب کے محمد صاحب نے بہت جلد معلوم کر لیا کہ میننے اس معاملہ میں بہت دھوکہ کھایا اور بڑی غلطی کی ہی اور جس بے حقیقت رتبہ کو مینے حاصل کیا ہی مجھے فی الفور اس سے دست بردار ہونا چاہئے۔ آنحضرت نے دیکھا کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳ کی طرح اس قصہ ہی کے صاف انکاری ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہہ مشرکین کی اختراع اور جعلسازی ہی + روضۃ الاحباب میں لکھا ہی کہ جب سورۂ نجم نازل ہوئی تو سرورعالم کعبہ شریف کی طرف گئے اور مجمعہ قریش میں اسکو پڑھکر سنایا پڑھتے وقت آپ ہر آیت پر اس غرض سے ٹھہر جاتے تھے کہ سامعین اچھی طرح سن لیں اور بخوبی یاد رکھہ سکیں۔ جب اُس مشہور آیت پر پہنچے جسکا ترجمہ یہہ ہی کہ کیا تم دیکھتے ہو لات اور عزیٰ اور منوۃ کو جو کہ تیسرا ہی ماسوا پہلے دو کے۔ تو شیطان نے منکرین کے کانوں میں یہہ الفاظ پہنچائے کہ یہہ مبارک اور بزرگ دیویاں ہیں اور ان کی سفارش کی امید و آرزو مناسب اور جائز ہی اس سے کفار خوش ہو گئے۔ دیکھئے کیلی صاحب کی کتاب Muhammad and Muhammadanism صفحہ ۲۸۱ اور ویری صاحب کی تفسیر قرآن جلد سوم صفحہ ۱۶۷ جہاں کہ اور بہت سی تفسیروں کے حوالے دئے گئے ہیں +

لوگ بت پرستی سے باز نہیں آتے۔ اور اسکی صلح اور عہد و پیمان سے دراصل کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا
احادیث کے بیان کے مطابق اسوقت بذریعہ وحی خدائے تعالیٰ نے آپ کی یوں تسلی کی کہ پہلے
پیغمبروں کو بھی شیطان نے اسی طرح آزمائش میں ڈالا ہے چنانچہ سورۂ حج کے ساتویں رکوع میں
یوں مندرج ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ ۵
فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ یعنے اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھسے پہلے یا نبی
سو جب خیال باندھنے شیطان نے ملا دیا اُس کے خیال میں۔ پھر اللہ ہٹاتا ہے شیطان کا ملایا ہوا
جب خدا نے آنحضرت کے اعتماد و وثوق کو اس طرح پھر بحال کر دیا تو ان بتوں کے حق
میں جیسا کہ اب قرآن میں مندرج ہے بذریعہ وحی صحیح طور پر آیات نازل ہوئیں اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ
وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ
ضِيْزٰى ۝ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ یعنے بھلا تم دیکھو تو لات اور عزیٰ
اور منوۃ تیسرا اچھلا۔ کیا تم کو بیٹے اور اسکو بیٹیاں؟ تو تو یہہ بانٹنا بھونڈا۔ یہہ سب نام ہیں
جو رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے +

---

۵ یہہ سورۃ مدنی ہے اور اس میں دور کی گذشتہ کی لغزش کی طرف اشارہ ہے اور تواریخ اسکی صحت کی ایک
کافی دلیل ہے۔ سیل صاحب الفاظ اذا تمنی کا ترجمہ جب اسنے پڑھا کرتے ہیں اور راڈول صاحب کی
طرح انکا ترجمہ یہہ نہیں کرتے کہ جسکی خواہشوں یا خیالوں میں تفسیر حسینی میں انکا ترجمہ یوں ہے چوں تلاوت کرد یعنے
جب اسنے پڑھا اور اس ماجرا کی طرف اشارہ کر کے جو مکہ میں گذرا تھا اسکی تشریح کی گئی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب
کے فارسی ترجمہ میں آرزو بخاطر بست لکھا ہے۔ اور تفسیر ابن عباس میں قراۃ الرسول یعنے رسول کا
پڑھنا مرقوم ہے اور یہی معنے سب سے عمدہ معلوم ہوتے ہیں اور اس کے لئے کافی دلائل
موجود ہیں +

نوائی کتاب سو یہہ سند رکھتے ہیں اس کی۔کوئی نہیں پر جو عدہ بتاتے ہیں گنہگار ایک دوسرے کو سب فریب ہیں ۔ اس طرح سے اہل مکہ کو بت پرستی کی جہالت سے متنبہ کیا گیا۔ جس ماجرے سے یہہ تمام نتائج ظہور پذیر ہوئے اُسی پر آنحضرت کی آئندہ زندگی کا ظلم و تشدد مبنی تھا؟ اب محمد صاحب اس پستی کی حالت سے پھر جلد اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے مریدوں میں پھر اُسی دھوم دھام اور استحکام کے ساتھہ اپنا سکہ جمایا پر عوام الناس کے خیالات اس موقعہ پر دو رہی تھے وہ نہ تو اس کے قائل تھے کہ جس شیطانی اثر کا قرآن ذکر کرتا ہے اس کے باعث آپ نے لغزش کھائی ہے اور نہ یہہ مانتے تھے کہ اس کی تصدیق اس طرح علانیہ طور پر وحی کے وسیلہ سے ہوئی۔ اگر فی الحقیقت قرآن خدا کا کلام تھا تو یہہ تنسیخ و تردید اور ادل بدل ہرگز ہرگز کلام اللہ نہیں ہو سکتا۔ پس آنحضرت کی تمام کوششیں جن سے آپ ان کو بت پرستی سے دست بردار کرنا چاہتے تھے اُن پر وہ بہت ہنستے اور مضحکہ اُڑاتے تھے۔ جب آنحضرت پر یہہ الزام لگا کہ آپ نے آیت تبدیل کر لی ہے تو اس کے جواب میں آپ نے ایک اور آیت پڑھہ سُنائی جو کہ اسلامی تعلیم ناسخ و منسوخ کی بنیاد ہے چنانچہ سورہ نحل کے چودھویں رکوع کی پہلی آیت میں یوں مرقوم ہے۔ وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ ۙ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ۔ یعنے اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے جو اُتارتا ہے۔ کہتے ہیں تو تو بنا لایا ہے۔ یوں نہیں پر اُن بہتوں کو خبر نہیں تو کہہ اُس کو اُتارا ہے پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے تحقیق ۔

اب بھی قریش کے لوگ آپ پر ہنستے اور ٹھٹھا مار کر یوں کہتے تھے کہ دیکھو یہ وہ نبی ہے جسکو خدا نے رسول مقرر کر کے بھیجا ہے اگر ہم صبر و استقلال کے ساتھ قائم نہ رہتے تو اس نے ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کرنے میں کسی طرح کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا + اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اگر آنحضرت کے سر پر ابو طالب جیسے صاحب قدرت آدمی کی حمایت کا سایہ نہ ہوتا تو اس وقت آپ نہایت خطرہ میں تھے۔ لیکن اُس عم مہربان اور شفیق حامی نے باوجود اس کے کہ اپنے بھتیجے کی کارروائیوں سے خوش نہ تھا کسی حالت میں اس کا ساتھ نہ چھوڑا اور ہمیشہ مردانہ وار نہایت جوانمردی کے ساتھ اس کی حمایت و حفاظت کرتا رہا۔ ایک دفعہ مخالفین کی مخالفت یہانتک بڑھ گئی کہ آنحضرت کے ہلاک کئے جانے کا شبہ پڑ گیا۔ بعد میں جب ابو طالب کو خبر ہوئی تو اُس نے اُنہیں بہت دھمکایا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر تم محمد کو قتل کر دیتے تو میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا +

شہر مکہ میں محمد صاحب کی اس وقت جو حالت تھی اُس کا بیان یوں ہو سکتا ہے کہ قبیلہ قریش کے لوگ پہلے کی نسبت اب آپ کے زیادہ مخالف تھے اور آپ کے مومنین بیدل اور بے ہمت ہو رہے تھے۔ عوام الناس یا تو آپ سے متنفر تھے یا اُن کو کچھ پرواہی نہ تھی پر آپ اپنے چچا ابو طالب کے رعب داب کے باعث ہر طرح کے مخاطر و مخافت سے محفوظ و مامون تھے۔ اِن تمام نامساعد و ناموافق حالات کے مقابلہ میں آپ نے دو قسم کے دلائل پیش کرنے شروع کئے پس پہلے آنحضرت نے وحی آسمانی کو پیش کیا اور اس سے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی کہ زمانہ قدیم میں بھی پیغمبروں پر ایسی مصیبتیں وارد ہوتی رہی ہیں اور اسی کو آپ نے اپنے من جانب اللہ ہونے کی ایک

صاف دلیل گردانا چنانچہ سورہ حجر کی دسویں آیت سے یوں مرقوم ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ یعنے اور ہم بھیج چکے ہیں رسول تجھ سے پہلے کئی فرقوں میں اگلے۔ اور نہیں آیا اُن پاس کوئی رسول مگر کرتے رہے اُس سے ہنسی۔ اِسی طرح بیٹھاتے ہیں اس کو دل میں گنہگاروں کے۔ یقین نہ لاوینگے اُسپر +

دوسری دلیل میں آپ بار بار اپنی آلہی بلاہٹ اور وحی کی سچّائی اور صداقت کو پیش کرتے رہے۔ یہہ زمانہ خصوصاً اس لئے بھی کہ آپ اپنے دعاوی کے منکروں کے حق میں نہایت سخت گوئی کو کام میں لاتے رہے از حد غور کے لائق اور قابل توجہ ہے +

ذیل کی آیات میں زمانہ قدیم کے پیغمبروں کے ساتھ جو کچھ بدسلوکیوں کے بیان مندرج ہیں اُنہی کو آنحضرت نے اپنی پیغمبری اور رسالت کی دلیل قرار دیا ہے۔ سورہ صٓ کی گیارھویں آیت میں ہے کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ یعنے جھٹلا چکے ہیں اُن سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور فرعون میخوں والا +

اگرچہ سورۃ الانبیا کی آٹھویں آیت مدنی خیال کی جاتی ہے پر یہہ سورۃ ایام مکہ کے وسطی زمانہ کی ہے اور اس میں اہل مکہ کو اُن شہروں کا حوالہ دیکر جن پر سابق الایام میں خدائے تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اس امر سے متنبہ و آگاہ کیا گیا ہے کہ ان کا شہر بڑے خطرہ میں ہے۔ چنانچہ گیارھویں آیت میں یوں لکھا ہوا ہے وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ دیعنے اور کتنی توڑ ماریں ہم نے

بستیاں جو تھیں گنہگار اور اٹھا کھڑے کئے اُن کے پیچھے اور لوگ۔ پھر اکیسویں آیت میں اُن کے معبودوں کی نسبت لکھا ہے۔ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝ یعنے کیا مقرر کئے ہیں انہوں نے معبود زمین میں سے کہ وہ اٹھا کھڑا کرینگے پھر ذرا آگے چلکر یوں مندرج ہے اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ یعنے کیا پکڑے انہوں نے اس سے ورے اور صاحب۔ تو کہہ لاؤ اپنی سند۔ یہی بات ہے میرے ساتھ والوں کی اور مجھ سے پہلوں کی +

اب آنحضرت نے سلف کے پیغمبروں اور بزرگوں کے حوالے دینے شروع کئے اور زکریا کے زمانہ تک بیان کیا کہ کس طرح خدائے تعالیٰ نے اُن کی محافظت اور نگہبانی کی۔ نیز آپ نے یہہ بھی بیان کیا کہ کسقدر خدائے تعالیٰ نے کنواری مریم پر اپنا فضل کیا اور کس پاکیزہ اور معجزانہ طور پر یسوع مسیح[۱] اُس کے رحم میں آئے۔ پس جس طرح یہہ تمام بزرگان سلف

---

[۱] وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ترجمہ اور وہ عورت جس نے قید میں رکھی اپنی شہوت۔ پھر پھونک دی ہم نے اُس عورت میں اپنی روح اور کیا اس کو اور اُس کے بیٹے کو نمونہ تمام عالم کے لئے (سورۃ الانبیاء رکوع ۶) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘاِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ڤ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ڰ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ ترجمہ اور مذکور کر کتاب میں مریم کا جب کنارے ہوئی اپنے لوگوں سے ایک شرقی مکان میں پھر پکڑ لیا اُن سے ورے ایک پردہ پھر بھیجا ہم نے اُس پاس اپنا فرشتہ۔ پھر بن آیا اُس کے آگے آدمی پورا۔ بولی مجھ کو رحمان کی پناہ تجھسے اگر تو ڈر رکھتا ہے۔ بولا میں تو بھیجا ہوں تیرے رب کا کہ دے جاؤں تجھ کو ایک لڑکا ستھرا (سورہ مریم سولھویں سے انیسویں آیت تک)

مقبول الٰہی تھے اُسی طرح اب آپنے اپنے آپکو افضل الانبیا اور مورد عنایات الٰہی قرار دیا جس طرح اُن کی تحقیر کی گئی تھی اُسی صورت میں آنحضرت نے اپنے آپ کو اُن کا مثیل بیان کیا اور مماثلت کے ثبوت میں آپ نے اُس مخالفت کا بیان پیش کیا جو کہ زمانۂ قدیم کے انبیا کو پیش آئی تھی۔ چنانچہ سورۃ القمر کی تیسری آیت میں یوں مرقوم ہے وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ یعنے اور جھٹلایا اُنہوں نے اور چلے اپنے چاؤں پر۔

حضرت نوح کی قوم نے اُسکو مفتری کا خطاب دیکر رد کیا اور قوم لوط نے حضرت لوط کی تمام وعظ و نصیحت کو دروغگوئی اور لغو بیانی سے منسوب کیا اور جب قوم فرعون کو غضب الٰہی سے آگاہ کیا گیا تو اُنہوں نے تمام معجزات کو دھوکہ اور شعبدہ بازی بتایا۔ اب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱ مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ روح نے انسانی صورت اختیار کی اور سورۃ انعام کی نویں آیت وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ یعنے اور اگر ہم رسول کرتے کوئی فرشتہ تو وہ بھی صورت میں ایک مرد کرتے اور اُنپر شبہ ڈالتے وہی شبہ جو لاتے ہیں وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی فرشتہ بھی مرسل من اللہ ہوکر آتا تو وہ بھی ضرور انسانی صورت اختیار کرتا پس اس لئے کہتے ہیں کہ جس کے مریم کے پاس جانے کا ذکر ہے وہ ضرور جبرائیل فرشتہ تھا۔ پھر سورۂ اعراف جو آخری زمانہ کی ایک کی سورت ہے اُس کے چوبیسویں رکوع میں اسبات کا صاف بیان ہے کہ یہ یسوع مسیح ایک نیک اور صالح لڑکا پیدا ہوا تھا چنانچہ لکھا ہے فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ یعنے پھر جب دیا ان کو چنگا بھلا ٹھہرانے لگے اس کے شریک اُسکی بخشی چیز میں سو اللہ بلند ہے اُن کے شریک بتانے سے۔ یسوع مسیح کی پاکیزگی اور معجزانہ پیدائش کا بیان سورۂ آل عمران کے چھٹے رکوع میں یوں مندرج ہے اِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ۔ یعنے تحقیق عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی سی ہے۔ بنایا اُسکو مٹی سے۔ پھر کہا اُسکو ہو جا۔ وہ ہو گیا۔ مطلب یہ کہ خدا نے آدم اور عیسیٰ دونوں کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔

محمد صاحب ساکنانِ مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی سورہ کے تیسرے رکوع میں یوں فرمایا
اَکُفَّارُکُمْ خَیْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِکُمْ اَمْ لَکُمْ بَرَآءَۃٌ فِی الزُّبُرِ ذُوقُوْا مَسَّ سَقَرَ یعنے اب
تم میں جو منکر ہیں کیا وہ بہتر ہیں اُن سب سے یا تم کو فارغخطی لکھی گئی ورقوں میں چکھو
مزا آگ کا سورہ شعرا میں مذکور ہی کہ حضرتِ موسیٰ۔ نوح۔ لوط اور دیگر انبیاء کی کس قدر
تحقیر کی گئی اور ان میں سے ہر ایک پر مفتری اور کذاب کا الزام لگایا گیا + یہہ قصے
نہایت طویل ہیں اور اُن سے یہہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اہلِ مکہ نے جو آنحضرت کی مخالفت کی
اُس سے انبیاء سلف کے حالات پر نظر ڈالنے سے یہی ثابت ہوتا ہی کہ اس قسم کی تکالیف
اور مخالفت کا پیش آنا سچے پیغمبر کے لئے ازبس ضروری اور لابدی امر ہی لیکن اس
سے اہلِ مکہ کی اصلی روش کا ٹھیک پتہ نہیں لگتا کیونکہ سورہ شعرا کے گیارھویں رکوع
میں اُن کو سخت سرزنش کی گئی ہی چنانچہ لکھا ہی کہ ھَلْ اُنَبِّئُکُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ
الشَّیٰطِیْنُ تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ یعنے کیا میں بتاؤں تم کو کس پر اُترتے ہیں
شیطان۔ اُترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر + پھر سورۃ الانبیاء کے تیسرے رکوع میں
اس امر کی طرف اشارہ ہی کہ تمام استہزائی مزاج کے لوگوں اور تحقیر کرنے والوں کو لازم
ہی کہ جن لوگوں پر زمانۂ قدیم میں خدائے تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اُن کے حال پر نظر کرکے
عبرت حاصل کریں کیونکہ ایک وقت آئیگا جب اُن کو معلوم ہو جائیگا چنانچہ لکھا ہی
لَوْ یَعْلَمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا حِیْنَ لَا یَکُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْھِھِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ
ظُھُوْرِھِمْ وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ بَلْ تَاْتِیْھِمْ بَغْتَۃً فَتَبْھَتُھُمْ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ
رَدَّھَا وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ وَلَقَدِ اسْتُھْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ

سخروا من ھم ما کانوا بہ یستھزءون ٥ یعنے کبھی جانیں یہ منکر اس وقت کو کہ نہ روک سکینگے اپنے منہہ سے آگ۔ اور نہ اپنی پیٹھ سے اور نہ اُن کو مدد پہنچیگی۔ کوئی نہیں۔ وہ آوے گی اُن پر بے خبر پھر اُن کی ہوش کھودیگی۔ پھر نہ سکینگے کہ اُس کو پھیر دیں نہ اُن کو فرصت ملیگی۔ اور ٹھٹھے ہو چکے ہیں کتنے رسولوں کے ساتھہ تجھہ سے پہلے۔ پھر اُلٹ پڑی ٹھٹھے والوں پر اُن میں سے جس چیز کا ٹھٹھا کرتے تھے +

سورۂ والصّٰفّٰت اُس زمانہ کی معلوم ہوتی ہے جبکہ آنحضرت کی مخالفت بہت شدّ و مد سے نہ ہوتی تھی بلکہ حقیقی دشمنی اور عداوت کی جگہ ایک گونہ نا منافاتی اور بے پروائی پائی جاتی تھی۔ اس سورت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ میں سے منکرین نے کس طرح اُن لوگوں کی قدم قدم پر تقلید و پیروی کی جنہوں نے زمانہ قدیم میں حضرت نوح۔ موسیٰ۔ ہارون الیاس۔ لوط اور یونس کو جھٹلایا اور رد کیا تھا۔ اور تمام قصّے کسی قدر طوالت کے ساتھہ بیان کیئے ہیں۔ اہل مکہ اپنی بریّت کے باب میں یوں عذر کرتے تھے لو انّ عندنا ذکرا من الاوّلین ٥ لکنّا عباد اللہ المخلصین ٥ یعنے اگر ہم پاس احوال ہوتا پہلے لوگوں کا تو ہم اللہ کے چُنے ہوئے بندے ہوتے (آیا ۱۶۸ و ۱۶۹) +

آنحضرت کو ارشاد ہوا کہ کفار سے الگ ہو جاویں کیونکہ اُن پر عنقریب ہی عذاب نازل ہونے والا تھا چنانچہ لکھا ہے وتولّ عنھم حتّٰی حین ٥ وابصر فسوف یبصرون ٥ یعنے اور پھر آ اُن سے ایک وقت تک اور دیکھتا رہ۔ اب آگے دیکھ لینگے (آیت ۱۷۵) +

پھر سورۂ مومن آخری زمانہ کی مکی سورتوں میں سے ہے اور اس کا نفس مضمون

اور طرز بیان بھی سورہ والصّٰفّٰت کا سا ہی بلکہ یہانتک کہ اس میں کفار کے لیے توبہ کا بھی موقع نہیں اس کی آخری تین آیتوں میں یوں بیان کیا گیا ہی فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۔ یعنے پھر جب پہنچے ان پاس رسول اُن کے کھلی نشانیاں لیکر رہنے لگے اس پر جو ان کے پاس تھی خبر اور اُلٹ پڑی اُن پر جس چیز پر ٹھٹھا کرتے تھے۔ پھر جب دیکھی انھوں نے ہماری آفت بولے ہم یقین لائے اللہ اکیلے پر اور چھوڑیں جو چیزیں شریک بتاتے تھے۔ پھر نہ ہوا کہ کام آوے اُن کو یقین لانا اُن کا جس وقت دیکھ چکے ہمارا عذاب۔ رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو چلی آئی ہی اُسکے بندوں میں اور خراب ہوے اس جگہ منکر ٭

سورہ صٓ ایام مکہ کے وسطی زمانہ کی ایک نہایت مشہور سورت ہی۔ اس کی پہلی دس آیات اُس وقت نازل ہوئی تھیں جبکہ قریش نے ابو طالب سے یہہ درخواست کی تھی کہ وہ آنحضرت کی مدد و حمایت سے دست بردار ہو جاوے اور ابو طالب نے ایسا کرنے سے صاف انکار کیا تھا۔ قریش نے ایکدفعہ تو غالباً ۶۱۵ء میں یہہ درخواست کی تھی اور بعض حدیثوں میں یوں مندرج ہی کہ جب ۶۲۰ء میں ابو طالب بستر مرگ پر پڑا تھا اُسوقت اُس سے یہہ درخواست کی گئی تھی پر زیادہ تر احتمال یہی ہی کہ قریش نے یہہ درخواست ۶۱۵ء میں کی تھی۔ اِس صورت میں قریش کو پہلی امتوں پر جو عذاب

نازل ہوئے تھے ان کا حال سُنا کر نہایت سختی سے تنبہ کیا گیا ہی چنانچہ پہلی سات آیات

میں یوں مرقوم ہی صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ؕ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ۝ کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۝ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ؗ وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ۝ ۚۖ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِکُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ ۚۖ ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ ذِکْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ

یعنے صٓ۔ قسم ہی اس قرآن کے سمجھانے والے کی۔ بلکہ جو لوگ منکر ہیں۔ غرور میں ہیں اور مقابلہ میں بہت کھپا دیں ہم نے ان سے پہلے سنگتیں۔ پھر لگے پکارنے اور وقت نہ رہا خلاصی کا۔ اور اچنبھا کرنے لگے اسپر کہ اُن کو ایک ڈر سنانے والا انہیں میں سے۔ اور لگے کہنے منکر یہہ جادوگر ہی جھوٹا۔ کیا اُس نے کر دی اتنوں کی بندگی کے بدلے ایک ہی کی بندگی؟ یہہ ہی بڑی تعجب کی بات اور چل کھڑے ہوئے کتنے پنچ ان میں سے کہ چلو اور ٹھہرے رہو اپنے ٹھاکروں پر۔ بیشک اس بات میں کچھ غرض ہی۔ یہہ نہیں سُنا ہم نے اس پچھلے[۱] دین میں۔ اور کچھ نہیں یہہ بنائی بات ہی

---

[۱] محمد صاحب مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ کو اس ڈھنگ سے پیش کرتے ہیں کہ گویا یہہ مشرکین کا قول ہی اور طنزاً اس سے آپ کی مراد یہہ ہی کہ مسیحی دین بجائے توحید کے تثلیث کی تعلیم دیتا ہی تفسیر حسینی میں لکھا ہی کہ اس سے مسیحی مذہب کے لوگ مراد ہیں جو کہ آخری دین کے لوگ ہیں اور

کیا اسی پہاڑی سمجھوتی ہم سب میں سے؟ کوئی نہیں۔ان کو دھوکہ ہو میری نصیحت میں۔کوئی نہیں۔ابھی چکھی نہیں میری مار +

ایام مکہ کے اِس وسطی زمانہ کے وحی و الہام کا اظہار قرآن کے متواتر نازل ہوتے رہنے سے بہت توضیح کے ساتھہ کیا گیا ہی۔قرآن کی تعظیم و تکریم کے باب میں بھی آیات نازل ہوئیں چنانچہ اس کو مبارک کتاب۔روشن کتاب اور قرآنِ مجید وغیرہ ناموں سے نامزد کیا گیا ہی۔یہہ بھی لکھا ہی کہ یہہ کتاب خدا کی طرف سے ہی اور خدا نے اس کو عرش معلی سے نازل فرمایا اور سب کتابوں پر فوق دیا ہی چنانچہ سورہ صٓ کی اٹھائیسویں آیت میں یوں مندرج ہی کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ یعنے ایک کتاب ہی جو اُتاری ہم نے تیری طرف برکت کی تا دھیان کریں لوگ اُس کی باتیں اور سمجھیں عقل والے +

اس موقعہ پر محمد صاحب کو یہہ بھی ارشاد ہوا کہ آپ سامعین کی سخت دلی پر غم نہ کھاویں اور یہہ بھی اطمینان دلایا گیا کہ آپ کی رسالت سچ مچ من جانب اللہ ہی اور اس کتاب مبین یعنے قرآن کے نشانات سورہ شعرا کی دوسری آیت سے پانچویں آیت تک اس طرح مندرج ہیں لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ نَّ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶۔بلا تحقیق ناراستی سے اُن کی نسبت کہا گیا ہی کہ وہ تثلیث کے قائل اور توحید کے منکر ہیں چنانچہ لکھا ہی کہ ملت عیسیٰ کہ آخرین ملت است چہ ایشاں بتثلیث قائل اند نہ بتوحید۔ابن عباس بھی تفسیر حسینی کے بیان سے متفق ہی پر مجاہد کہتا ہی کہ اس سے قریش مراد ہی خلاصۃ التفاسیر جلد چہارم صفحہ ۴۴ +

نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ یعنے شاید تو گھونٹ مارے اپنی جان اسپر کہ وے یقین نہیں کرتے۔ اگر ہم چاہیں اُتاریں اُن پر آسمان سے ایک نشانی۔ پھر رہ جاویں اُن کی گردنیں اُس کے آگے نیچی اور نہیں پہنچی اُن پاس کوئی نصیحت رحمان سے نئی جس سے منہہ نہیں موڑتے۔ سو یہہ جھٹلا چکے۔ اب پہنچیگی اُن پر حقیقت اُس بات کی جس پر ٹھٹھا کرتے تھے پھر اس سورت کے گیارھویں رکوع کی چند آیات میں اس امر پہ بہت زور دیا گیا ہی کہ قرآن حضرت جبرائیل کی معرفت آسمان سے نازل ہوا لیکن چونکہ ان آیات میں کچھہ یہودیوں کا حال مندرج ہی جلال الدین السیوطی کے نزدیک اس سورت کا یہہ حصہ مدینہ سے علاقہ رکھتا ہی اور اس لئے ان آیات کو اسجگہ اقتباس کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا لیکن اس سورت کے دیگر چند مقامات میں زمانہ قدیم کے پانچ نبیوں کو یہہ کہتے ہوئے پیش کیا ہے کہ خدا سے ڈرو اور میری تابعداری کرو اور اس سے نتیجہ یہہ نکالا ہی کہ اسی طرح قریش پر فرض ہی کہ محمد صاحب کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور اگر نافرمانی اور سرکشی سے باز نہیں آینگے تو اس نافرمانی کی سزا پاوینگے۔ پس جب وہ آنحضرت کی اطاعت نہ کریں تو آپ خدا کی طرف سے اُن کو یوں کہہ سکتے تھے إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۝ یعنے میں الگ ہوں تمہارے کام سے (آیت ۲۱۶) مخالفین آنحضرت پر یہہ الزام بھی لگاتے تھے کہ آپ قرآن کی آیات خود بنا کر سناتے ہیں اور یہہ من جانب اللہ نہیں ہی اسکے جواب میں آپنے سورہ طور سے قرآن

کی طرز بیان اور اس کے فوق العادت مضامین کو بطور معجزہ پیش کیا۔ خدا کی طرف سے ارشاد ہوا کہ فرمایا اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۚ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ۔ یعنے یا کہتے ہیں یہہ بات بنالایا۔ کوئی نہیں پر اُن کو یقین نہیں ہے پھر چاہیئے لے آویں کوئی بات اِسی طرح کی اگر وہ سچے ہیں (دوسرا رکوع) اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ۔ یعنے کیا اُن کو خبر ہے بھید کی سو وہ لکھہ رکھتے ہیں (دوسرا رکوع) وَاِنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا یعنے تحقیق اُن لوگوں کے لئے جو گنہگار ہیں مار ہے (آیت ۴۷)

سورۂ الحاقۃ ابتدائی زمانہ کی مکی سورت ہے اور ہر طرح کی ملاوٹ و اختلاق سے قرآن کو بری اور محفوظ ٹھہرانے میں اس سورت میں بہت زور دیا گیا ہے چنانچہ انتیسویں آیت سے سینتالیسویں تک یوں مرقوم ہے له فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۙ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۙ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ۚ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ۙ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ۙ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ۖ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ۔ یعنے سو قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جو دیکھتے اور ان چیزوں کی جو تم نہیں دیکھتے۔ یہہ کہا ہے ایک پیغام لانیوالے سردار کا اور نہیں یہہ کہا کسی شاعر کا۔ تم تھوڑا یقین کرتے ہو۔ اور نہ کہا پریوں والے کا۔ تم تھوڑا دھیان کرتے ہو۔

له جو شاعر آنحضرت کے برخلاف لکھا کرتے تھے اُن کو آپ نے دیوانے اور جنون زدہ بیان کیا چنانچہ سورۂ شعراء کے گیارھویں رکوع میں لکھا ہے وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۔ اَلَمْ تَرَ

یہہ اتارا ہی جہان کے رب کا اور اگر یہہ بنا لاتا ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑتے اُس کا دہنا ہاتھہ پھر کاٹ ڈالتے ہم اُس سے رگ گردن کی۔ پھر تم میں کوئی نہیں اس سے روکنے والا۔

یا یوں کہیں کہ لفظ ہم جب کا مفہوم مندرجہ بالا عبارت میں خدا ہی اس کے استعمال سے خاص غرض یہہ تھی کہ منکرین پر ایسا رعب چھا جاوے کہ وہ آنحضرت کو تکلیف دینے اور اذیت پہنچانے سے باز آجاویں۔ اِس وقت اہل مکہ میں یہہ عام خیال تھا کہ آنحضرت پر قرآن خدا کی طرف سے نازل نہ ہوا تھا بلکہ آپ کی اپنی شاعرانہ لیاقت کا اظہار و نتیجہ تھا۔ اس خیال سے بریت حاصل کرنے کے لئے محمد صاحب از حد متفکر و متردد تھے چنانچہ متذکرہ بالا سورت میں آپ نے خدا کی طرف سے یوں اعلان کیا کہ یہہ جو الزام آنحضرتؐ پر لگایا جاتا ہی سچ نہیں ہی تمام قرآن میں کوئی آیت اِن آیات سے زیادہ زور و شور سے اس امر کا بیان نہیں کرتی کہ قرآن من جانب اللہ ہی لیکن اس جوش و خروش اور سرگرمی ہی سے معلوم ہوتا ہی کہ محمد صاحب کے دل میں بجائے اُس تسلی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۔ اَلَمۡ تَرَ اَنَّهُمۡ فِیۡ کُلِّ وَادٍ یَّهِیۡمُوۡنَ ۔ یعنے اور شاعروں کی بات پر چلے وہی جو گمراہ ہیں تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں لیکن ساتھہ ہی طرفہ ترماجرا یہہ ہی کہ آنحضرت شاعروں کی مدد سے اُن کو اشعار میں مقابلتہً جواب دیا کرتے تھے اور اپنے شاعروں کی تعریف کرتے تھے۔ چنانچہ سورہ شعرا کی آخری آیت میں یوں لکھا ہوا ہی وَّانۡتَصَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ۔ یعنے اور بدلا لیا اس پیچھے کہ اُن پر ظلم ہوا اور اب معلوم کرینگے ظلم کرنیوالے کس کروٹ اُلٹے ہیں معالم کے بیان کے مطابق آخری جملہ میں اُن لوگوں کی طرف اشارہ ہی جو آپکی ہجو لکھا کرتے تھے خلاصۃ التفاسیر جلد سوم کا صفحہ ۳۰۸ ملاحظہ فرمائیے۔

واطمینان کے جو ایسے شخص کو نصیب ہوتا ہے جس کو اپنی باتوں پر کامل اعتماد و وثوق ہو بہت سے شکوک بھرے ہوئے تھے۔ جو ایمان و اعتماد امن وچین خدائے پیغمبر و رسل کے دل میں ہونا چاہئے وہ آنحضرت میں مطلق نظر نہیں آتا۔ قرآن کے جن مقامات سے مذکورہ بالا حالات کا پتہ ملتا ہے اُن میں سے بعض کو ہم یہاں پیش کرتے ہیں چنانچہ سورہ تکویر کی پندرھویں آیت سے یوں مرقوم ہے فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۙ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۙ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۙ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۙ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۙ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۙ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۚ یعنے سو قسم کھاتا ہوں ہیں پیچھے ہٹ جاتے سیدھے چلتے دبک جانے والوں کی اور رات کی جب اس کا اٹھان ہو۔ اور صبح کی جب دم لیوے تحقیق یہہ کہنا پیغام پہنچانے والے بزرگ کا ہے۔ قوت والا نزدیک صاحب عرش کے مرتبے والا۔ کہا مانا گیا اس جگہ با امانت اور یہہ تمہارا رفیق کچھ نہیں دیوانہ + پھر سورہ نجم کی چوتھی اور پانچویں آیات میں اس طرح مندرج ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى یعنے یہہ تو حکم ہے جو پہنچتا ہے۔ اس کو سکھایا سخت قوتوں والے نے۔ پھر سورہ واقعہ کے تیسرے رکوع میں پایا جاتا ہے کہ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۙ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۙ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۙ یعنے سو میں قسم کھاتا ہوں تارے ڈوبنے کی اور یہہ قسم ہے اگر سمجھو تو بڑی قسم۔ بے شک یہہ قرآن ہے عزت والا۔ لکھا چھپی کتاب میں۔ اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک بنے ہیں۔ اور اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ

تنزیلا یعنے ہم نے اُتارا تجھپر قرآن سہج سہج اُتارنا (سورہ دہر رکوع دوم)+

حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ یعنے قسم ہر اُس کتاب واضح کی ہم نے رکھا اس کو قرآن عربی زبان کا۔ شاید تم بوجھو اور یہہ بڑی کتاب[۵] میں ہم پاس ہر اونچا محکم (سورہ زخرف کی پہلی تین آیات) اور سورہ فرقان کی چوتھی آیت سے یوں شروع ہوتا ہر۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ اِفْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا یعنے اور کہنے لگے جو منکر ہیں اور کچھہ نہیں یہہ مگر جھوٹ باندھہ لایا ہر اور ساتھہ دیا ہر اُس کا اس میں اور لوگوں نے۔ سو آئے بے انصافی اور جھوٹ پر اور کہنے لگے یہہ نقلیں ہیں اگلوں کی جو لکھہ لیا ہر۔ سو وہی لکھوائی جاتی ہیں اُس پاس صبح و شام۔ تو کہہ اس کو اُتارا ہر اُس شخص نے جو جانتا ہر چھپے بھید آسمانوں میں اور زمین میں۔ اور کہا رسول نے اے رب میرے میری قوم نے ٹھہرایا ہر اس قرآن کو جھک جھک +

پھر سورہ سجدہ کی دوسری آیت میں یوں لکھا ہر اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ جبل

---

[۵] اُمّ الکتاب یا کتاب کی ماں سے قرآن وہ اصل مراد ہر جو خدا کے حضور ہر طرح کے تغیر و تبدل سے محفوظ و مامون رکھا ہوا تھا چنانچہ تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۳۰۰ میں مندرج ہر کہ در اصل ہمہ کتب سماوی یعنے لوح محفوظ کہ ایمن است از تغیر

هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ٥ یعنے کیا کہتے ہیں یہہ باندھ لایا ہے کوئی نہیں وہ ٹھیک ہے تیرے رب کی طرف سے کہ تو ڈرسناوے ایک لوگوں کو جن کو نہیں آیا کوئی ڈرسنانے والا تجہہ سے پہلے شاید وے راہ پر آویں + چہ سورہ نحل کے چودھویں رکوع کے شروع میں یوں منہج ہے قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ یعنے تو کہہ اسکو اتارا ہے پاک فرشتہ نے تیرے رب کی طرف سے ساتھہ حق کے +

سورۃ الزمر غالباً اسوقت نازل ہوئی تھی جبکہ پہلی دفعہ مسلمانوں نے ابیسینیا کی طرف ہجرت کی۔ اِس سورت میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ قرآن کا کلام خدائے تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا + نیز اس سورت سے یہہ بات بہت اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ اس قسم کے وحی سے کس قدر لوگوں پر خوف و ہراس چھاجاتا تھا چنانچہ دوسری اور چوبیسویں آیات میں اس طرح مرقوم ہے کہ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ۔ یعنے ہم نے اتاری ہے تیری طرف کتاب ٹھیک سو بندگی کر اللہ کی خالص کرکے اُس کے واسطے بندگی +اور اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ یعنے اللہ نے اتاری بہتر بات کتاب آپس میں ملتی دہرائی ہوئی[۱]۔ بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھال پر اُن لوگوں کے جو ڈرتے

---

[۱] لفظ مثانی یعنے دو دو یا جوڑے جوڑے کا ترجمہ راڈویل صاحب کے نزدیک ایسی تعلیم سمجھو کہ بالتکرار ہو اور پالگریو اور پامر صاحب نے اس کا ترجمہ محض دہرانا کیا ہے سیل صاحب اِس سے

ہیں اپنے رب سے +

متذکرہ بالا طریقے جو محمد صاحب نے اپنی بریت اور بیگناہی کے ثبوت میں استعمال کئے ان کی بنیاد اس بات پر تھی کہ اگلے زمانہ کے پیغمبروں کے ساتھ بھی لوگوں نے ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ قرآن کا عبارتی یا لفظی تکرار اور وحیؐ من اللہ ہونے کا متواتر دعویٰ اس امر کو ثابت نہیں کرتے بلکہ قرآن کے پڑھنے سے عموماً جو پڑھنے والے کے دل پر تاثیر ہوتی ہی وہ یہہ کہ قرآن ایک ایسے شخص کی سخن سازی ہی جس کے اپنے دل ہی کو اطمینان حاصل نہیں ہی اور زیادہ گوئی سے اس کی غرض صرف یہی نہیں ہی کہ اپنے مخالفوں کا منہہ بند کرے بلکہ اپنے نا مستقیم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳۔ ترجمہ کے باب میں قرآن کے موجودہ مروجہ ترجمے متفق ہیں + راڈویل صاحب کے قرآن صفحہ ۲۱۶ میں سورہ حجر کی ۸۷ آیت اور اس پر جو نوٹ ہی ملاحظہ کیجیئے + ایک اردو ترجمہ میں یوں مندرج ہی کہ ایک مدعا کئی کئی طرح بیان کیا + کتاباً مُتَشَابِہًا مَثَانِی پورے جملہ پر مفسر حسین فارسی میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ کتابے مانند یکدیگر یعنے قرآن کہ بعضے ازاں مشابہ بعضے است در اعجاز یا در جودت لفظ و صحت معنیٰ یا برخے ازاں مصدق برخے دیگر است و در آں تناقض و اختلاف نیست مَثَانِی + دوبارہ و دو تو کردہ یعنے مشتمل است بر زوجات چوں امر و نہی و وعد و وعید و ذکر و فکر و رحمت و عذاب و بہشت و دوزخ و مومن و کافر۔ دیکھو تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۲۶۲ + ربی گائیگر فرماتے ہیں کہ لفظ مَثَانِی کی نسبت تمام تر تشویش و گھبراہٹ کا باعث یہہ ہی کہ یہہ لفظ عربی خیال کیا گیا ہی اور اس کے اصلی ماخذ کی تحقیق و تدقیق نہیں کی گئی [illegible] ۳۱ یہودی شریعت مکتوب و غیر مکتوب دو حصوں میں منقسم تھی غیر مکتوب کو مشناہ کہتے تھے۔ رفتہ رفتہ تمام تعلیم احادیث اسی نام سے نامزد ہوگئیں ایک حرفی غلطی کے واقع ہونے سے لفظ مشناہ ایک لفظ کے مشتقات

دل کو قرار دینا اور اپنے مقلدوں کے ایمان کو مضبوط و مستحکم کرنا بھی اس کا مقصد اعلےٰ معلوم ہوتا ہی +

ایام مکہ کے آغاز میں آنحضرت نے مشتہر کیا کہ جو لوگ قرآن کو میری جعلسازی بیان کرتے ہیں اگر وہ سچے ہیں تو اس کی مانند کوئی کتاب بنا لاویں۔ چنانچہ سورۂ طور کے دوسرے رکوع میں مسطور ہی اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۝ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ۝ یعنے یا کہتے ہیں یہہ بات بنالایا۔ کوئی نہیں۔ پر ان کو یقین نہیں پھر چاہیے کوئی لے آویں بات اسی طرح کی اگر وہ سچے ہیں +

سورۂ بنی اسرائیل[۱] ایام مکہ کے دوسرے زمانہ کی سورتوں میں سے ہی اور اس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴ میں سے خیال کیا گیا جسکے معنے دہرانے یا مکرر کہنے کے ہیں سو یہہ لفظ بجائے مجموعہ احادیث و روایات کے مرقومہ یا مکتوبہ شریعت کے دہرانے اور مکرر کہنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا + عربی یہودیوں نے بھی یہی غلطی کی اور مثانی ہو گیا + اگر محمد صاحب نے اس لفظ کا درست استعمال کیا ہی تو انہوں نے ضرور قرآن کو تمام یہودی شریعت یعنے مشناہ کی جگہ قرار دیا ہی۔ اور ہرگز ہرگز ان کی مراد اس سے دہرانے یا مکرر کہنے کی نہ تھی + گایگر کی کتاب یہودیت و اسلام کے صفحہ ۵۴ میں مندرج ہی کہ کم از کم طاؤس ایک عربی مفسر اس بات کا قائل ہی کہ تمام قرآن مثانی ہی چنانچہ لکھا ہی وقال الطاؤس القرآن کله مثانی + وحی سے جو لوگوں پر خوف طاری ہوتا تھا یہہ کچھ تعجب کی بات نہ تھی کیونکہ آسمان پر بھی وحی کی تاثیر اسقدر رسانی جاتی تھی کہ وحی کے وقت تمام نظام قدرت پر تشنج کا عالم ہوتا تھا فرشتگان بے حس و حرکت ہو جاتے تھے اور صرف جبرائیل کو پہلے ہوش آتا تھا۔ خلاصۃ التفاسیر جلد چہارم صفحہ ۷۵ +

---

[۱] حاشیہ صفحہ ہذا۔ یہہ سورت ایک مرکب المضمون سورت ہی ۲۳ سے ۴۱ آیت تک ضرور ایام مکہ سے متعلق ہی اور ۷۵ سے ۸۲ تک اور ۸۷ آیت بھی اسی زمانہ سے علاقہ رکھتی ہی +

دسویں رکوع میں بھی متذکرہ بالا دعوے کا الحاح پایا جاتا ہے چنانچہ یوں لکھا ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ یعنے کہہ اگر جمع ہوویں آدمی اور جن اسپر کہ لاویں ایسا قرآن نہ لاوینگے ایسا قرآن ۔ اور پڑے مدد کریں ایک کی ایک ۔ پھر تھوڑے دن بعد آپ نے اسی طرح سے دعوی کیا چنانچہ سورہ ہود کی سولھویں آیت میں یوں مرقوم ہے کہ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ یعنے کیا کہتے ہیں باندھ لایا ہے اسکو تو کہہ تم لے آؤ ایک دس سورتیں ایسی باندھ کر اور پکارو جسکو پکار سکو اللہ کے سوا اگر ہو تم سچے ✦

یہہ دلیل ایسی قاطع اور مضبوط خیال کیجاتی تھی کہ مدینہ میں جا کر بھی آنحضرت نے اسی کو پیش کیا چنانچہ سورہ بقر کی اکیسویں آیت میں یوں مندرج ہے وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ یعنے اور اگر تم ہو شک میں اس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اس قسم کی ✦

برادران اہل اسلام اس امر کا دعوی کرتے ہیں کہ اُسوقت سے لیکر آجتک کسی عرب و عجم نے اس قرآنی للکار کے مقابلہ کی جرأت نہیں کی اور کسی نے کبھی یہہ حوصلہ نہیں کیا کہ قرآن کے مقابلہ میں کچھہ لکھنے یا اُس کی نظیر پیش کرنے کا دم مارے ۔ لیکن اس دعوے کے بیان میں بہت مبالغہ کیا جاتا ہے کیونکہ قرآن کی یہہ للکار اس امر کی

متقاضی نہ تھی کہ قرآن کی عروض اور اُس کی منظوم عبارت کی نظیر پیش کی جاوے بلکہ اسکا اشارہ نفس مضمون یعنے تعلیم توحید آلہی اور آخرت کی سزا و جزا وغیرہ کی طرف تھا +

پس قریش کے لئے اِن مضامین پر قرآن کی نظیر پیش کرنا ایک امر محال تھا۔ وہ جو کہ بت پرست و باطل پرست تھے اور اِس قسم کے مسائل کے معتقد نہ تھے اُن کے لئے کس طرح ممکن تھا کہ ایک ایسی کتاب پیش کریں جو قرآن کی نظیر ہو اور اُسی طرح توحید الہی کا بیان کرے ؟ اگر وہ اِس قسم کی کتاب لکھنے کی کوشش بھی کرتے تو اس میں شک نہیں کہ وہ ضرور قرآن ہی کی نقل کرتے اور چونکہ نقل کا درجہ ہمیشہ اصل سے کم ہوتا ہے اِس لئے محمد صاحب ضرور اُن پر سبقت لے جاتے۔ تو بھی اگر فوقیت طرز بیان اور عبارت کے ربط ضبط سے مراد ہی تو بیرن ڈی سیلین صاحب کا بیان بالکل سچا اور بتیر بہ ہدف کا حکم رکھتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر اب ہم قرآن کو قواعد عروض کی رو سے بہ نظر غور دیکھیں تو موجودہ اسلامی کالجوں کے علوم کے بموجب قرآن عبارتی نظم و نسق اور ربط ضبط کا ایک اعلیٰ اور بے نظیر نمونہ ہی کیونکہ عروض وغیرہ کے متعلق موجودہ قواعد جس قدر ہیں وہ سب کے سب اسی سے لئے گئے ہیں + پامر صاحب فرماتے ہیں کہ اہل عرب کے لائق و فائق مصنفین کا قرآن کے مقابلہ میں اِس پایہ کی کوئی کتاب پیش نہ کرنا باعث حیرت اور جائے تعجب نہیں ہی کیونکہ وہ پہلے ہی سے اِس امر کو ناممکن قرار دے چکے ہیں اور اُس کے طرز بیان کو بے نظیر اور عدیم المثال مان چکے ہیں پس اِس سے ہر طرح کا خلاف و انحراف

سلہ تو لدیکی صاحب کی کتاب گنجتی دس قرآن کا چوالیسواں صفحہ ملاحظہ فرمائیے +

اعلیٰ درجہ کا نقص اور عیب خیال کیا جاتا ہے۔ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے مسلمہ دعاوی کے باعث اہل اسلام کے لیئے اس کے کسی لفظ یا حرف پر بھی انگشت اعتراض اٹھانا ناممکن ہے اور برخلاف اسکے کہ کوئی قرآن کی نقطہ چینی کرے قرآن اس درجہ کا اعلیٰ و برتر تسلیم کیا گیا ہے کہ دیگر کتب کا اسکو منصف و مصدق قرار دیا جاتا ہے۔ عالمان علم ادب۔ مؤلفان لغت اور تمام فصیح و بلیغ عالم و فاضل علمائے اسلام اس امر کو بلا دلیل ہی تسلیم کر چکے ہیں کہ قرآن میں کسی طرح کی غلطی کا امکان ہی نہیں ہے اور دیگر کتب کو وہیں تک فصاحت و بلاغت کا رتبہ حاصل ہے جہاں تک ان میں قرآن کی مطابقت اور موافقت[۱] پائی جاتی ہے۔ اہل اسلام نے ابتک بالاتفاق اس بات کا فیصلہ نہیں کیا کہ قرآن کن معنوں میں فوقیت کا دعویدار ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہہ فوقیت قرآن کی فصاحت و بلاغت یا اُس کے نفس مضمون یا مختلف حصص کی مطابقت اور مشابہت[۲] سے ثابت ہوتی ہے۔ فرقہ معتزلین کا اعتقاد ہے کہ اگر خدا انسان کو اجازت دیتا تو ضرور لوگ قرآن کی مانند فصاحت و بلاغت اور استدلال[۳] سے بھری ہوئی سورتیں بنا کر پیش کر سکتے تھے۔

سورۃ الشوریٰ جو کہ آخری زمانہ کی مکی سورتوں میں سے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آنحضرت مکہ میں تشریف فرما رہے ہمیشہ اہل مکہ آپ پر یہہ الزام

---

[۱] Sacred books of the East. Vol. vi pp. 55, 71.

[۲] Muir's Beacon of Truth صفحہ ۲۶۔

[۳] Faith of Islam مصنفہ سیل صاحب صفحہ ۹۔

لگانے رہے کہ قرآن من جانب اللہ نہیں ہے بلکہ آپ کی افترا و اختراع کا ظہور ہے چنانچہ شیبیویں آیت میں مرقوم ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا فَاِنْ یَّشَا اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِكَ۔ یعنے کیا کہتے ہیں اُس نے باندھا اللہ پر جھوٹ سو اگر اللہ چاہے مہر کر دے[۵] تیرے دل پر۔

آنحضرت کے ایام حیات میں یہ اول موقعہ تھا کہ یہودی دین کے معتقدوں اور آپ کے درمیان ایک رشتہ قائم ہوا جبتک آپ مکہ میں رہے آپ کی نظر میں مذہب یہود اور دین عیسوی اسلام کے ہم پلہ اور ہم رتبہ تھے اور آپ کا خیال تھا کہ اِن ادیان کے معتقد اُن کے مطابق چلنے سے نجات حاصل کرینگے بلکہ زمانہ مابعد میں آپ نے مدینہ پہنچکر بھی فرمایا تھا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ یعنے تحقیق

---

[۵] اس آیت کا ٹھیک مطلب بیان کرنا بہت مشکل ہے غالباً اس کے معنے یہی معلوم ہوتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو تیرے ایسا کرنے پر تجھہ سے رسالت و پیغمبری کو واپس لے لیتا اور اگر یہ الزام ٹھیک نہیں بلکہ محض اتہام ہی تو اپنے دل کو مضبوط کر اور صبر سے برداشت کر۔ تفسیر حسینی کی جلد دوم کے صفحہ ۲۹۵ پر یختم علیٰ قلبک کی یوں تشریح کی جاتی ہے کہ مہر نہد بر دل تو اگر افترا کنی۔ و قرآن بر تو فراموش گرداند۔ یا مہر نہد بر دل تو بصبر و شکیبائی تا از آزار و جفائے ایشان متغیر نہ باشی یا مہر شوق ابدی و محبت لم یزلی در دل تو نہد تا التفات بغیر وے نہ کنی و از اجابت و اباے خلق فارغ گردی۔

جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئیں۔ جو کوئی یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر اور کام کیا نیک تو اُن کو ہی اُن کی مزدوری اپنے رب کے پاس اور نہ اُن کو ڈر ہی اور نہ وہ غم کھاوینگے +

سورۂ رعد جو کہ آخری زمانہ کی مکی سورت ہی اُس میں بھی محمد صاحب نے بیان فرمایا ہی کہ آپ پر وحی نازل ہونے کے باعث یہودی بہت خوش تھے چنانچہ پانچویں رکوع میں مندرج ہی وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ - یعنے اور جو لوگ کہ دی ہی ہم نے اُن کو کتاب خوش ہوتے ہیں اُس سے جو اُتارا گیا تیری طرف +

اگرچہ آنحضرت کے ایام مکہ میں ظاہری طور پر یہودیوں سے رابطۂ اتحاد قائم تھا تو بھی آپ یہودی دین کو اسلام سے کم درجہ کا قرار دیتے تھے اور جب آپ مدینہ تشریف لے گئے تو اس امر کا صاف بیان کر دیا۔ اور دو آخری مکی سورتوں میں اس طرح مرقوم ہی وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ - یعنے اور یہہ لوگ ہیں تمہارے دین کے سب ایک دین پر اور میں ہوں تمہارا رب سو مجھ سے ڈرتے رہو۔ (سورۃ المومنون رکوع چہارم) اور اِنَّ هٰذِهٖٓ

---

۵ اس جگہ صاحب کتاب سے یہودی لوگ مراد ہیں جو کہ محمد صاحب کی مرسلانہ زندگی کے اُس حصہ میں جب انہوں نے اپنی کتابوں اور تواریخ کی تعریف سُنی تو بہت خوش ہو گئے۔ ان باتوں کا بیان آخری زمانہ کی مکی سورتوں میں مندرج ہی۔ راڈویل صاحب کے قرآن کا صفحہ ۲۴۷ ملاحظہ فرمایئے +

أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ أَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ یعنے یہہ لوگ ہیں تمہارے دین کے سب ایک دین پر اور میں ہوں رب تمہارا سو میری بندگی کرو (سورۃ الانبیا رکوع ششم) +

عہد عتیق اور تواریخ یہود کی نسبت قرآن میں بہت سی باتیں مندرج ہیں اور انکا بیان کسی طرح پر ہو قرآن کا مدعا محض یہی نہیں کہ وہ اپنے آپ کو من جانب اللہ اور کلام الٰہی ثابت کرے بلکہ پہلی کتب مقدسہ کی صداقت کا اظہار بھی اسکا مقصد اعلیٰ ہی چنانچہ سورۃ احقاف کے دوسرے رکوع کی دوسری آیت میں یوں مندرج ہی وَمِنْ قَبْلِهِ كِتٰبُ مُوسٰى إِمَامًا وَّرَحْمَةً وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا یعنے اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ کی ہی راہ ڈالتی اور رحمت اور یہہ کتاب سچا کرنے والی ہی اسکو عربی زبان میں +

یہہ بھی بیان کیا جاتا ہی کہ مکہ میں جن یہودیوں سے آنحضرت کا رابطۂ اتحاد قائم تھا انہوں نے آپ سے کہا کہ توریت میں خدائے تعالیٰ اکثر رحمٰن کے نام سے پکارا گیا ہی اور ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اس کو کبھی اس نام سے نہیں پکارتے۔ آپ پر فی الفور وحی نازل ہوا اور فرمایا قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى یعنے کہہ اللہ کر پکارو یا رحمٰن کر۔ جو کہکر پکارو گے سو اُس کے ہیں سب نام خاصے (سورۃ بنی اسرائیل رکوع بارھواں) +

آخری سورتوں میں بلفظ الرحمٰن[1] اس خوف سے کہ مبادا اللہ اور الرحمٰن

[1] لفظ الرحمٰن کے استعمال سے ان سورتوں کے وقت نزول کا بھی کسیقدر پتہ ملتا ہی +

دو خدا سمجھے جاویں بالکل استعمال نہیں کیا گیا۔ اس خطرہ کی نسبت قرآن بھی تنبیہ کرتا ہی چنانچہ سورہ نحل کے ساتویں رکوع کی پہلی آیت میں یوں مندرج ہی وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ یعنے اور کہا اللہ نے نہ پکڑو معبود دو وہ معبود ایک ہی سو مجھ سے ڈرو ۔

قبیلۂ قریش کے لوگوں نے بھی لفظ الرحمٰن پر اعتراض کیا اور کہنے لگے وَمَا الرَّحْمٰنُ ۤ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا یعنے کیا ہی رحمٰن ؟ کیا سجدہ کرنے لگیں ہم جسکو تو فرماویگا ؟ (سورۂ فرقان رکوع پنجم) جب قریش نے یہہ کہا تھا کہ کیا ہم ایک پاگل اور دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں ؟ تو اسکا جواب یوں دیا گیا تھا کہ نہیں وہ پاگل اور دیوانہ نہیں ہی بلکہ وہ سچائی کے ساتھ آیا ہی اور جو اُس سے پہلے بھیجے گئے اُن کی باتوں کی تائید کرتا ہی اور اُن کے پیغام کو سچ ثابت کرتا ہی۔ مفسرین کے بیان کے مطابق جو اُس سے پہلے بھیجے گئے تھے اُن سے قدیم زمانہ کے نبی اور پیغمبر مراد ہیں جو آنحضرت سے پہلے اللہ جلشانہ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت و رہبری کے لئے دنیا میں بھیجے گئے۔ چنانچہ سورہ جاثیہ کی سولھویں اور سترھویں آیات میں یوں پایا جاتا ہی وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا یعنے اور ہم نے دی ہی بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور پیغمبری۔ پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستے پر اس کام کے سو تو اُسی پر چل ۔

بہت سے اس قسم کے جملات پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہی کہ محمد صاحب

نے زمانۂ قدیم کی یہودی تواریخ سے کسیقدر واقفیت حاصل کر لی تھی لیکن اس بات کا
کوئی ثبوت نہیں کہ آنحضرت نے کبھی بائبل شریف کا مطالعہ کیا۔ آنحضرت کے

ف اس میں کلام نہیں کہ محمد صاحب نے یہودی یا عیسائی دین کی کوئی کتاب خود نہیں پڑھی اور
یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جس قدر عہد عتیق کے قصص درج ہیں وہ سچے اور اصلی ہونے کی نسبت
ناولی کہانیوں اور افسانوں سے زیادہ تر مشابہت رکھتے ہیں اور عہد جدید کی نسبت جسقدر
بیانات ہیں وہ سب کے سب پرانی خیالی کہانیوں کی مانند ہیں اور غیر معتبر اناجیل کے بیان سے
ملتے جلتے ہیں۔ نولدیکی صاحب کی کتاب گشختی دس قرآن کا چھٹا صفحہ ملاحظہ فرمائیے۔ سورہ
اعراف کی ۱۵۶ اور ۱۵۸ ویں آیات میں اَلنَّبِیَّ الْاُمِّیَّ یعنے ان پڑھ نبی سے بھی متذکرہ بالا امر
کی تائید ہوتی ہے۔ سورۂ بقر کی ۷۳ ویں آیت میں وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ یعنے وہ جو یہودیوں
میں سے ان پڑھ ہیں مندرج ہے اور اس سے وہ یہودی مراد ہیں جو توریت شریف سے ناواقف ہیں
اور اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہہ وہ لوگ تھے جن کو کتب مقدسہ کا کچھہ علم نہ تھا۔ اسی طرح محمد
صاحب کے حق میں جو لفظ اُلْاُمِّیْ استعمال کیا گیا ہے اس کے معنے بھی یہی ہیں کہ آنحضرت کو
بائبل شریف یعنی قدیمی کتب مقدسہ کا کچھہ علم نہ تھا۔ اہل اسلام کے بیان کے مطابق ہرگز ہرگز اسکا
یہہ مطلب نہ تھا کہ چونکہ آنحضرت ایسے لکھے پڑھے اور خواندہ نہ تھے کہ قرآن جیسی کتاب بنا لیتے
پس لئے قرآن کلام الٰہی ہے۔ سیل صاحب کی کتاب عقیدۂ اسلام کا تیرھواں صفحہ مطالعہ کیجئے +
الامی سے یہہ بات مطلق ثابت نہیں ہوتی کہ آنحضرت پڑھنے سے عاجز تھے یا ایک ان پڑھ اور جاہل
آدمی تھے۔ دیکھو صفحہ ۱۱ نولدیکی صاحب کا گشختی دس قرآن۔ علاوہ اسکے گائیگر صاحب کی کتاب
یہودیت و اسلام کے بیسویں صفحہ پر ایک نہایت دلچسپ حاشیہ کا بھی مطالعہ کیجئے + عہد عتیق
سے قرآن میں صرف ۳۷ ویں زبور کی ۲۹ ویں آیت اقتباس کی گئی ہے۔ چنانچہ سورۂ الانبیاء
کے ساتویں رکوع میں مندرج ہے۔ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ
يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ یعنے اور ہم نے لکھدیا ہے زبور میں نصیحت کے بعد کہ آخر زمین پر مالک ہونگے میرے نیک بندے

بیانات بائبل شریف سے تو کچھ مطابقت نہیں رکھتے پر یہودیوں کے ربیوں کے قصّے کہانیاں اور تذکرۃ الاولیا سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ضرور آپ کی چند یہودیوں سے آشنائی اور دوستی تھی جن سے آپ نے وہ تمام سرمایہ مضامین جمع کیا جسکا آپ نے بعد میں قرآنی وحی والہام کے پیرایہ میں ذکر کیا۔ میور صاحب کا بیان ہے کہ قرآن میں سچ اور جھوٹ دونوں ملے ہوئے ہیں یہہ وضعی تشریحات و تصورات اور طفلانہ بے مغزی سے پُر ہے۔ اِس میں بہت سے بناوٹی قصّے اور کہانیاں بار بار بیان کی گئی ہیں۔ اور آنحضرت کی یہہ متواتر جدوجہد کہ اپنے آپ کو اگلے زمانہ کے انبیاء سے مانا و مشابہ ثابت کرے اور آپ کا اپنے زمانہ کی گفتگو اور محاورات کو اُن کے منہہ میں ڈالنا اور اُن کے مفروضہ مخالفین کے جوابات کا بار بار پیش کرنا قرآن کے پڑھنے والے کو مضمحل اور متنفر کردیتا ہے[۵] اس جگہ زیادہ تر قابل غور یہہ بات ہے کہ آپ کا ان تمام اخبار کو وحی کی زبانی بیان کرنے سے یہہ مطلب تھا کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ جیسا خدا کی طرف سے حکم آتا ہے ویسا ہی بیان کرتا ہوں۔ چنانچہ سورہ ص کے پانچویں رکوع میں یوں مندرج ہے وَمَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ إِنْ يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ یعنے مجھ کو کچھ خبر نہ تھی اوپر کی مجلس کی جب آپس میں تکرار کرتے ہیں۔ مجھ کو تو یہی حکم آتا ہے کہ اور نہیں میں ڈر سنانیوالا ہوں کھول کر۔

---

[۵] لائف اوف محمد مصنفہ میور صاحب دوسری جلد ۱۸۵ واں صفحہ۔

گمان غالب ہی کہ آپ نے یہہ باتیں یہودیوں سے سیکھیں ہونگی لیکن اُنکو نبی اللہ ہونے کی دلیل گردانتے ہیں۔ نیز آنحضرت کا دعویٰ ہی کہ حضرت یوسف کا قصہ بھی آپ کو بذریعہ وحی الٰہی معلوم ہوا چنانچہ سورہ یوسف کی تیسری آیت میں مرقوم ہی نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ۔ یعنے ہم بیان کرتے ہیں تیرے پاس بہتر بیان اس واسطے کہ بھیجا ہم نے تیری طرف یہہ قرآن۔ اس کے بعد حضرت یوسف کا قصہ شروع ہوتا ہی اور وہ بالکل ایسا ہی ہی جیسا کہ یہودیوں کے تذکرۃ الاولیا میں پایا جاتا ہی۔ پر سورہ یوسف کے گیارھویں رکوع سے ثابت ہوتا ہی کہ یہہ قصہ محمد صاحب کو خود خدا نے وحی کے وسیلہ سے یعنے فرشتہ جبرائیل کی معرفت سکھلایا[1] چنانچہ لکھا ہی ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ یعنے یہہ خبریں ہیں غیب کی ہم بھیجتے ہیں تجھکو

باوجود ان تمام الٰہی دعووں اور اظہار وحی کے اہل مکہ نے آپکا اعتبار نہ کیا اور یوں کہنے لگے اِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ یعنے اُس کو تو سکھاتا ہی آدمی۔ آنحضرت اس اتہام کا جواب اسی آیت میں یوں دیتے ہیں کہ جس شخص کی نسبت تم کو شک ہی کہ وہ مجھ کو سکھاتا ہی وہ تو اجنبی ہی عرب[2] نہیں یعنے اُس کی زبان عربی نہیں ہی اور

[1] سورہ ص کی ۷۰ ویں آیت میں پیدایش مخلوقات کے باب میں بھی ایسا بیان پایا جاتا ہی +

[2] اعجمی کا ترجمہ مفسر حسین کے نزدیک فصاحت سے خالی ہی اور وہ بیان کرتا ہی کہ محمد صاحب کی تقریر فصاحت و بلاغت سے پر تھی پھر کیونکر ہو سکتا ہی کہ آنحضرت نے ایک ایسے شخص سے قرآن سیکھا ہو جو کہ فصیح و بلیغ نہ تھا۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اعجمی سے عبرانی مراد ہی وہیری صاحب کی تفسیر قرآن کی جلد سوم ۴۵ ویں صفحہ پر اس آیت پر ایک بہت لمبا چوڑا نوٹ قابل ملاحظہ ہی ۱۹ اور ۱۲۰ اور ۱۵ ادویں آیات صاف مدنی ہیں اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ وہ زمانہ مکی و مدنی ملی جلی ہی

قرآن صاف عربی زبان میں ہے +

آنحضرت کے مندرجہ بالا جواب کی اس طرح بآسانی تردید ہو سکتی ہے کہ وہ شخص آپ کو مضامین بناتا تھا اور آپ اُن کو عربی زبان میں پیش کرتے اور سُناتے تھے۔ محمد صاحب کو بار بار اس قسم کے الزامات کی تردید کرنی پڑتی تھی چنانچہ سورۂ فرقان کی پانچویں آیت میں یہہ الزام پایا جاتا ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ ۝ یعنے اور کہنے لگے جو منکر ہیں اور کچھ نہیں مگر یہہ جھوٹ باندھ لایا ہے اور ساتھ دیا ہے اسکا اس میں اور لوگوں نے +

قبیلہ قریش کے لوگ اپنے معتقدات پر جمے رہے اور جن قصوں کی بابت آنحضرت کا یہہ دعویٰ تھا کہ جبرائیل کی معرفت آپ کو خدا نے سکھلائے وہ اُن سب کو یہودی تواریخ سے منسوب کرتے رہے چنانچہ سورۂ فرقان کی چھٹی آیت میں مرقوم ہے أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ یعنے نقلیں ہیں اگلوں کی کہ لکھ لیا ہے اُن کو سو وہی لکھوائی جاتی ہیں اُس پاس صبح و شام +

اب قبیلۂ قریش کے لوگوں نے ایک نئی روش اختیار کی اور وہ یہہ تھی کہ اُنہوں نے محمد صاحب کے خاندان کو برادری سے خارج کر دیا اور اُن سے ہر طرح کی برادرانہ راہ رسم کو منقطع اور بند کر دیا اور کچھ عرصہ تک محمد صاحب اپنے تمام خاندان سمیت شہر مکہ کے ایک حصہ میں بالکل تنہا اور علیحدہ رہے پر اس کے بعد چند قریشی آپ پر ترس کھانے اور نرم دل ہونے لگے۔ عین اسی موقع پر آنحضرت کے حامی و حافظ عم مشفق ابو طالب وفات پا گئے اور ان سے پانچ ہفتے

بعد آپ کی مہربان اور پیاری زوجہ خدیجہ بھی اس دار ناپائدار سے کوچ کر گئیں اور ان حادثات کے باعث اب معاملہ نہایت نازک ہو گیا۔

اب حضرت صاحب نہایت غمزدہ بے یار و غمخوار اور ازحد ناامیدی کی حالت میں پڑکر اس شش و پنج میں تھے کہ اہالیانِ طائف مجھے اس حالت میں کہ اہل مکہ رد کر چکے ہیں قبول کرینگے یا نہیں۔ طائف مکہ سے مشرق کی طرف قریباً ستّر میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آنحضرت اپنے وفادار غلام زید کے ساتھ جو آپکا متبنیٰ بھی تھا طائف میں وارد ہوئے اور رؤسائے شہر سے ملاقات کی اور اپنے مدعا سے آگاہ کیا پر اُنھوں نے آپ کو قبول نہ کیا اور آپ کی تعلیم کے شنوا نہ ہوتے۔ دس دن کے بعد آنحضرت پر پتھراؤ کیا گیا اور آپ کو نہایت زخمی اور خستہ خاطر ہو کر اس شہر سے بھاگنا پڑا۔ جب آپ مکہ کو واپس آنے وقت نصف راہ طے کر چکے تو وادئے نخلہ میں آپ نے قیام کیا اور اپنے پیغام کی تردید اور خستہ حالی کے باعث آپ پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ اپنے توہمات و خیالات میں غلطان و پیچاں ہو کر آپ نے جنّوں کی ایک جماعت کو اسلام قبول کرتے ہوئے دیکھا اور سورہ جن نازل ہوئی قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا۔ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا

ے راڈویل صاحب کے قرآن کے صفحہ ۱۷۰ کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ فرمائیے۔ اس سفر کا مفصل حال دریافت کرنے کے لئے Life of Muhammad جلد دوم مصنفہ میور صاحب کو ۲۰۰ سے ۲۰۷ صفحہ تک مطالعہ کیجئے۔

تَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ لِبَدًا یعنے تو کہہ کہ مجھہ کو حکم آیا کہ سن گئے کتنے لوگ جنوں کے۔ پھر کہا ہم
نے سُنا ہی ایک قرآن عجیب۔ سمجھاتا ہی نیک راہ سو ہم اُس پر یقین لائے۔ اور یہہ
کہ جس وقت کھڑا ہوا اللہ کا بندہ اسکو پکارتا تو لوگ ہونے لگتے ہیں اُسپر ٹھٹھ +
جب آنحضرت کے پیغام کو جنات نے اسقدر سرگرمی سے قبول کیا تو آپ کو
بہت تسکین ہوئی کیونکہ انسانوں کی حقارت و بے پروائی سے آپ نہایت آزردہ
دل اور پژمردہ خاطر تھے۔ اس واقعہ کا بیان سورۂ احقاف کے چوتھے رکوع میں
یوں مندرج ہی وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ
یعنے اور جب متوجہ کردئے ہم نے تیری طرف کئی لوگ جنوں میں سے سُننے لگے قرآن
باوجود اس سب کے آپ کا طائف میں جانا بے فائدہ تھا۔ آنحضرت نے بہتری
کوشش کی اور بہت کچھہ ہاتھہ پاؤں مارے لیکن آپ کی تمام تر کوششوں کا نتیجہ
سوائے ناکامیابی کے اور کچھہ نہ ہوا۔ اس خیال کے مطابق میور صاحب فرماتے
ہیں کہ محمد صاحب کا طائف سے مکّہ کی طرف جو سفر تھا وہ شجاعت و بہادری سے
خالی نہ تھا۔ آنحضرت کو اپنے ہی خاندان کے لوگوں نے رد کر دیا تھا۔ خاندان
سے خارج کئے گئے۔ سب آپ کو حقیر جانتے تھے لیکن آپ نہایت بہادری کے
ساتھہ خدا کی بزرگی و جلال کے لئے جس طرح حضرت یونس نینوہ کے بت پرست لوگوں
کی فلاح و بہتری کے لئے ہمہ تن ساعی و کوشاں تھا اسی طرح آپ اکیلے اپنے
ہموطنوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے اپنی رسالت اور توبہ و استغفار کی منادی کرتے
رہے اور طرح طرح سے ثابت کرتے رہے کہ میں مرسل من اللہ ہوں۔ اس سے صاف

ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کے دل میں اس امر کا نہایت ہی پختہ یقین تھا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں جب آپ طائف سے مکہ میں واپس آئے تو قریش کو کما فی السابق سخت مخالف پایا۔ اب یہہ بات اظہر من الشمس تھی کہ تقین میں سے ایک ضرور مغلوب ہو جائیگا آنحضرت کے خاطر خطیر میں رفتہ رفتہ مکہ سے ہجرت[۵] کر جانے کا خیال موجزن ہونے لگا کیونکہ مکہ میں آپ بالکل ناکامیاب رہے۔ آنحضرت حسب و نسب میں اعلیٰ تھے اور محافظان کعبہ سے آپ کا رابطۂ اتحاد قائم تھا۔ آپ میں صبر و شجاعت اور فصاحت و بلاغت وغیرہ بہت سی ذاتی خوبیاں تھیں لیکن باوجود اس سب

---

۵ سورۂ عنکبوت کے چھٹے رکوع میں اشارۃً اس بات کا ذکر پایا جاتا ہے چنانچہ لکھا ہے یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ یعنے اے میرے بندو جو یقین لائے ہو میری زمین کشادہ ہے سو مجھہ ہی کو بندگی کرو + راڈویل صاحب اس کی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ اگر تم اپنے وطن سے نکالے جاؤ تو تم کو ضرور زمین میں ایسی پناہ کی جگہ مل سکتی ہے جہاں بلاخوف اکیلے میرے خدا کی عبادت کر سکو۔ یہہ آیت بالکل صاف طور سے ایام مکہ کے آخری حصہ کی معلوم ہوتی ہے۔ محمد صاحب کے اس قسم کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کی مکہ سے ہجرت بہت قریب الوقوع تھی۔ راڈویل صاحب کے قرآن کا ۳۲۹ واں صفحہ مطالعہ کیجئے +

مفسرین ارضی واسعۃ کی تفسیر میں کہتے ہیں زمین کشادہ است ہجرت کنید از موضع خوف بمنزل امن تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۱۹۳ واں البعض کے نزدیک اس میں خاص مدینہ کی طرف اشارہ ہے (تفسیر ابن عباس صفحہ ۱۶۴ واں) یوں بھی لکھا ہے کہ مکہ کے مصیبت زدہ اور مظلوم مسلمانوں کی تسلی و تشفی کے لئے یہہ آیت نازل ہوئی تھی اور کفار سے لڑنے کا حکم ابھی صادر نہیں ہوا تھا بلکہ یہہ حکم ملا تھا کہ بھاگ کر اپنی جان بچاؤ (خلاصۃ التفاسیر جلد سوم صفحہ ۱۷۴ واں) ان تمام متذکرہ بالا باتوں سے یہہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسوقت محمد صاحب اپنے مومنین کو مکہ سے ہجرت کرنے کے لئے تیار کر رہے تھے +

کے پھر بھی بہت تھوڑے لوگ آپ پر ایمان لائے۔ مکہ میں آپ کو کسی طرح سے ذرا بھی کامیابی نصیب نہ ہوئی اور اب آپ کے لیے سوائے اس کے کہ کسی اور جگہ جا کر قسمت آزمائی کریں اور کوئی امید باقی نہ تھی۔

محمد صاحب شہر یثرب سے بخوبی واقف ہی تھے آپ کے دادا اور پڑدادا صاحب یثرب کے باشندے تھے اور آپ کے والد صاحب کی قبر اسی شہر میں تھی۔

اہالیان مکہ و مدینہ کے درمیان بہت کچھ حریفانہ خیالات نے جڑ پکڑی ہوئی تھی جس شخص کی مکہ میں تحقیر و بے عزتی کی جاتی تھی ممکن نہ تھا کہ مدینہ میں بھی وہی حالت ہو۔ علاوہ اس کے یثرب کی دو بڑی زبردست قوموں کے درمیان سو سال سے زیادہ عرصہ سے جانی دشمنی چلی آتی تھی اور اب وہ وقت آ گیا تھا کہ اُن کا کوئی بادشاہ یا حاکم مقرر کر کے ان تمام جدائیوں اور تفرقات کا خاتمہ کیا جاوے۔ ماسوائے اس کے وہاں یہودیوں کی بھی ایک بڑی بھاری بستی تھی جن سے دینی اصلاح کے باب میں ایک باب وا نظر آتا تھا۔ ساکنان مکہ روحوں کے بالکل منکر تھے اور آنحضرت کی تعلیم کے روحانی حصہ کو قبول کرنا اُن کے لئے ازبس مشکل و دشوار تھا پر یثرب کے باشندوں کی یہ حالت[1] نہ تھی۔ مدت تک یہودیوں کے ساتھ رہنے

---

[1] اب محمد صاحب کو چند ایسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جو مکہ میں آپ کو کبھی پیش نہ آئی تھیں قریش کی لاعلمی اور جہالت کے باعث آنحضرت قرآن کو جس صورت میں چاہتے پیش کر سکتے تھے چنانچہ جب آپ نے حضرت نوح اور ابراہیم کی بابت یونہی بیہودہ اور لغو قصے بیان کئے جو کہ بعض باتوں میں قدیمی کتب مقدسہ کے قصص کے مشابہ معلوم ہوتے تھے اور جن کی نسبت

ہینے اور راہ و رسم رکھنے کے باعث وہ لوگ خدا کی وحدانیت اور پیغمبروں کی معرفت وحی
ومکاشفات اور عالم آخرت وغیرہ مضامین سے کسی قدر واقف ہو گئے تھے۔ یثرب
نے اسلام سے بہت کچھ حاصل کیا اگر محمد صاحب یثرب میں نہ چلے جاتے تو اہل مکہ
سے مردود ہو کر کہیں ایک سرگرم سست مولا کی طرح زندگی بسر کرتے اور بس۔ بس
اگر یثرب کو اسلام کا مولد اور عرب کی ملکی تدابیر و فتوحات کا مرکز کہیں تو بالکل بجا اور درست
ہے چنانچہ اس کو مدینۃ النبی یعنے نبی کا شہر کہتے ہیں اور یہہ نام اس پر بالکل صادق
آتا ہے۔ اس شہر سے جن لوگوں نے آنحضرت کو قبول کیا اور آپ پر ایمان لائے انکو
انصار یعنے حامیوں اور مددگاروں کے خطاب سے ممتاز کیا گیا۔ اہل مدینہ کے
خیالات اور اُن کے موجودہ عام حالات سے معلوم ہوتا تھا اور امید ہو سکتی تھی
کہ آنحضرت کو مایوسی اور شکستہ دلی سے نجات حاصل ہو گی۔ چونکہ قریش کی متواتر
مخالفت اور اپنی تمام کوششوں کے بے اثر اور لاحاصل ثابت ہونے سے
آنحضرت نہایت رنجیدہ دل اور کبیدہ خاطر تھے اس لئے کچھ تعجب کی بات
نہ تھی کہ ہجرت کے خیالات آپ کے دل میں جوش زن ہونے لگے۔ چنانچہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰۔ آپ نے بیان کیا کہ آپ کو بہشتی خدا نے حضرت
جبرائیل کی معرفت سکھائے ہیں تو اہل مکہ اپنی جہالت و لاعلمی کے باعث انکی تکذیب نہیں کر سکتے تھے
لیکن مدینہ میں وہی لوگ اور وہی کتابیں آپکی مخالفت کرنے لگیں جنکو آپ مکہ میں اپنی رسالت کی صداقت کے ثبوت
میں پیش کیا کرتے تھے Osborn's Islam under the Arabs صفحہ ۴۴ دال

سورہ انعام[۵] کے تیرھویں رکوع میں مرقوم ہی اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ یعنے تو چل اُس پر جو حکم آوے تجھکو تیرے رب سے کسی کی بندگی نہیں سوائے اُسکے او رجانے دے شرک کرنیوالوں کو۔ مذکورہ بالا آیت کے آخری الفاظ آنحضرت کی مکہ سے ہجرت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ چنانچہ آنجناب کے خیالات مطابق اس امر یعنے جوار ہجرت کے بارہ میں وحی نازل ہوا ۶۲۰ء میں عین اُس وقت جبکہ عرب کے بت پرستوں کے لئے کعبہ کے سالانہ حج کا موقعہ تھا آنحضرت نے چند مدنی مسافروں کو دیکھا اور

---

۵ اس سورت میں چند آیات مدنی ہیں کیونکہ ۹۱ ویں آیت میں یہودیوں پر کتمان کلام اللہ کا الزام لگایا گیا ہی اور اس قسم کے الزام اہل مکہ سے کچھ علاقہ نہ رکھتے تھے بلکہ ساکنان مدینہ پر عاید ہوتے تھے ۹۲ ویں آیت میں قرآن کی نسبت یوں مرقوم ہی کہ یہہ کتاب جو ہم نے نازل کی ہو مبارک کتاب ہی اور جو اس سے پہلے نازل ہوئیں اُن کی مصدق ہی اور یہہ اسلئے ہی کہ تو سنا دے ام القریٰ اور اُسکے گرد و نواح کے شہروں کے باشندوں کو ڈر سنا دے سیل صاحب فرماتے ہیں کہ ام القریٰ کے معنے شہر کی ماں ہی اور اس سے عرب کا دار السلطنت یعنے شہر مکہ مراد ہی سیل صاحب نے چند مفسرین کے بیان کو اپنے اس بیان کے ثبوت میں پیش کیا ہی پر قرآن کی عبارت سے زیادہ تر مدینہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہی۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں اور صاف ظاہر ہوتا ہی کہ محمد صاحب نے طائف کی طرف ہجرت کے ایام میں مکہ اور اسکے گرد و نواح کے لوگوں کو وعظ کرنا بند نہ کیا تھا۔ جو سورتیں بعد میں نازل ہوئیں اُنکی بہت سی آیات پہلی سورتوں میں داخل کر دی گئیں ہیں۔ ویری صاحب کی تفسیر قرآن جلد دوم صفحہ ۱۸۲ واں اور لائف اوف محمد مصنفہ میور صاحب کی جلد دوم کا ۲۶۸ واں صفحہ مطالعہ کیجئے۔

ان سے سوال کیا کہ تم کون ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہم خزرجی ہیں اور مدینہ میں ہمارے درمیان باہمی حسد وکینہ کی آگ مشتعل ہے۔ شاید ہمارے لوگوں کو تیرے وسیلہ سے خدا بلاوے۔ جس ایمان کے ہم خود معتقد ہیں اُس کی طرف ہم اُن کو مدعو کرینگے اور اگر خدا اُن کو تیری طرف کر دے اور وہ تجھہ پر ایمان لے آویں تو ضرور تو سب پر غالب ہوگا + پھر آپ نے اُن سے ایک اور سوال کیا جسکے جواب میں اُنہوں نے کہا کہ ہم یہودیوں سے رابطۂ اتحاد رکھتے ہیں اور ہماری اُن سے دوستی ہے۔ اسپر آنحضرت نے اسلام کی تعلیم پیش کی اور قرآن[1] کے چند مقامات اُنہیں پڑھ کر سُنائے۔

اب یہہ بات بخوبی واضح ہوجائیگی کہ یہہ مدنی لوگ جن سے آنحضرت کی مکہ میں ملاقات ہوئی تھی اُن میں سے بعض یہودی[2] بھی تھے۔ چنانچہ سورۂ یونس جو کہ آخری زمانہ کی مکی سورت ہے اُسکے چوتھے رکوع میں مندرج ہے بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝ یعنے بلکہ جھٹلانے لگے ہیں جسکے سمجھنے پر قابو نہ پایا اور ابھی آئی نہیں اُس کی حقیقت۔ یونہی جھٹلاتے رہے ان سے اگلے سو دیکھہ لے کیسا ہوا آخر گنہگاروں کا۔ پھر ایک اور مکی سورة یعنے سورۂ احقاف کی نوویں آیت میں یوں لکھا ہوا ہے۔ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ

---

[1] دیکھئے کیلی صاحب کی کتاب محمد و محمدیت ۱۰۸ واں صفحہ +

[2] اس لئے بعض محققین کے نزدیک یہہ آیت بلکہ یہہ ساری سورت ہی مدنی ہے +

مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ یعنے اگر

یہہ ہو اللہ کے یہاں سے اور تم نے اُس کو نہیں مانا اور گواہی دے چکا ایک گواہ[1]

بنی اسرائیل کا ایک ایسی کتاب کی پھر وہ یقین لایا اور تم نے غرور کیا اور بے شک

اللہ راہ نہیں دیتا گنہگاروں کو ٭

اب اتفاق یہہ ہوا کہ جب یہودیوں نے جو کہ اپنے مسیح کی آمد کے منتظر تھے

فرقہ خزرجیہ کے ہاتھ سے تکلیف اُٹھائی تو اُنہوں نے کہا کہ اب وہ وقت بہت

قریب آ گیا ہی جبکہ خدا کوئی نبی برپا کریگا اور ہم اُس کی پیروی کر کے اُس کی

مدد سے اُن کو نیست کرینگے۔ جب محمد صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ساکنان

مدینہ کو خیال ہوا کہ شاید یہہ وہی نبی ہی جس کی آمد کے یہودی منتظر ہیں چنانچہ

اُنہوں نے مناسب جانا کہ آنحضرت کو اپنا طرفدار بنالیں۔ پس یہہ لوگ آپ کی

طرف متوجہ ہوئے اور اُنہوں نے اسلام قبول کر لیا اور آپ کو نبی تسلیم کیا۔ محمد

---

[1] اِن امور کے باب میں کہ آیا یہہ گواہ اور آنحضرت کے دیگر یہودی حامی آپ کے مقلدوں اور مومنین میں سے تھے یا وہ غلام تھے جو مکہ میں رہتے تھے یا ساکنان مدینہ میں سے یہودی زیر تھے جن کے ساتھ آنحضرت نے رابطۂ اتحاد قائم کر رکھا تھا کچھ ٹھیک پتہ نہیں ملتا۔ اور خیال و وہم کے سوا کوئی بات کہی نہیں جاسکتی۔ Muir's Life of Muhammad

جلد دوم ۱۸۵ واں صفحہ معالم کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ شاہد ایک یہودی عالم عبد اللہ بن سلام تھا جو کہ آنحضرت پہ مدینہ میں ایمان لایا۔ کبیر کا بیان ہی کہ یہہ آیت مدنی ہی اور اس لئے ضروری ہی کہ یہہ شاہد بھی مدینہ ہی کا یہودی ہو۔ دیکھو خلاصۃ التفاسیر جلد چہارم صفحہ نمبر ۱۰۲ ٭

صاحب نے ان نو مریدوں سے درخواست کی کہ مدینہ میں حمایت و محافظت کریں انہوں نے عرض کی کہ چونکہ ہمارے لوگوں میں بہت نا اتفاقی اور ناموافقت ہی اس سے بہتر ہی کہ ہم مدینہ کو جاویں اور لوگوں کو اسلام کی طرف مدعو کریں اور اگر خدا اُن کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرے اور وہ ایمان لاویں تو اگلے سال حج کے موقعہ پر جو کچھہ نتیجہ ہوگا عرض کرینگے۔ جلال الدین اسیوطی کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ ان نو مریدوں کو آپ نے سورہ یوسف[۱] سُنائی + ساکنان مدینہ یہودیوں سے ملنے جُلنے کے باعث حضرت یوسف کے قصہ سے کسی قدر واقف تھے لیکن محمد صاحب نے اُن کو اب یہہ قصہ اس عرض سے مفصل طور پر سُنایا تاکہ اُن پر ثابت کرے کہ زمانہ گذشتہ کے قصص و واقعات آپ کو خدا نے سکھلائے ہیں۔ یہہ تمام قصہ محض موسوی بیان کی ایک تمسخر انگیز نقل معلوم ہوتا ہی اور ایسا نظر آتا ہی کہ آنحضرت نے یہہ تمام کہانی ایسے لوگوں سے سُنی تھی جن کو اسکا ٹھیک علم نہ تھا بلکہ کمزور و غیر معتبر روایتوں کے مطابق بیان کرتے تھے۔ غرض یہہ سال ان نو مریدوں کی چھوٹی سی جماعت نے مدینہ میں بڑے استقلال و ایمان کے ساتھہ بسر کیا۔ دوسرے سال جب پھر حج کا وقت آیا تو مدینہ کے حاجیوں میں بارہ[۱۲] انصار تھے انہوں نے بھی آنحضرت سے شرف ملاقات حاصل کیا اور آنحضرت کی تعلیم کو ماننے اور فرمانبرداری کے باب میں اُنہوں نے قسمیہ اقرار کیا کہ ہم سوائے واحد خدا کے اور کسی کی عبادت نہیں

---

[۱] تمام قرآن میں صرف یہی سورت ایسی خیال کی جاتی ہی جس میں شروع سے آخر تک ایک ہی مضمون ہو +

کریںگے - چوری زناکاری اور بچہ کُشی سے ہمیشہ دست بردار رہینگے - ہرحالت میں کوئی دااتہام سے پرہیز کرینگے اور کسی نیک کام میں رسولِ خدا کے نافرمانبردار نہ ہونگے۔[1]

اس عہد کو عقبیٰ کا عہدِ اوّل کہتے ہیں اور چونکہ اس میں آنحضرت کی حمایت ومحافظت کا کوئی وعدہ نہیں پایا جاتا اِس لئے اس عہد کو عہد النسا بھی کہتے ہیں کیونکہ عورتوں سے ہمیشہ صرف یہی عہد لیا جاتا تھا۔ اب یہہ تمام نومرید نہایت سرگرمی اور جوش سے بھرے ہوئے مدینہ کو واپس گئے اور ان کے ساتھ اسقدر اور لوگ آملے کہ اُنہیں مکہ سے ایک خاص معلم منگوانا پڑا۔ چنانچہ آنحضرت نے مصعب کو بھیجا اور مدینہ میں اسلام کی بنیاد مستحکم ہوگئی۔ اس سال میں آنحضرت کو بہت کچھ صبر وانتظار سے کام لینا پڑا اور مکہ میں ہرطرح کی ترقی سے آپ ہاتھ دھو بیٹھے اور بالکل مایوس ہوگئے۔ اب آپ کی تمام تر امیدیں اُنہیں لوگوں پر تھیں جو ساکنان مدینہ میں سے آپ کے نئے مرید بنے تھے۔ لہذا محمد صاحب نے اب مصمم ارادہ کرلیا کہ قریش کو اپنی حالت میں مطلق العنان چھوڑکر اُن سے بالکل علیحدہ ہوجاوے۔ چنانچہ سورۂ انعام کے تیرھویں رکوع میں صاف حکم بھی آگیا اِتَّبِعۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ٥ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَكُوۡا وَمَا جَعَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ٥ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدۡوًاۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ یعنے تو چل اُسپر جو حکم آوے تجھ کو تیرے رب سے کسی کی بندگی نہیں سوائے اُس کے او

[1] Muir's Life of Muhammad جلد دوم صفحہ ۲۱۱

جانے دے شریک والوں کو اور اگر اللہ چاہتا تو شریک نہ کرتے اور تجھہ کو ہم نے نہیں کیا اُن کا نگہبان اور تجھہ پر نہیں اُن کا حوالہ اور تم لوگ بُرا نہ کہو جن کو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا کہ وہ بُرا کہنے لگیں اللہ کو بے ادبی سے نہ سمجھکر۔

اب اگرچہ آنحضرت کو سخت جد وجہد کرنے کی ضرورت نہ تھی تو بھی اب آپ کو کامل یقین تھا اور ذرا بھی شک نہ تھا کہ آخر کار مکہ سے ضدی و وہمی لوگ مغلوب ہو جاوینگے چنانچہ سورۂ ابراہیم کے تیسرے رکوع میں مندرج ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ، فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ یعنے اور کہا منکروں نے اپنے رسولوں کو ہم نکال دینگے تم کو اپنی زمین سے یا پھر آؤ ہمارے دین میں۔ تب حکم بھیجا اُن کو اُن کے رب نے ہم کھپا دینگے اُن ظالموں کو اور بسا دینگے تم کو اس زمین میں اُن کے پیچھے یہہ ملتا ہے اُس کو جو ڈر رکھتا ہوئے سے میرے سامنے اور ڈرا میرے عذاب کے وعدہ سے۔ اور فیصلہ لگے مانگنے اور نامراد ہوا جو سرکش تھا ضد کرنے والا۔

اس یاس و خستگی کی حالت میں جبکہ محمد صاحب تیرہ سال تک متواتر کوشش کر چکے اور سوائے ناکامیابی و جلاوطنی کے اور کوئی نتیجہ نہ نکلا تو متخیلہ نے خواب کی صورت میں آنحضرت کے سامنے ایک نقشہ یوں پیش کیا کہ گویا آپ شہر یروشلم کی ہیکل میں ہیں اور وہاں پر آپنے بزرگوں۔ نبیوں اور فرشتگان کو دیکھا اور پھر عرش

معلّے پر خدائے تعالیٰ کے حضور میں پہنچے چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی اور باسٹھویں آیت
میں یوں مرقوم ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی
الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لَکَ اِنَّ
رَبَّکَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ یعنے پاک ذات ہے جو
لے گیا اپنے بندے کو رات ہی رات ادب والی مسجد سے پرلی مسجد تک جس میں ہم
نے خوبیاں رکھی ہیں کہ دکھاویں اُس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے۔ اور جب کہہ دیا
ہم نے تجھ سے کہ تیرے رب نے گھیر لیا ہے لوگوں کو اور وہ دکھاوا جو تجھ کو دکھایا
ہم نے +

مذکرہ بالا واقعہ سے شاعروں اور راویوں کو آنحضرت کی معراجی دید و شنید[۵۱]
کے پرجوش بیان کے باب میں نہایت وسیع میدان سخن مل گیا ہے۔ ان شاعروں
اور راویوں نے جو آنحضرت کی حد سے زیادہ تعریفیں کی ہیں اُن سے یہہ نتیجہ
نکالنا کہ وہ آنحضرت پر سچ مچ دل سے ایمان لائے صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ ہندوستان
میں زمانۂ حال کے باہوش اور فہیم علما ان بیانات کو وہمی اور خیالی باتیں سمجھتے
ہیں پر متعصب اور پکے مسلمان اِس قسم کے خیالات کو بالکل قابلِ نفرت[۵۲] جانتے ہیں +

۵۱ ان عجائبات کی تشریح کے باب میں کیلی صاحب کی کتاب مسمی بہ محمد و محمدیت کے ۳۰۴
سے ۳۱۴ صفحہ تک مطالعہ کیجیے علاوہ اسکے Deutch's Literary Remains
کے ۹۹ سے ۱۱۲ صفحہ تک ملاحظہ کیجیے +

۵۲ معراج کے متعلق مسلمانوں کو صرف یہہ ماننا چاہیئے کہ محمد صاحب نے ایک رویا یا عالم خواب

جب پھر دوسرے سال حج کا وقت آیا تو مصعب نے مکہ پہنچکر اپنی مدینہ کی کامیابی کا مفصل حال آنحضرت سے بیان کیا۔ اس حج کی آخری رات کو محمد صاحب نے اپنے مدنی مریدوں سے ملاقات کی۔ اُن میں تہتر مرد اور عورتیں تھیں آنحضرت نے ایک تقریر کی اور اُن سے یہہ درخواست کی کہ آپ کی حمایت وحفاظت کرنے کا عہد کریں۔ چنانچہ اُنہوں نے آنحضرت کی درخواست کے مطابق عہد کیا۔ یہہ عہد عقبیٰ کے عہد ثانی کے نام سے نامزد ہوا۔ اب ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں کہ عہد وپیمان کیسا تھا اور اُس میں کونسی باتیں شامل تھیں۔ محمد صاحب نے کہا کہ تم اس بات کو قسم کھاکر قبول کرو کہ تم ہر امر میں میری ٹھیک ایسی ہی حمایت وحفاظت کروگے جیسی کہ اپنے زن وفرزند کی کرتے ہو۔ اُن میں سے ایک سردار نے کہا کہ بے شک ہم اُسی خدا کی قسم کھاکر جس نے تجھے سچ وبرحق رسول بھیجا ہے عہد کرتے ہیں کہ ہم اپنے جسم وجان کے برابر تیری حفاظت کرینگے یا رسول اللہ ہم کو قبول کیجئے۔ ہم خدا کی قسم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸ - ہیں یہہ دیکھا کہ اُسکو مکہ سے یروسلم میں پہنچایا گیا اور وہاں اُس نے خدائے تعالیٰ کے بہت سے عجائبات دیکھے (سید احمد کا چھٹا لیکچر اور اسکا ۲۳ واں صفحہ) پر اہل سنت کہتے ہیں کہ جو کوئی اس بات کو سچ نہیں مانتا کہ محمد صاحب سچ مچ جسمانی طور پر یروسلم میں گئے کافر ہے کیونکہ وہ قرآن کے صاف اور صریح بیان کا منکر ہے۔ جو کوئی آنحضرت کے یروسلم سے آگے آسمان پر جانے اور اُن تمام بیانات کو جو احادیث میں مندرج ہیں سچ نہیں جانتا وہ اگرچہ مسلمان کہلا سکتا ہے پر وہ فاسق یعنے گنہگار ہے۔ علمائے اسلام کی تفاسیر دیکھئے اور سیل صاحب کی کتاب Faith of Islam کا ۲۲۰ واں صفحہ مطالعہ فرمائے۔

کھا کر کہتے ہیں کہ ہم جنگی قوم ہیں اور شجاعت و بہادری ہم نے اپنے جنگجو اور بہادر آباؤ اجداد سے میراث میں پائی ہے۔ پھر ایک اور نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان کئی طرح کے تعلقات اور روابط قائم ہیں اور اب ہم کو یہہ تمام تعلقات قطع کرنے پڑینگے سو اگر ہم ایسا ہی کریں اور خدا آپ کو فتح نصیب کرے تو کیا تو ہم کو یہاں اکیلا چھوڑ کر پھر اپنے وطن مالوف (مکہ) کو چلا جائیگا؟ آنحضرت نے جواب میں فرمایا کہ تمہارا خون میرا خون ہے اور جسقدر تم کو تکلیف ہوگی اُسی قدر مجھ کو بھی ہوگی۔ تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔ جس سے تمہاری دشمنی ہے[1] وہ میرا بھی دشمن ہے اور جس کے ساتھ تمہاری دوستی ہے میں اُس کا دوست ہوں۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کے دل میں اس وقت امور دینی اور تدابیر ملکی کا امتزاج بہت ترقی پر تھا اور آپ کے دِل میں جو مدت سے یہہ خواہش تھی کہ اہل عرب کو تدابیر ملکی میں متفق اور یک جان کر دے اب پوری ہوتی ہوئی نظر آنے لگی۔ یہہ عہد و پیمان زیادہ تر ملکی انتظام اور امور سیاست سے علاقہ رکھتا تھا۔ اس سے حفاظت اور عقوبت دونوں باتیں حسب موقعہ ملحوظ تھیں اور بنیاد یا اس کی ضروری شرائط یہہ تھیں کہ بت پرستی سے دست بردار ہوں اسلام کو قبول کریں اور آنحضرت کی فرمانبرداری و متابعت کو فرض و واجب سمجھیں۔ پہلے حج پر تو آنجناب کے مدنی ہمدردوں نے صرف عورتوں کی سی وفاداری کا عہد کیا تھا لیکن دوسرے حج کے وقت جبکہ اُن میں اس قدر

---

[1] یہہ بیان کیلی صاحب نے اپنی کتاب محمد و محمدیت کے صفحہ ۲۰۵ میں ابن اسحاق سے اقتباس کیا ہے۔

ترقی ہوگئی اور اُن کی تعداد ستر سے بڑھ گئی تو اُنہوں نے آپ کی خاطر جنگ و جدل اور ہر طرح کے خطروں کا سامنا کرنے کا عہد کر لیا[1]۔ یہہ عہد و پیمان ظاہری روش کی تبدیلی کا اظہار نہیں ہی بلکہ اِس سے اسلام کے ابتدائی اصُول کی بتدریج ترقی کا حال معلوم ہوتا ہی اور شروع کے اُن تمام خاص طریقوں کا پتہ ملتا ہی جو آنحضرت کے ہموطنوں اور غیر ممالک کے لوگوں سے سلوک کرنے کے لیئے درکار تھے۔ مکی سورتوں میں سے سب سے آخری سورۂ رعد ہی اِس میں اول سے آخر تک صرف تبیلۂ قریش ہی کا بیان ہی اور مکہ میں اُن کے ساتھہ آنحضرت کی یہہ آخری ردوکد ہی چونکہ اس سورت میں آنحضرت کے معجزات سے قاصر رہنے کے اسباب بیان کیئے گیٔے ہیں اس لیئے اس کو سورۂ معذرت بھی کہتے ہیں۔ جب لوگوں نے آپ سے معجزات طلب کیئے تو آپ نے ارشادِ الٰہی کے مطابق فرمایا کہ میں صرف ڈرانیوالا ہوں۔ منکرین نے کہا کہ جب تک تو خدا کی طرف سے کوئی صریح نشان نہ لاوے ہم تجھہ پر ایمان نہیں لاوینگے۔ اب آنحضرت کو کوئی معجزہ بانشان عطا نہ ہوا بلکہ یہہ فرمان آیا کہ قُلْ اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ یعنے کہدے اللہ بھٹکاتا ہی جس کو چاہے اور راہ دیتا ہی اپنی طرف اُس کو جو رجوع ہوا۔ (سورۂ رعد چوتھا رکوع)

اب آنحضرت تیرہ سال بیفائدہ وعظ و نصیحت کرنے کے بعد اہل مکہ کو جنہوں نے آپ کو ہر طرح سے رد کیا زجر و توبیخ سنا کر اور ابدی عذاب کی خوشخبری دیکر شہر مکہ

---

[1] عبید صفحہ ۱۰۹ اول

سے جل دیئے ⁂

اس کے چند روز بعد آپ نے اپنے تمام مقلدین کو حکم دیا اور فرمایا کہ سب مدینہ کی طرف ہجرت کر چلو۔ اُس شہر میں خدائے تعالیٰ تم کو برادری اور جائے پناہ بخشیگا قریباً دو ماہ کے عرصہ میں سب کے سب مکہ سے مفرور ہو گئے لیکن چونکہ اب تک محمد صاحب خود مکہ میں تشریف رکھتے تھے قریش کے لوگ نہایت گھبرا رہے تھے اور ان واقعات کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہ دیکھیں آخر کیا ہوتا ہی انہوں نے ارادہ کیا کہ آنحضرت کے پاس کوئی اپنا وکیل بھیجیں پر حضرت کسی منصوبہ سے خوف زدہ ہو کر چوری اپنے گھر سے نکل گئے اور رات کے وقت ابوبکر کو ساتھ لیکر شہر مکہ کو چھوڑ گئے۔ اور آنحضرت کی مدنی رہائش کے ایام کی ابتدا میں قبیلۂ قریش کی مذکورہ بالا سازش کے باب میں جیسا کہ سورۂ انفال کے چوتھے رکوع میں مندرج ہو آپ کو یاد آتا ہی اور کہتے ہیں کہ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۝ یعنے اور جب فریب بنانے لگے[۱] کافر کہ تجھ کو بٹھا دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں۔ اور

---

[۱] سیل صاحب چند محدثوں کے بیان کے مطابق فرماتے ہیں کہ قریش نے آنحضرت کو قتل کرنے کے لئے سازش کی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہہ احادیث قرآنی آیت کا مفصل بیان ہیں ⁂ ویری صاحب نے جو قرآن کی تفسیر لکھی ہی اُسکی پہلی جلد کے ۲۰۸ ویں صفحہ میں مرقوم ہی کہ آنحضرت کے قتل کی سازش جسکا قرآن و احادیث میں صاف ذکر پایا جاتا ہی زمانۂ مابعد کی تمام دشمنی اور حسد و عداوت کی بنیاد و جڑ ہی۔ Muir's Life of Muhammad کی جلد دوم کا بھی ۲۵ اواں صفحہ ملاحظہ فرمایئے ⁂

وے بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا[۱] اور اللہ کا فریب سب سے بہتر ہے۔

آنحضرت نے ابوبکر کے ساتھ ایک غار میں پناہ لی اور تین یوم تک یعنے جب تک کفار مکہ آپ کی تلاش و جستجو سے دست بردار نہ ہوئے اُسی غار میں چھپے رہے کئی سال کے بعد قرآن اس واقعہ کا بیان کرتا ہے کہ کس معجزانہ طور سے خدا نے خود آنحضرت کو بچایا اور محفوظ رکھا۔ چنانچہ سورۂ توبہ کے چھٹے رکوع میں مندرج ہے کہ

فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا۔ یعنے اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اُسکو نکالا کافروں نے دو جانوں سے جب دونوں تھے غار میں۔ جب کہنے لگا اپنے رفیق کو تو غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اُتاری اپنی طرف سے تسکین اُس پر اور مدد کو اُس کی بھیجیں وے فوجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے ڈالی بات کافروں کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے۔

ثَانِيَ اثْنَيْنِ یعنے دو میں سے دوسرا حضرت ابوبکر کے لئے نہایت عزت کا خطاب[۲] ہے

---

[۱] اسکی تشریح یوں ہے کہ خدا نے قریش کی سازش سے آنحضرت کو آگاہ کر دیا۔ قریش کے ہاتھ سے اُسکو بچا لیا اور قریش کو لا کر جنگِ بدر میں پھنسا دیا (دیکھو تفسیر بیضاوی سے سیل صاحب کا اقتباس)۔

[۲] سنی فرقہ کے لوگ جو کہ حضرت ابوبکر کی بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں اُن کا قول ہے کہ سورۂ احقاف کی چودھویں آیت وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا

منصور ہونے لگا۔ محمدی احادیث وروایات میں ان تین دلتوں[۵] کے متعلق بہت سے معجزات مندرج ہیں +

غار سے نکلکر آنحضرت صلعم آپ مدینہ میں وارد ہوئے اور مومنین کی مکہ سے مدینہ کی طرف جو ہجرت شروع ہوئی تھی اب اُس کی تکمیل ہو گئی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳۔ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ۔ یعنے اور ہم نے تقید کیا ہے انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا پیٹ میں رکھا اُس کو اُس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا اُس کو تکلیف سے اور حمل میں رہنا اُس کا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو اور پہنچا چالیس برس کو کہنے لگا اے رب میرے میری قسمت میں کر کہ شکر کروں احسان تیرے کا جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے + مفسر حسین بیان کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے اٹھتیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور اُس کے والدین نے بھی شرف اسلام حاصل کیا اور چالیس برس کی عمر میں اُس نے یہہ دعا کی ای خدا مجھ کو یہہ نصیب کر کہ تیرا شکر کروں۔ جس نعمت کے شکر کی توفیق کے لئے حضرت ابوبکر نے دعا کی اُس نعمت سے نعمت اسلام (باضافت بیانی) مراد ہے (تفسیر حسینی جلد یازدہم صفحہ ۳۲۱ واں) راڈویل صاحب فرماتے ہیں کہ جب ابوبکر خلیفہ بنا اُس وقت اس آیت کا یہہ مذکورہ مطلب گھڑلیا گیا ہے۔ نولدکی صاحب کے نزدیک یہہ معاملہ مشکوک ہے +

---

[۵] کتاب محمد و محمدیت مصنفہ کیلی صاحب کا ۳۱۵ سے ۳۲۱ ویں صفحہ تک مطالعہ فرمائیے +

کہ مکہ میں آپ کا درخت سعی کچھ پھل نہ لایا اور آپ کی تمام محنت رائیگاں گئی۔ اہل مکہ نے
خیال کیا کہ اگر ہم آنحضرت کی تدابیر و تجاویز کو اختیار کرینگے تو اسکا انجام ملکی انتظام اور
امور سیاست میں خود سری اور مطلق العنانی ہوگا لہذا انہوں نے آنحضرت کی مجوزہ
تدابیر میں سے کسی کو بھی اختیار نہ کیا۔ لیکن برعکس اسکے مدینہ میں آنحضرت کی یاس
آس سے مبدل ہوگئی۔ یہودیوں میں مسیح کی انتظاری کے باعث ایک ہی کے برپا کئے
جانے کی عموماً امید کی جاتی تھی۔ قومی عداوت اور خاندانی جھگڑوں سے اہل مدینہ تنگ
آئے ہوئے تھے اور اُن کی یہہ بڑی آرزو تھی کہ کوئی شخص جو صاحب قدرت ہو
اُن کا حاکم بنے اور جنگ و جدل کا خاتمہ ہو۔ محمد صاحب جس ہر ایک طرز اور ملت و
ملت کے مروجہ طریق کی دھن میں لگے رہتے تھے اور اُن کی بڑی آرزو تھی کہ دینی
امور اور ملکی انتظام کو ایک بنادیں۔ اب اُس کے اجرا و آغاز کا رستہ کھل گیا۔ مکہ میں آنحضرت
کی ناکامیابی بحیثیت نبی تھی اور مدینہ میں آپ کی کامیابی اور اقبالمندی ایک سردار
اور فاتح کی حیثیت میں تھی ؛

جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے ابتک قرآن میں صرف بت پرستی کی تردید و ابطال
کے دلائل اور اہل مکہ کی زجر و توبیخ اور سرزنش کے مضامین نازل ہوتے رہے اور
اُن سے کچھ معقول استدلال نہ ہوا کیونکہ محمد صاحب نے اپنے آپ کو مرسلانہ جاہ و جلال
میں ملبس کرکے خدا کی طرف سے اپنے دشمنوں اور مخالفوں کو کوسنا شروع کیا اور
یہہ فتویٰ سنایا کہ وہ نارِ جہنم میں جلینگے۔ مکہ میں قرآن کا مقصد اعلیٰ یہہ تھا کہ اوصاف
الٰہی اور صفات ایزدی کا اظہار کرے کہ خدا قادر مطلق۔ ہمہ دان و غیب دان اور وحدہ

لاشریک ہی۔ عیشِ جنت اور عذابِ جہنم کا نہایت صفائی اور صراحت سے بیان کرنا۔ زمانۂ سلف کے بزرگوں اور انبیا کے قصص کو سُنانا اور محمد صاحب کے دعاوی صحت کی مُہر کرتا رہا۔ اپنے آپکو کلام الٰہی کے پیرا یہ میں پیش کیا۔ اثباتی احکام تاحال بہت مختصر تھے۔ صرف اوقات نماز اور اکل و شرب[۱] کے متعلق چند قوانین وضع کئے گئے۔ طوافِ کعبہ[۲] کے متعلق چند پُرانی اور واہیات و نامناسب رسوم سے منع کیا گیا لیکن تاحال اسلامی رسومات تکمیل کو نہیں پہنچیں۔ اسلام کے اخلاقی اور شرعی قوانین ابتک بخنۃ طور سے معین و مقرر نہیں ہوئے۔ مدنی سورتوں میں مذہبی مسائل کی نسبت مسلمانوں کو زیادہ تر روزمرہ کی زندگی کی بابت ہدایت کی گئی ہی۔ قرآن بحیثیت مجموعی کسی خاص مطلب یا مقصد کی طرف اشارہ نہیں کرتا بلکہ وقتاً فوقتاً حسب موقعہ اور حسب الضرورت نازل ہوتا رہا۔ اب مدینہ میں آنحضرت کی وعظ و نصیحت کی فصاحت و بلاغت جاتی رہی اور اُس کی جگہ تدابیر ملکی اور وزرائی و سروری کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ اب سے لیکر اخلاقی زندگی خانگی محصول اور صلح و جنگ کے مضامین آنحضرت کا ورد زبان تھے اور اگر ان کو قرآن کا قانونی حصہ قرار دیں تو بجا ہی۔ عام نظر سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ مدینہ میں قرآن کا طرز بیان باستثنائے چند مقامات بالکل ویسا ہی ہی جیسا کہ ایام مکہ کے تیسرے

---

[۱] دیکھو سورۂ طٰہٰ ۱۳۰ ویں آیت و سورۂ روم ۱۷ ویں آیت و سورۂ ہود ۱۱۵ ویں آیت و سورۂ انعام ۱۴۲ سے ۱۴۷ ویں آیت تک و سورۂ نحل ۱۱۹ ویں آیت گمان غالب ہی کہ یہہ آیت مدنی ہی

[۲] سورۂ اعراف کی ۲۰ سے ۳۳ ویں آیت تک ملاحظہ فرمایئے۔

حصّہ میں تھا اور اعلیٰ انشا پردازی اور فصاحت و بلاغت سے خالی ہے سورتیں بہت طول و طویل ہیں اور احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ ولولہ انگیز چھوٹے چھوٹے مختلف بیانات کا مجموعہ ہوں جو وقتاً فوقتاً وضع کئے گئے اور بعد ازاں اُن کو طول و طویل سورتوں میں مرتب کر دیا لیکن اُن میں کسی طرح کی ظاہری موافقت اور ترتیب نظر نہیں آتی ◆

باب دوم

ایّامِ مدینہ

اغلباً ماہِ جون ۶۲۲ء میں محمد صاحب کھلّم کھلّا مدینہ میں داخل ہوئے اور قریباً ایک سو پچاس مہاجرین آپ کے ساتھ تھے اہل مدینہ اگرچہ آپ کے دعوی رسالت پر متفق نہ تھے تاہم اُنھوں نے آنحضرت کو بخوشی قبول کیا۔ چونکہ ان لوگوں میں خاندانی طرفداری اور قومی عداوت و بغض کی روح بدرجہ غایت پائی جاتی تھی اِس لئے آنحضرت نے اپنے آپ کو اِن سب سے اپنے بیان کے موافق الٰہی ہدایت پاکر برطرف رکھا اور ان سب سے الگ سکونت اختیار کی۔ نیز آپ نے اُس مقام پر ایک مسجد تعمیر کرائی جس سے مدینہ اسلام کا مرکز بن گیا اور پھر اس سے مناسب وقت پر بہت سے مُلکی اور معرکہ آرائی کے احکام نافذ ہوئے +

اس وقت مسلمانوں کی جماعت میں دو قسم کے لوگ شامل تھے۔ اول وہ جو کہ محمد صاحب کے ساتھ مکہ سے ہجرت کرکے آئے اور مہاجرین کہلاتے تھے دوم اہل مدینہ میں سے وہ لوگ جنہوں نے اسلام قبول کرلیا اور انصار یا مددگار کہلاتے تھے +

بعض یہہ بھی کہتے ہیں کہ سورۂ نحل میں ان مہاجرین کا بیان پایا جاتا ہے چنانچہ پانچویں رکوع میں مرقوم ہے کہ وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ۖ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝ ترجمہ۔ اور جنہوں نے گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اس کے کہ ظلم اٹھایا۔ البتہ ان کو ٹھکانا دینگے ہم دنیا میں اچھا اور ثواب آخرت کا تو بہت بڑا ہے اگر ان کو معلوم ہوتا +

پھر چودھویں رکوع میں سورۂ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ یعنے یوں ہے کہ تیرا رب ان لوگوں پر کہ وطن چھوڑا ہے بعد اس کے کہ بچلائے گئے پھر لڑتے رہے اور ٹھہرے رہے تیرا رب ان باتوں کے بعد

له یہہ سورت بہرکیف آخری زمانہ کی مکی سورتوں میں سے ہے۔ اگر یہہ حوالہ درست ہے تو ضرور یہہ آیات اس میں ہجرت کے بعد ایزاد کی گئی ہیں۔ جو اس میں متفق نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہہ حوالہ ان لوگوں کی طرف ہے جو حبشستان کی طرف چلے گئے تھے۔ مفسر حسین کہتا ہے کہ تینتالیسویں آیت میں انہیں لوگوں کا ذکر ہے جو حبش کی طرف چلے گئے تھے پر اچھے ٹھکانے سے مدینہ منورہ مراد ہے اور ایک سو گیارھویں آیت میں جس مہاجرت کا ذکر ہے وہ وہی ہے جو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف تھی چنانچہ لکھا ہے کہ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مر آنانرا کہ ہجرت کردند بسوئے مدینہ + اس سورت میں چند اور آیات بھی مثلاً ۱۱۵ و ۱۱۷ اور ۱۱۹ صریحاً ایسی ہیں جو کہ مدینہ میں نازل ہوئیں۔ سورۂ انفال کی بہتر ویں آیت میں مہاجرین کے ان برادرانہ حقوق کا ذکر پایا جاتا ہے لیکن اب اس قسم کے رشتہ کی کچھ ضرورت نہ تھی چنانچہ چھہتر ویں آیت میں ایسے حقوق منسوخ کئے گئے اور بمقابلہ مہاجرین اور انصاریوں کے حقیقی رشتہ داروں کو ترجیح دی گئی۔ اس آیت کے بارہ میں مفسر حسین یوں کہتا ہے کہ این آیت ناسخ توارثِ آن جماعت است کہ بسبب ہجرت و نصرت میراث میگیرند +

بخشنے والا ہی مہربان ۔ چونکہ مدینہ کی آب و ہوا نے مہاجرین مکہ کے ساتھ موافقت نہ کی اور وہ شب و روز اپنے وطن اور زاد بوم کی آب و ہوا کے ازبس خواہشمند تھے اس لئے یہہ نہایت ضروری معلوم ہوا کہ اُن کا انصاریوں یعنے مومنین مدینہ سے زیادہ قرابت اور یگانگت کا رشتہ استوار کرکے اُن کو وہاں بود و باش کرنے کی ترغیب وتحریص دلائی جاوے ۔ چنانچہ اُن میں ایک برادرانہ دعوت یا ضیافت قائم کی گئی اور اس برادرانہ یگانگت کے رشتہ میں دونوں طرف سے پچاس پچاس آدمی شامل ہوئے ۔ یہہ رشتہ یہانتک استوار تھا کہ اگر ایک فریق کا کوئی آدمی مرجاتا تھا تو دوسرے فریق سے جو شخص اُس کا بھائی قرار دیا گیا تھا متوفی کا وارث ہوتا تھا ۔ عرصہ ڈیڑھ سال کے یہی دستور رہا لیکن بعد میں جب اس دستور کی ضرورت نہ رہی تو پھر عام اور معمولی دستور توارث پر عمل درآمد ہونا شروع ہوگیا[۱] ۔

بعد ازاں مسلمانوں میں ایک عہد و پیمان ہوا جس میں اُن کی حفاظت اور انتقام کو ملحوظ رکھا گیا ۔ اس عہد و پیماں میں جنگی مقاصد کے لئے یہودیوں کو بھی شامل کیا گیا ۔ اس سے غرض عامہ یہہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کی حمایت کریں ۔ اگر ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو قتل کرتا تو اُس پر قصاص لازم تھا اور اُس سے انتقام لیا جاتا تھا ۔ نیز اس سے یہہ بھی غرض تھی کہ مصارف جنگ کے وہ خود متحمل ہوں ۔ مدینہ کو مقدس اور غیر مسخر قرار دیں اور جو لوگ اُن کی زیر حفاظت ہوں

---

[۱] ابن اسحاق اور روضۃ الاحباب میں ہے جو کچھ کہ بلی صاحب نے کتاب مسمی محمد اور محمدیت کے صفحہ ۲۲۵ میں اقتباس کیا ہے اسکا بعینہ مندرجہ بالا حاشیہ کے ملاحظہ کیجئے ۔

ان کے لئے حقوق حاصل کریں اور ہر طرح کے جھگڑے قضیہ میں نبی کے فیصلہ پر اکتفا کریں۔ یہودیوں کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے اور اس پر قائم رہنے کی اجازت تھی پر وہ محمد صاحب کی اجازت کے بغیر لڑائی میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ اس طرح آنحضرت شروع ہی میں تمام دینی ملکی اور فوجی امور میں حاکم بن بیٹھے اور جہاد و محاربہ میں یہودیوں سے مدد لیتے رہے۔ اس عرصہ میں ان کے درمیان صلح و ملاپ کو قایم کرنے کے لئے محمد صاحب نے حتی المقدور بہت کوشش کی۔ جب قبیلہ بنی نجار کا سردار مر گیا تو یہودیوں نے آنحضرت سے درخواست کی کہ ان کے لئے کوئی اس کا جانشین مقرر کرے آپ نے فرمایا کہ بلحاظ رشتہ ناتہ تم میرے بھیجے ہو۔ میں تم ہی میں سے ہوں مجھ کو اپنا سردار جانو۔ عین انہی ایام میں جبکہ آپ کو مدینہ میں اس قدر عروج حاصل تھا یہہ مشہور آیت نازل ہوئی کہ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ یعنے دین میں زبردستی نہیں ہے[1] + اس آیت میں خواہ منکرین کے سلوک کی طرف

---

[1] اگرچہ سورہ بقر کی ۲۵۷ آیت میں لکھا ہے کہ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ آیت صرف ظاہری آزادی کی صورت رکھتی ہے پر فی الحقیقت یوں ہی نہیں ہے۔ اس سے محض یہودی عیسائی مجوس اور صابئین مراد ہیں اور وہ بھی اس حالت میں کہ مطیع ہوں اور جزیہ ادا کریں۔ اہل عرب کے منکرین کے حق میں یہہ آیت آیت قتال سے منسوخ ہو گئی۔ چنانچہ سورہ بقر کی ۲۴۴ آیت میں مرقوم ہے کہ جب تک اسلام کو قبول نہ کریں واجب القتل ہیں۔ مفسر حسین لکھتا ہے کہ دنبا یہ کرد ہیچ کس را از یہود و نصاریٰ و مجوس و صابیان بر آوردن اسلام بشرط قبول جزیہ گفتہ اند کہ حکم این آیت بآیت قتال منسوخ است از تمام قبائل عرب جز دین اسلام قبول نبود اما با دیگران قتال باید کرد تا مسلمان شوند۔ جلد اول صفحہ ۴۸ +

پھر خلاصۃ التفاسیر میں یوں مندرج ہے کہ جہاد و قتال اس لئے نہیں ہے کہ خواہ مخواہ کوئی مسلمان

اشارہ ہو خواہ مدینہ کے یہودیوں کی طرف لیکن اس میں ذرا بھی شک نہیں ہر کہ یہہ اُسی وقت کہا گیا تھا جبکہ آپ نے ابھی اس شہر میں رہائش اختیار کی ہی تھی۔ یہہ بات ناممکن ہر کہ یہہ آیت جنگ بدر کے بعد سُنائی گئی ہو جبکہ اس کی عملی طور پر کامل تنسیخ ہو چکی تھی ۔

اس وقت مدینہ میں جو حالت تھی اس کا مورخ ابن اسحاق یوں بیان کرتا ہر کہ جب محمد صاحب نے مدینہ میں اپنی جگہ حاصل کر لی اور مہاجرین نے تقویت کی اور انصاریوں کے معاملات کا بخوبی انفصال ہو گیا تو اسلام کی نہایت استحکام کے ساتھ بنیاد پڑ گئی صوم و صلوٰۃ کو علانیہ ادا کرنے لگے۔ غربا کے لئے خیرات کے انتظام کئے گئے مجرموں کو سزائیں ملنے لگیں۔ حرام و حلال کا فیصلہ ہو گیا اور اسلام نے خصوصاً انصاریوں میں بہت زور پکڑا۔ فی الحقیقت اس وقت مدینہ میں اسلامی طاقت کو سب پر فوق حاصل تھا۔ تمام مسلمان ہر امر میں مطیع و منقاد تھے اور جو لوگ تا حال اس سے برطرف و برکنار تھے اب اُن پر بھی بہت کچھ اثر ہونے لگا ۔

اس مقام پر یہہ بات بھی قابل ذکر ہر کہ جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱ - بنائے جائیں بلکہ اسلام نہ لائیں تو مطیع بنیں ۔

پھر یوں لکھا ہر کہ کافر اسیر یا مرتد کا قتل کرنا بطور سزا دہی کے ہر (دیکھو جلد اول صفحہ ۲۰۲) ۔

ایک طرح سے ایسا معلوم ہوتا ہر کہ یہہ آیت دینی آزادی کی تعلیم دیتی ہر یا آزادانہ طور پر اپنے خیالات کو بیان کرنیکی اجازت دیتی ہر لیکن اس کا حاصل اسکے سوا اور کچھہ نہیں کہ چند قومیں جزیہ ادا کرنے اور ملکی مذہب کی مجوزہ شرائط کے نگاہ رکھنے سے قتل کی سزا سے مخلصی حاصل کر سکیں ۔

سب کے سب سچے اور حقیقی ایماندار نہ تھے۔ ظاہراً تو قدیمی عقد وحسد کو سب فراموش کر بیٹھے تھے پر دراصل یہہ معاملہ یوں نہ تھا۔ بہت سے نامی مسلمان پرانی عداوتوں کی یادگار سے اثر پذیر تھے۔ اگرچہ کسی طرح کی صوری مخالفت نظر نہ آتی تھی تو بھی اُن کے درمیان طرح طرح کے شکوک اور ہزارہا قسم کی بدگمانیاں تھیں۔ ابن اسحاق انکا یوں بیان کرتا ہے کہ وہ اپنے باپ دادوں کی بُت پرستی سے کچھہ دور نہ تھے اور دین اسلام کے وہ دل سے مطلق قائل نہ تھے پر چونکہ زیادہ تر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اسلئے وہ غلبۂ اسلام سے مغلوب ہوکر اسلامی جماعت میں شامل ہو گئے تھے اُنہوں نے دین اسلام محض اپنے بچاؤ کی ایک سبیل سمجھا تھا لیکن دلوں میں وہ لوگ اخلاص سے کوسوں دور اور آنحضرت کی تردید میں یہودیوں کے معاون ومددگار تھے۔ اس طرح شروع میں زبردستی ہوئی تھی اور لوگ اسلام قبول کرنیکو موت سے بچنے کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے۔ ایسے لوگ منافقین یا ریاکار کہلاتے تھے اور ایک عرصہ تک حتی الامکان مخالفت کرتے رہے۔

پھر چند سال بعد محمد صاحب کی طاقت بڑھہ گئی اُس وقت آپ نے علانیہ اُن کی تردید وتوہین شروع کردی۔ سورۂ منافقون میں جس کا نازل ہونا ۶ ہجری میں بیان کیا جاتا ہے انکے حق میں محمد صاحب کا آخری فتویٰ یوں مندرج ہے۔[۵] إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۞ اتَّخَذُوا

---

[۵] سورۂ منافقون کی پہلی دوسری ۔ساتویں اور آٹھویں آیات +

اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط اِنَّھُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ ھُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَھُوْنَ ○ یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ ترجمہ۔ جب آویں تیرے پاس منافق۔ کہیں ہم قائل ہیں تو رسول ہے اللہ کا اور اللہ جانتا ہے کہ تو اُس کا رسول ہے۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہہ منافق جھوٹے ہیں۔ اُنہوں نے رکھی ہیں اپنی قسمیں ڈھال بنا کر۔ پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے۔ یہہ لوگ جو کرتے ہیں بُرے کام ہیں۔ وہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو اُن پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے۔ جب تک کہ کھنڈ جاویں۔ اور اللہ کے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے لیکن منافق نہیں بوجھتے۔ کہتے ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو تو نکال دیگا جس کا زور ہے وہاں سے بے قدر لوگوں کو۔ اور زور اللہ کا ہے اور اُس کے رسول کا اور مومنین کا لیکن منافق نہیں سمجھتے +

مدینہ میں یہودی لوگوں کی ایک بڑی بھاری اور سرکردہ جماعت تھی اور ابتدا میں محمد صاحب کی اُن پر بڑی امید بن تھیں۔ اس کا سبب یہہ تھا کہ وہ لوگ الہام و وحی کے باب میں بہت کچھہ واقفیت رکھتے تھے۔ محمد صاحب نے بیان کیا ہے کہ اسلام یہودی اور مسیحی دین سب کے سب اپنی اصلیت میں ایک ہی اصل یعنی کتب سماوی پر مبنی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کو یہہ امید تھی کہ

یہودی لوگ اسلام کو من جانب اللہ قبول و تسلیم کرینگے اور کم از کم آنحضرت کو اہل عرب کے لئے رسول من اللہ مان لینگے جیسا اوپر ذکر ہوچکا ہے آپ نے اُن کے لئے بعض حقوق قایم رکھے اور اُن کے ساتھ آپ کا ایسا سلوک تھا جیسا اُن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جنسے باہمی عہد و پیمان ہو۔ علاوہ ازیں دینی امور میں آپنے یہودیوں کو بہت سی باتوں میں آزاد و مطلق العنان چھوڑا ہوا تھا۔ نولدیکی صاحب[۱] فرماتے ہیں کہ سورۂ عنکبوت کے پانچویں رکوع میں جو کہ مکی سورتوں میں آخری زمانہ کی خیال کی جاتی ہے اسی وقت کا ذکر پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں یوں مرقوم ہے ۔ وَلَا تُجَادِلُوۡۤا اَهۡلَ الۡكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ اِلَّا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ[۲]

---

[۱] دیکھو نولدیکی صاحب کا تحقیق درس قرآن صفحہ ۱۱۶

[۲] اس آیت سے کہ لَا تُجَادِلُوۡۤا اَهۡلَ الۡكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ اِلَّا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ مفسرین اسلام بہت گھبراہٹ میں ہیں حسینی بیان کرتا ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے ساتھ محمد صاحب نے عہد و پیمان کیا تھا یعنے وہ لوگ جو کہ اسلام سے معاہدہ رکھتے تھے اور جزیہ دیتے تھے یعنی ذمی تھے چنانچہ حسینی کے یہہ الفاظ ہیں کہ "یا اَهۡلَ الۡكِتٰبِ" یعنے کسانیکہ در عہد شما اند باجزیہ قبول کردہ اند۔ بعض حسینی مفسرین کا خیال ہے کہ اس آیت کے یہہ معنے نہیں کہ اہل کتاب سے نرمی کی جاوے بلکہ اُن سے خائف ہو کر ایسا فرمایا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ کَانَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ يَقۡرَءُوۡنَ التَّوۡرَاةَ بِالۡعِبۡرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوۡنَهَا بِالۡعَرَبِيَّةِ لِاَهۡلِ الۡاِسۡلَامِ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلعم لَا تُصَدِّقُوۡا اَهۡلَ الۡكِتٰبِ وَلَا تُكَذِّبُوۡهُمۡ وَقُوۡلُوۡا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنۡزِلَ یعنے اہل کتاب (یہودی) عبرانی زبان میں توریت کو پڑھتے ہیں اور اہل اسلام کے لئے عربی زبان میں اُس کی تفسیر کرتے ہیں پس پیغمبر نے فرمایا کہ اہل کتاب کو جھوٹا یا سچا کچھہ نہ کہو اور صرف یہہ کہو کہ ہم ایمان لاتے ہیں ساتھ اللہ کے اور ساتھ اُس

یعنے اور جھگڑا نہ کرو کتاب والوں سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو۔ مگر جو اُن میں بے انصاف ہیں۔ یہہ بات یوں ہی ہو یا نہ ہو پر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس وقت محمد صاحب اہلِ یہود سے دوستی پیدا کرنے کے لئے بہت ہی فکرمند تھے اور کسی طرح سے آپ نے اُن کو اپنا طرفدار اور حامی بنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ جس طرح یہودی لوگ یروسلم کی طرف مُنہہ کرکے نماز پڑھتے تھے آپ نے بھی اُنہیں کی طرح یروسلم کی طرف مُنہہ کرکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۵۔ چیز کے جس کو اُس نے نازل فرمایا +

فقال یا محمد هل تتکلم هذه الجنازة فقال رسول الله صلعم احدثکم اهل الکتب فلا تصدقوهم و تلا تکذبوهم و لکن قولوا امنا بالله و ملائکته و کتبه و رسله فان کان باطلا لم تصدقوهم و ان کان حقا لم تکذبوهم + پھر یوں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی جو ہی کہ مُردہ کے پاس سے گذرا اُس نے محمد صاحب سے کہا کہ ای محمد کیا یہہ مردہ بولتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اہل کتاب سے نہ موافقت رکھو اور نہ مخالفت بلکہ یوں کہ ہم ایمان لاتے ہیں ساتھ اللہ کے اور اُس کے فرشتوں اور اُس کے کلام اور اُس کے رسولوں کے اگر اُن کا کہنا جھوٹ ہے تو تم اُس کو مت مانو اور اگر سچ ہے تو تم نہ جھٹلاؤ اور ایسی جگہ اختیار کرو جو اُن کی موافقت اور مخالفت دونوں سے الگ رکھے۔ دیکھو گائیگر کی کتاب یہودیت اور اسلام کا صفحہ ۱۵ و ۱۶ +

بعض کہتے ہیں کہ سورۂ توبہ کی پانچویں آیت سے اسکی تنسیخ ہوگئی ہے اور سورۂ توبہ سوائے ایک کے قرآن کی ساری سورتوں سے آخر کی ہے اور یہہ اُسوقت نازل ہوئی تھی جبکہ یہودیوں کی مخالفت حد سے گذر گئی تھی چنانچہ سورۂ توبہ کی اس پانچویں آیت میں لکھا ہے کہ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم یعنے قتل کرو مشرکوں کو جہاں کہیں تم اُنہیں پاؤ۔ اس آیت کو آیت السیف کہتے ہیں لیکن اس امر کا تحقیق معلوم کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ اس سے بت پرستوں یا مسیحیوں کی طرف جو مشرک خیال کئے جاتے تھے اشارہ ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس سے خاصکر وہ آیت منسوخ ہو جو یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی تھی +

تما پڑھنی شروع کردی۔ عید کفارہ پر جو یہودی مہینے کی دسویں تاریخ کو ہوتی تھی یہودی لوگ روزہ رکھتے اور قربانیاں گذرانتے تھے۔ محمد صاحب نے بھی اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ وہ بھی ایسا ہی کیا کریں اس طرح آنحضرت نے بہت سے یہودیوں کے لئے اسلام میں داخل ہونا آسان کر دیا۔ ان اشخاص سے آنجناب کو بہت فائدہ پہنچا اور اُن سے آپ نے سلف کی کتب سماوی کی نسبت بہت کچھ سیکھا حتیٰ کہ یقین کرنے لگے کہ اُن کتابوں میں آپ کی آمد و تشریف آوری کی نسبت پیشین گوئیاں مندرج ہیں۔ بارہا ان لوگوں کا حوالہ دیا گیا ہی اور اُن کو آپ اپنی رسالت کے گواہوں کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ پر باوجود اس کے اکثر یہودیوں نے آپ کو بمعہ آپ کے دعاوی کے قبول کرنے سے انکار کیا کیونکہ جس نبی کے وہ انتظار میں تھے وہ داؤد کی نسل سے آنیوالا تھا۔ لہذا وہ آپ کے سخت مخالف ہو گئے اور آپ کے دعووں کے مطلق شنوا نہ ہوئے کیونکہ اُن کی کتاب کے مطابق آپ کے حق میں اُن کا یہی فیصلہ ہو سکتا تھا تاہم یہہ بات صاف ظاہر ہو گئی کہ جوں جوں اسلام ترقی کرتا جاویگا دوسرے ادیان و مذاہب کا تنزل لابدی ہوگا۔ اہل عرب میں سے بہت سے بت پرست مدینہ سے بھاگ گئے اور ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اُس حالت میں کئی یہودی معلم اور ربّی محمد صاحب کے سخت دشمن ہو گئے۔ چونکہ خدا نے اہل عرب میں سے اپنے لئے ایک رسول چنا اس لئے وہ حسد سے بھر گئے پر پھر بھی بعض یہودیوں نے خائف ہو کر محمد صاحب اور اُس کے نئے دین کو قبول کر لیا۔

مورخین اسلام لکھتے ہیں کہ یہہ مخص ظاہری طور پر پناہ لینے کے لئے مسلمان

ہوئے تھے پر درحقیقت اُنہوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا تھا بلکہ ریاکار اور منافق
تھے اِسی طرح نہ صرف اُن لوگوں میں سے جو اہل عرب سے مسلمان ہوئے تھے بلکہ
ان میں بھی جنہوں نے اہل یہود سے اسلام قبول کیا تھا منافق تھے۔ یہودیوں کی
دشمنی اور مخالفت آنحضرت کے حق میں ایسی ہی مضر اور خطرناک تھی جیسی بت پرستوں
کی۔ کیونکہ مقدم الذکر یعنے اہل یہود آپ کو صرف لڑائی اور ملکی معاملات میں ہی نقصان
نہیں پہنچاتے تھے بلکہ اُنہوں نے اسلام کی سخت نکتہ چینی اور طعن و تشنیع کے جاںگداز
تیروں سے بھی حضرت کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔

اب محمد صاحب نے قوم یہود کو مجموعی طور پر اپنا طرفدار بنانے سے مایوس ہوکر
اُن سے یوں سلوک کرنا شروع کیا کہ اُن کو بے ایمان اور بددیانت کہنے لگے اور اُن پر
یہ الزام بھی لگایا کہ وہ الٰہی نوشتوں کو تبدیل و تحریف کرتے ہیں۔

سورہ انعام زمانہ اخیر کی مکی سورتوں میں سے ہے پر صاف معلوم ہوتا ہے کہ اِس
اکانویں آیت ضرور بالضرور مدینہ میں اضافہ کی گئی ہے[1]۔ چنانچہ اِس آیت میں یوں
مسطور ہے کہ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِىْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ
تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا
اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۖ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِىْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ یعنے پوچھ
تو کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لایا روشنی اور ہدایت لوگوں کے واسطے جس کو
تم نے ورق ورق کرکے دکھایا۔ اور بہت چھپا رکھا۔ اور تم کو اس میں سکھایا جو نہ جانتے

---

[1] دیکھو نولدکی صاحب کا گشتی دس قرآن صفحہ ۱۲۵۔

تھے تم اور نہ تمہارے باپ دادے۔ کہ اللہ نے اُتاری پھر چھوڑ دے اُن کو اپنی بہک میں کھیل کریں +

اس مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد صاحب نے اُن کے کاغذوں پر لکھنے کے باعث اُن پر توریت کی تحریف کا الزام نہیں لگایا بلکہ اُن پر آنحضرت نے جو الزام لگایا وہ یہہ تھا کہ وہ توراِت کے بعض حصص کو اس غرض سے چھپا رکھتے تھے کہ کسی طرح آپ کے دعویٰ[1] کے تحت میں نہ آویں۔ چنانچہ سورۂ بقر میں جو کہ سنہ ہجری[2] میں مدینہ میں نازل ہوئی تھی یہود کے برخلاف کئی مرتبہ وحی نازل ہوئی۔ اگرچہ اس امر کی نسبت طول طویل تشریح کی گنجایش نہیں تاہم سورۂ بقر اور بعض اور سورتوں کے چند مقامات سے مختصر مندرجات پیش کرنے سے یہہ معاملہ صاف ہوجائیگا۔ چنانچہ سورۂ بقر کے پانچویں رکوع میں یوں مرقوم ہی کہ یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوٓا

---

[1] اڈویل صاحب فرماتے ہیں کہ محمد صاحب نے یہود و نصاریٰ پر پاک نوشتوں کی تحریف کا الزام نہیں لگایا بلکہ اس نے یوں کہا کہ یہہ لوگ کلام اللہ کی تفسیر میں غلط کرتے ہیں تاکہ مجھ کو جھٹلاویں اور میرے دعاوی کو قبول نہ کریں۔ محمد صاحب کے تمام اقوال اور فتوے جو کہ یہود و نصاریٰ اور اُن کی کتابوں کے حق میں ہیں اُن سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ جہانتک اسکو اُن کی نسبت علم تھا وہ اُنکو صحیح اور درست قرار دیتا ہی۔ دیکھو راڈویل صاحب کا قرآن ۴۳۴ +

[2] اس سورت کے بہت سے حصے مکی ہیں اور خصوصاً نفس مضمون سے پتہ لگتا ہی کہ اُنیسویں آیت سے ستائیسویں آیت تک ایام مکہ سے تعلق رکھتی ہی کیونکہ اُنیسویں آیت میں الفاظ یٰاَیُّھَا النَّاس یعنے اے لوگو

اَوَّلَ کَافِرٍ بِہٖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا وَّاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ○ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ یعنے ای بنی اسرائیل یاد کرو میرا احسان جو مینے کیا تم پر اور پورا کرو قرار میرا تو میں پورا کروں قرار تمہارا اور میرا ہی ڈر رکھو۔ اور مانو جو کچھ مینے اُتارا سچ بتاتا تمہارے پاس والے کو۔ اور مت ہو تم پہلے منکر اُس کے اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور مجھ ہی سے بچتے رہو اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور یہہ نہ چھپاؤ سچ کو جانکر۔

سورہ بقر میں خدا کے تعالیٰ کے اُن احسانات کا بیان جو اُس نے بنی اسرائیل پر موسیٰ کی معرفت اور بیابان میں کئے نہایت طوالت کے ساتھ مندرج ہی چنانچہ اُنسٹھویں آیت میں جس پر اکثر بہت کچھ مناظرہ و مباحثہ ہوتا ہی یوں لکھا ہی کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ یعنے یوں ہی کہ جو لوگ مسلمان ہوے اور جو لوگ یہود ہوئے اور نصاری اور صابئین[۱] جو کوئی یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹۔ پائے جاتے ہیں اور اہل مدینہ کے حق میں آپ ان الفاظ کو استعمال نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ان کو یاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنے ای ایمان لانیوالو کہکر پکارا کرتے تھے +

[۱] صابئین کی نسبت مفسرین کا عموماً یہہ خیال ہی کہ یہہ ایک ایسی جماعت تھی جسکے مذہب میں یہودیت اور مسیحیت دونوں مذہبونکی باتیں ملی ہوئی تھیں۔ وہ ایک واحد خدا کی پرستش کرتے تھے اگرچہ بعض کی رائے اس امر میں اتفاق نہیں کرتی۔ زبوروں کی تلاوت کرتے اور مکہ کی طرف منہہ کرکے نماز ادا کرتے تھے اور فرشتوں کو بھی پوجتے تھے۔ اس ساری آیت کا اصل مطلب اور لب لباب یوں

اور کام کیا نیک تو ان کو ہو اُن کی مزدوری اپنے رب کے پاس اور نہ ان کو ڈر ہو اور نہ وے غم کھاویں *

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ تمام مذاہب یکساں ہیں ویہ عوام الناس کا خیال یہہ نہیں ہی کیونکہ بعض مفسرین کے نزدیک مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا کے معنے یہہ ہیں کہ جن لوگوں نے ابتک اسلام کو قبول نہیں کیا وہ اپنی نادرستی سے باز آویں اور اسلام کو قبول کریں - اور بعض کہتے ہیں کہ سورۂ آل عمران کی اناسیویں آیت سے یہہ آیت منسوخ ہو گئی ہی چنانچہ اس آیت میں یوں مرقوم ہی کہ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ یعنے اور جو کوئی چاہے سوائے اسلام کی حکمبرداری کے اور دین سو اُس سے ہرگز قبول نہ ہوگا - اور وہ آخرت میں خراب ہی *

جو یہودی مسلمان ہو گئے تھے اُن میں سے بعض کی ریاکاری اور نفاق کا بیان سورۂ بقر کی اکہترویں آیت سے چھہترویں آیت تک یوں مندرج ہی کہ وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۰ - بیان کیا جاتا ہی کہ کوئی مسلمان یا کتابی یا غیر کتابی جب ایمان لائے اچھے کام کیئے اُسے خوف نہیں - دیکھو خلاصۃ التفاسیر جلد اوّل صفحہ ۲۷ - راڈویل صاحب کے قرآن صفحہ ۴۴۲ میں یوں مندرج ہی کہ صابیین سے وے یحییٰ مراد ہیں جو یحییٰ کے شاگرد تھے - صابیین کے حالات مفصل طور پر دریافت کرنے کے لئے ایس - لین پول کی کتاب المطالعہ فی المسجد کو ۲۵۱ سے ۲۸۸ صفحہ تک مطالعہ فرمائیے علمائے اسلام کہتے ہیں کہ اس آیت نے اُن دینوں کو منسوخ کر دیا جو گذر گئے یا پیدا کیئے جائیں * خلاصۃ التفاسیر جلد اول کے صفحہ ۱۲۷ کو ملاحظہ کیجئے *

اٰمَنُوۡا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَا بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ قَالُوۡۤا اَتُحَدِّثُوۡنَهُمۡ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ لِيُحَآجُّوۡكُمۡ بِهٖ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝ اَوَلَا يَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ ۝ وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِىَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ ۝ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ ۝ وَقَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدَةً ؕ قُلۡ اَتَّخَذۡتُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ عَهۡدًا فَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ عَهۡدَهٗۤ اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ بَلٰى مَنۡ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتۡ بِهٖ خَطِيۡٓــئَتُهٗ فَاُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝ یعنے اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے کہتے ہیں ہم مسلمان ہوئے۔ اور جب اکیلے ہوتے ہیں ایک دوسرے پاس کہتے ہیں کہ تم کیوں کہہ دیتے ہو اُن سے جو کھولا ہے اللہ نے تم پر کہ جھٹلاویں تم کو اسی سے تمہارے رب کے آگے کیا تم کو عقل نہیں ؟ کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ کو معلوم ہے جو چھپاتے ہیں اور جو کھولتے ہیں ؟ اور ایک اُن میں اَن پڑھ ہیں۔ نہیں خبر رکھتے کتاب[1] کی مگر باندھ لی اپنی آرزوئیں اور اُن پاس نہیں مگر اپنے خیال۔ سو خرابی ہے اُن کی جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے کہ مول لیویں اس پر مول تھوڑا۔ سو خرابی ہے اُن کو اپنے ہاتھ کے لکھے سے اور خرابی ہے اُن کو اپنی کمائی سے۔ اور کہتے ہیں ہم کو آگ نہ لگیگی مگر کئی دن گنتی کے۔ تو کہہ کیا لے چکے

---

[1] توارات شریف +

ہو اللہ کے یہاں سے قرار۔ تو البتہ خلاف نہ کریگا اللہ اپنا قرار۔ یا جوڑتے ہو اللہ پر جو معلوم
نہیں۔ کیوں نہیں جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اُس کو اُس کے گناہ نے سو
وہی ہیں لوگ دوزخ کے۔ وہ اُسی میں رہ پڑے۔
جو لوگ اِس بات پر جمے اور کہتے رہے کہ پاک نوشتوں میں محمد صاحب کے حق
میں کچھ بھی ذکر نہیں ہے اُن کے حق میں آپ نے اِسی صورت میں ذرا آگے چلکر
یوں فرمایا کہ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَآءُ
مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ
یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ ط یعنے کیا مانتے ہو تھوڑی کتاب اور منکر ہوتے
ہو تھوڑی سے پھر کچھ سزا نہیں اسکی جو کوئی تم میں یہہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی
میں اور قیامت کے دن پہنچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں +
جب اُنہوں نے قرآن کو من جانب اللہ قبول نہ کیا تو اُن کی ضد سے تنگ آکر
آپ نے سورہ بقر کے گیارھویں رکوع میں یوں عتاب فرمایا فَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی
الْکٰفِرِیْنَ یعنے لعنت ہو اللہ کی منکروں پر + پھر اسی رکوع میں فرمایا کہ بِئْسَمَا
اشْتَرَوْا بِہٖٓ اَنْفُسَھُمْ اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ
اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ج فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰی
غَضَبٍ ط یعنے برے مول خرید کیا اپنی جان کو کہ منکر ہوئے اللہ کے اتارے کلام سے
اس ضد پر کہ اتارے اللہ اپنے فضل سے جسپر چاہے اپنے بندوں میں سے سو کما

لائے غصہ پر غصہ[۵] +

پھر سورۂ بقر کے سولھویں رکوع میں اُس وعدہ کا ذکر ہے جو خدا نے محمد سے روگردان ہونیوالوں کی مخالفت کے مقابلہ میں آپ کی حفاظت کے بارہ میں کیا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ ۚ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ؕ یعنے پس اگر وہ بھی یقین لاویں جس طرح تم یقین لائے تو راہ پاویں اور اگر پھر جاویں تو وہی ہیں ضد پر سو اب کفایت ہے تیری طرف سے اُن کو اللہ اور وہی ہے سُنتا جانتا پھر اسی رکوع میں اُن پر یہی الزام لگایا گیا ہے کہ پاک نوشتوں میں آنحضرت کی آمد کی نسبت جو کچھ درج تھا اُسکو اُنہوں نے درج نہیں کیا بلکہ اُسکو پوشیدہ رکھتے تھے چنانچہ یوں لکھا ہے کہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَہَادَۃً عِنْدَہٗ مِنَ اللّٰہِ ؕ یعنے اور اُس سے ظالم کون جس نے چھپائی گواہی جو تھی اُس پاس اللہ کی + پھر سورۃ البینہ جس کو ترتیب کے لحاظ سے سورۂ بقر کے بعد کی سمجھنا چاہئے اس کی پہلی تین آیات میں یوں مذکور ہے کہ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ

---

[۵] غضب علی غضب کے بیان میں مفسر مجاہد کا قول ہے کہ پہلا غضب اُن پر ہے جنہوں نے توراۃ شریف کو رد کیا اور دوسرا غضب اُنپر جو محمد صاحب کی رسالت پر ایمان نہ لائے خلاصۃ التفاسیر جلد اول کا صفحہ نمبر ۱۵ مطالعہ کیجئے +

مفسر حسینی فرماتے ہیں کہ اول غضب اُن پر ہے جنہوں نے مسیح اور انجیل کو قبول نہیں کیا اور دوسرا اُن پر جو حضرت محمد اور قرآن کو من جانب اللہ جانکر ایمان نہ لائے تفسیر حسینی جلد اول کا صفحہ نمبر ۱۶ ملاحظہ کیجئے +

الْبَیِّنَةُ ۙ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِیْهَا کُتُبٌ قَیِّمَةٌ ۝

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ ۝

یعنے نہ تھے وہ لوگ جو منکر ہیں کتاب والے اور شریک والے باز آتے جب تک پہنچے انکو کھلی بات ایک رسول کا پڑھنا ورق پاک اس میں لکھیں کتابیں مضبوط اور پھوٹے وہ جنکو ملی ہے کتاب سو جب آچکی اُن کو کھلی بات ۔

پھر سورہ آلِ عمران کے آٹھویں رکوع میں اسی خیال کے مطابق الزام لگایا گیا ہے چنانچہ یوں مرقوم ہے کہ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْکِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْکِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْکِتٰبِ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ یعنے اور اُن میں سے ایک لوگ ہیں کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب کہ تم جانو وہ کتاب میں ہے اور وہ نہیں کتاب میں اور کہتے ہیں وہ اللہ کا کہا ہے۔ اور وہ نہیں اللہ کا کہا اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں جانکر ۔

پھر سب سے آخری سورت یعنے سورۃ المائدہ کے تیسرے رکوع میں یوں مسطور ہے کہ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِهٖ ۚ یعنے بدلتے

لہ اکثر مفسرین اسکا یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ لوگ محمد صاحب کی تشریف آوری سے پہلے ایک نبی کی آمد کے منتظر تھے کہ جب وہ آوے تو اُسکی تقلید و پیروی کریں پر جب آنحضرت آگئے تو بعضوں نے مان لیا اور بعض منکر ہوگئے چنانچہ تفسیر جلالی اور حسینی میں یوں لکھا ہے کہ پیش از بعثت آنحضرت ہمہ مجتمع بودند بر تصدیق وے و بعد ازانکہ مبعوث شد مختلف شدند۔ بعضے گروید ند بوے و برخے کافر شدند ۔

نہیں کلام کو اپنے ٹھکانے سے اور بھول گئے ایک فائدہ لینا اُس نصیحت سے جو اُن کو کی تھی۔ نیز مرقوم ہے یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ یعنے اے کتاب والو آیا ہے تم پاس رسول ہمارا کھولتا ہے تم پر بہت چیزیں جو تم چھپاتے تھے کتاب کی اور درگذر کرتا ہے بہت چیزوں سے تم پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرتی جس سے اللہ راہ پر لاتا ہے جو کوئی تابع ہوا اُس کی رضا کا بچاؤ کی راہ پر اور اُنکو نکالتا ہے اندھیرے سے روشنی کیطرف اپنے حکم سے اور اُن کو چلاتا ہے سیدھی راہ ؂

اِن مذکورہ بالا آیات میں یہود و نصاریٰ پر جسقدر الزامات لگائے گئے ہیں اُنسے ہرگز ہرگز یہہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ یہود و نصاریٰ نے پاک نوشتوں میں تحریف و تبدلات کئے بلکہ اُن پر صرف یہی الزام لگایا گیا ہے کہ انھوں نے توریت و انجیل کی بہت سی باتوں کو جنھیں محمد صاحب اپنی بشارت کی دلیل گردانتے تھے پوشیدہ رکھا اور ظاہر نہیں

؂ تحلیہ یہہ الزام لگایا گیا ہے کہ یہودی توریت شریف کے اُن حصص اور آیات کو پوشیدہ رکھتے تھے جنہیں محمد صاحب کی تعریف مندرج تھی اور نصاریٰ اُس پیشینگوئی کو چھپاتے تھے جو مسیح نے اپنے بعد ایک پیغمبر یعنے آنحضرت کے من جانب اللہ آنے کی نسبت کی تھی۔ مِمَّا کُنْتُمْ تُکْتُمُوْنَ کے معنے دیئے ہیں جو کہ یہود و نصاریٰ کے تعلق میں بیان کئے گئے ہیں چنانچہ تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۱۴۰ میں یوں مرقوم ہے کہ از آنچہ بستید کہ آنرا پنہاں میداریدمِنَ الْکِتٰبِ چوں نعتِ محمد مصطفیٰ و آیت رجم و از انجیل چون بشارتِ عیسیٰ بر احمد ؂

کیا اُس میں بھی محض اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ توریت و انجیل میں جو کچھ محمد صاحب کے حق میں مندرج تھا اُسکو انہوں نے پوشیدہ رکھا +

اِس امر کا ہرگز ہرگز کوئی ثبوت بیان نہیں کیا گیا کہ توریت و انجیل کی تحریف ہو گئی اور اب وہ حقیقی اور قابل عمل نہیں ہے بلکہ نہایت صفائی اور صراحت سے اس امر کا بیان اسکے برخلاف اور توریت و انجیل کی صحت و درستی پر دال ہے۔ چنانچہ سورۂ المائدہ میں مرقوم ہے کہ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ یعنے تحقیق نازل کیا ہم نے توریت کو اور اُس میں ہدایت اور نور ہے + اور نیز یہ ہے کہ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ یعنے اے کتاب والو تم کچھ راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو توریت اور انجیل اور جو کچھ تم کو اترا تمہارے رب سے +

اب مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ توریت و انجیل پر بھی قرآن کی طرح ایمان لانا اور عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر توریت و انجیل کی تحریف و تنسیخ ہو جاتی تو قرآن ہرگز ہرگز اُن کو صحیح اور قابل قبول بیان نہ کرتا۔ درحقیقت ان کتب مقدسہ کی صحت و درستی اور حفاظت من اللہ کی گواہی محمد صاحب خود قرآن سے سورہ مائدہ کے ساتویں رکوع میں یوں پیش کرتے ہیں کہ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ[۱] یعنے اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب تحقیق سچا

---

[۱] + مفسر حسین نے لفظ مہیمنا کا ترجمہ نگہبان کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ نگاہبان کتب را محافظت میکند از تغیر + دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ نمبر ۱۴۸ اس آیت میں قرآن کی نصابات تا م کتب سماوی پر ثابت ہے اسلئے کہ اسے محافظ امین۔ شاہد۔ امانتدار سب کتابوں کا قرار دیا۔ پس قرآن جامع

کرتی اگلی کتابوں کو اور سب پر شامل +

پس اب صاف ظاہر ہے کہ توریت و انجیل کی محمد صاحب سے پہلے تحریف نہیں ہوئی کیونکہ قرآن اُن کی تائید کرتا ہے اور اگر از روئے اسلام بھی بہ نظر تعمق دیکھا جاوے تو جب قرآن توریت و انجیل کی حفاظت و نگہبانی کا دعویٰ کرتا ہے تو اُن میں کسی طرح کی تحریف و تخریب کا وقوع میں آنا ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ ناممکن ہے + جو حامیان اسلام اس معاملہ میں تلخ گوئی اور لایعنی لن ترانیوں پر اُتر پڑتے ہیں وہ ایک طرح سے صاف اقرار کرتے ہیں کہ وہ قرآن سے بالکل ناواقف ہیں اور نہ صرف یہہ بلکہ قرآن کی ازحد بے عزتی اور توہین کا باعث ہوتے ہیں۔ کیونکہ قرآن توارت و انجیل کی محافظت کا ذمہ وار ہوتا ہے اور یہہ اُن کی تحریف و تخریب پر زور دیتے ہیں یا یوں کہیں کہ قرآن کی مخالفت اور تکذیب کرتے ہیں +

لہذا اگر کتب مقدسہ تحریف ہوگئیں ہیں تو قرآن اپنے فرض کے ادا کرنے سے قاصر رہا۔ یا یوں کہیں کہ قرآن نے جو کچھ توریت و انجیل کی حفاظت و نگہبانی کا دعویٰ کیا وہ محض دعویٰ ہی دعویٰ تھا + اصل بات یہہ ہے کہ محمد صاحب کو کتب مقدسہ کی صحت و درستی کے باب میں کسی طرح کا شک و شبہ نہ تھا۔ لیکن جب آنحضرت نے دیکھا کہ اب یہودیوں سے کچھ غرض و مطلب نہیں ہے تو مناسب جانا کہ ان کو غیر معتبر قرار دے + یہہ امر نہایت ہی قابل توجہ اور غور کے لائق ہے کہ بائبل شریف کی تحریف

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷- و شامل ہے اور ہدایت میں کامل۔ خلاصۃ التفاسیر جلد اول کا صفحہ نمبر ۵۲۹ ملاحظہ فرمائیے :۔

و تخریب کے باب میں جسقدر آیات قرآن میں پائی جاتی ہیں وہ سب کی سب مدینہ میں نازل ہوئی تھیں +

جب یہودیوں کو اس طرح زیر و زبر کی گئی اور اُن کو اپنے مطالب و مقاصد کے لیئے غیر ضروری سمجھ کر رد کر دیا تو پھر آنحضرت کو اُن کی مطابقت و موافقت کی بھی ضرورت نہ معلوم ہوئی چنانچہ آپ نے اب یروشلم کی جگہ پھر مکہ کو قبلہ قرار دیا اور اس تبدیلی کے باب میں حسب معمول وحی آسمانی کو پیش کیا +

اس متذکرہ بالا تبدیلی کی بابت سورۂ بقر میں بہت سی آیات نازل ہوئیں اور اُن میں یوں بیان کیا گیا ہی کہ کعبہ اور حضرت ابراہیم کا دین جسکا اسلام از سر نو زندہ کرنے کا دعویدار ہی یہودی دین اور یہودیوں سے قدیم تر ہے نیز نصاریٰ کی طرف بھی ان الفاظ میں کہ ہم نے سارنگ اللہ کا[1] اشارہ کیا گیا ہی اور اس سے یہ مراد ہی کہ صرف

---

[1] پہلے جب محمد صاحب نے مکہ کی جگہ یروشلم کو قبلہ مقرر کیا تھا اس تبدیلی کا ذکر قرآن میں کہیں نہیں پایا جاتا بلکہ خیال کیا جاتا ہے کہ سورۂ بقر میں دوسرے سیپارہ کی پہلی آیت میں اسی باب میں یوں لکھا ہے کہ سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَن قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا یعنے اب کہینگے بیوقوف لوگ کاہے پر پھر گئے مسلمان لوگ اپنے قبلے سے جس پر تھے؟ اور اُسپر مفسر جلال الدین فرماتے ہیں لَمَّا هَاجَرَ أُمِرَ بِاسْتِقْبَالِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ تَأَلُّفًا لِلْيَهُودِ سِتَّةً أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا یعنے جب محمد صاحب نے ہجرت کی تو اپنے تمام مومنین کو حکم دیا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کریں یہ صرف چھ ماہ یہودیوں کے لئے تھا بعد ازاں پھر کعبہ ہی قبلہ مقرر ہو گیا +

[2] سورۂ بقر میں صرف صِبْغَةَ اللَّهِ یعنے خدا کا رنگ لکھا ہوا ہی اور سیل صاحب نے لفظ ہم نے کیا زیادہ کیا ہی راڈویل صاحب لفظ اسلام کی ابزادی سے لکھتے ہیں کہ خدا کا رنگ یا بپتسمہ اسلام ہی + پامر صاحب فرماتے ہیں کہ اسکے معنے خدا کے رنگ کے ہیں اور کپڑا رنگنے سے ماخوذ ہی صبغہ کے معنے بپتسمہ کے نہیں ہیں

اسلام قبول کرنے سے انسان کی حقیقی نئی پیدائش ہوتی ہے۔ چنانچہ قبلہ کی تبدیلی کے متعلق مفصل طور پر دوسرے سیپارہ کے پہلے رکوع میں یوں لکھا ہے کہ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۝ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۝ یعنے اور وہ قبلہ جو ہم نے ٹھہرایا جس پر تو تھا نہیں مگر اسی واسطے کہ معلوم کریں کون تابع ہے رسول کا اور کون پھر جاویگا اُلٹے پاؤں ؟

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹۔ مفسرین اسکے ترجمہ میں متفق نہیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکے معنے محض دین اللہ کے ہیں اور بعض ختنہ کے معنے بیان کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگرچہ یہودیوں نے ختنہ کے عوض میں بپتسمہ کی رسم اختیار کی ہے تو بھی مسلمان کہتے ہیں کہ اصلی بپتسمہ ہے جو اپنے پورا کرنیوالے کو پاک کرتی ہے۔ اور جو اس خیال میں متفق ہیں وہ اسکا یوں بیان کرتے ہیں کہ صبغۃ اللہ ختنہ است و آں تطہیر مسلمان است یعنے صبغۃ اللہ ختنہ ہے اور وہ مسلمانوں کو پاک کرتا ہے۔ تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۲ +

نیز اسی لفظ کے معنے محض رنگ کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص دین جدید کی میں داخل ہوتا تھا تو اُسکے جسم اور لباس کو زرد رنگ میں رنگتے تھے۔ پر بعض کا یہ خیال ہے کہ اسکے بال بچوں کو زرد رنگ گھول کر پانی میں بپتسمہ دیتے تھے۔ پھر یوں بھی بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص مسلمان ہوتا تھا تو استعارہ کے طور پر اس سے روحانی بپتسمہ مراد لیتے تھے کیونکہ وہ بت پرستی کی نجاست و آلائش سے پاک وصاف کیا جاتا تھا۔ غرض ان تمام باتوں میں مفسرین اسلام اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ خواہ بلحاظ قبلہ دیکھیں یا بلحاظ بپتسمہ عیسائیوں کے درمیان مسلمانوں سے اچھی اور عمدہ رسوم نہیں ہیں۔ خلاصۃ التفاسیر جلد اول کا صفحہ نمبر ۰ ملاحظہ فرمائیے۔

اور یہہ بات بھاری ہوئی مگر اُن پر جن کو راہ دی اللہ نے۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کرے تمہارا یقین لانا البتہ اللہ لوگوں پر شفقت رکھتا ہے مہربان۔ ہم دیکھتے ہیں پھر پھر جانا تیرا منہہ آسمان میں سو البتہ پھیر دینگے تجھہ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے اب پھیر منہہ اپنا مسجد الحرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیرو منہہ اُسی کی طرف +

محمد صاحب کی زندگی میں مذکورہ بالا تبدیلی کی نسبت احادیث میں بہت سے قصے مندرج ہیں چنانچہ منجملہ ان کے ایک یہہ بھی ہے کہ جب آپ نے یہودیوں کو اس درجہ کا ضدی پایا تو جبرائیل فرشتہ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ خدا پھر کعبہ کو ہمارا قبلہ مقرر کردے جبرائیل نے جواب دیا کہ خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں تو بہت عزیز و ممتاز ہے۔ سو بہتر یہہ ہے کہ تو خود ہی خدا سے اس امر کی درخواست کرے +

اس کے بعد قبلہ کی تبدیلی کے لئے آپ ہمیشہ وحی آسمانی کے منتظر رہتے تھے + علاوہ ازیں پہلے جو یہودیوں کے ساتھہ روزے رکھتے تھے اب اُن کے عوض ماہِ رمضان روزوں کا مہینہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ سورہ بقر کے ۲۳ ویں رکوع میں لکھا ہے شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَھِدَ مِنْكُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْهُ ط یعنے مہینہ رمضان کا جس میں نازل ہوا قرآن۔ ہدایت واسطے لوگوں کے اور کھلی نشانیاں راہ کی اور فیصلہ۔ پھر جو کوئی پاوے تم میں یہہ مہینہ تو وہ روزہ رکھے اور پھر اسی سورت کے انیسویں رکوع میں یہودیوں کو نہایت سختی سے یوں خطاب کیا گیا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ

فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ یعنی جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ اتارا ہم نے صاف حکم اور راہ کے نشان بعد اس کے کہ ہم اُن کو کھول چکے لوگوں کے واسطے کتاب[۱] میں۔ ان کو لعنت دیتا ہے اللہ اور لعنت دیتے ہیں سب لعنت دینے والے +

یہودیوں میں سے جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا اُن میں سے بعض ان مذکورہ بالا تغیر و تبدل کے باعث یا چند دوسرے عام اسباب کی وجہ سے یہودی شریعت کی بعض باتوں کو قائم رکھنا چاہتے تھے۔ ان کو سورہ بقر کے چھبیسویں رکوع میں یوں عتاب کر کے خبردار کیا گیا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْکُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍ بَیِّنَةٍ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ[۲] اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ یعنے اے ایمان والو داخل ہو مسلمانی میں پورے اور مت[۳] چلو

---

[۱] جس کتاب کا اس جگہ ذکر ہے اس سے توریت مراد ہے اور جو لوگ اسکے معانی کو چھپاتے ہیں اُنپر خدا کی طرف سے لعنت ہے اور دوسرے لعنت کرنیوالوں سے فرشتے جن اور آدمی مراد ہیں + دیکھئے تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۶ اور تفسیر عبداللہ ابن عباس صفحہ ۲۹ +

[۲] نعمۃ اللہ سے بعض کے نزدیک خود محمد صاحب مراد ہیں پر بعض زیادہ صحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس سے قرآن مراد ہے +

[۳] مفسرین کا بیان ہے کہ یہ دین یعنے سلم سے دین اسلام مراد ہے اور خطوات الشیطن یعنے شیطان کے قدموں سے شیطان کا فریب اور اس کی وہ دھوکہ دہی مراد ہے جسکے وسیلہ سے وہ یہودیوں کو

قدموں پر شیطان کے۔ وہ تمہارا صریح دشمن ہی۔ پھر اگر ڈگنے لگو بعد اسکے کہ پہنچے تم کو صاف حکم تو جان رکھو کہ اللہ زبردست ہی حکمت والا۔ پوچھ بنی اسرائیل سے کتنی دیں ہم نے اُن کو واضح آیتیں؟ اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت بعد اس کے کہ پہنچ چکے اُس کو۔ تو اللہ کی مار سخت ہی +

حضرت محمد اور یہودیوں کے درمیان یہہ دشمنی ایک قدرتی بات تھی اور بالکل امر طبعی کا حکم رکھتی تھی۔ فقط یہی بات نہ تھی کہ یہودی لوگ محمد صاحب کی تعلیم اور اُن کے دعاوی کو قبول نہیں کر سکتے تھے بلکہ عملی طور پر خاصکر اصولی باتوں میں انکی عزت مخالفت کی گئی تھی + جیساکہ آگے چلکر بیان کیا جاویگا آنحضرت بہت چاہتے تھے کہ اہل عرب کی پرانی رسومات قائم رہیں۔ یہانتک کہ آپ نے بُت پرستوں اور منکروں کے بہت سے دستوروں کو اسلام میں قائم رکھا۔ وہ لوگ اپنی شریعت کے مطابق اپنی رسومات کے بڑے حامی تھے اور اُنکی اکثر رسومات اُنکی شریعت پر مبنی تھیں۔ اب وہ وقت آگیا کہ محمد صاحب یہودیت سے بالکل دست بردار ہوں اور بعض عربی مصنف بیان کرتے ہیں کہ اسوقت آپنے بہت سے تغیر و تبدیل کرنے شروع کئے اور اس سے خاص غرض یہہ تھی کہ یہودیت کی مشابہت اسلام

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۲۔ شریعت کی اطاعت کی طرف ترغیب دیکر تعریض دلاتا ہی جیسا کا بیان تفسیر حسینی جلد دوم کے صفحہ پر یوں کیا گیا کہ وساوس شیطانی باحکام منسوخہ یعنے منسوخ شدہ شریعت کی بابت شیطان کے وسوسے ہیں +

سلہ بن گا برحملۂ کراھۃ لموافقۃ النفی التشبیہ بالیہود کو اپنی کتاب مسمی Wahat Mohamedans dem Judenthume Afge-nommen کے صفحہ ۳۰ میں اقتباس کرتے ہیں اور یہہ فاضل اس امر کو بیان کرتے ہیں کہ محمد صاحب

سے بالکل جاتی رہے +

جب آپنے یہودیوں کو اس طرح رد فرمایا تو اسیوقت ساتھ ہی ساتھ آنحضرت نے اہل مکہ کو حج کعبہ کی اجازت دیکر اُن کے ساتھ میل ملاپ اور رشتہ اتحاد قائم کرنیکی کوشش کی چنانچہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۳ - نے کسقدر تغیر و تبدل کئے۔ پھر وہ نماز عشا کا ذکر بھی کرتے ہیں جو کہ شام کے کھانے کے بعد یہودی احکام کے برخلاف پڑھی جاتی تھی۔ مستورات کے متعلق جسقدر قوانین ہیں وہ سب کے سب یہودیوں کی نسبت اہل عرب کے دستورات سے زیادہ تر موافقت رکھتے ہیں +

سورہ بقر کے تیئیسویں رکوع میں جو یہ اجازت دی گئی ہے کہ اُحل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم یعنے حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں بے پردہ ہونا اپنی عورتوں سے وغیرہ بالکل یہودی تعلیم کے خلاف ہے۔ اور پھر عورتوں کے متعلق اسی سورت میں آگے چلکر جو قوانین مقرر کئے ہیں وہ نہایت ہی نفرت انگیز ہیں۔ یہانتک کہ سید امیر علی صاحب کے نزدیک ایسی آیات بعد کی آیات سے منسوخ ہو گئی ہیں۔ (دیکھو لائف اوف محمد صفحہ نمبر ۲۴۸) بر تاہم اسلام اس سے دست بردار نہیں ہوا بلکہ یہہ قانون بدستور جاری ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ کس طرح محمد صاحب نے اسلام کو یہودیت سے الگ کرنے کی کوشش کی۔ سید امیر علی صاحب اپنی کتاب Personal Law of the Muhammadans کے صفحہ ۳۲۵ پر اس قانون کا ذکر کرتے ہیں۔ اور بحیثیت مورخ قرآنی تخالف پر افسوس کرتے ہیں اور اسکی صحت کو مشکوک و مبہم قرار دیتے ہیں۔ پر ایک ماہر شریعت دان کی حیثیت میں وہ اس کی ضرورت کے بھی اقراری ہیں جو قانون کے اس امر کے متعلق فی الحقیقت مستعمل ہے وہ بیلی صاحب کی کتاب Imameea کے صفحہ ۱۲۰ اور Hanifeea کے صفحہ ۲۹۲ میں پایا جاتا ہے۔ بہرکیف جو قوانین استثنا کی کتاب میں مندرج ہیں یہہ اُن کے برخلاف اور برعکس ہے + دیکھو استثنا کے چوبیسویں باب کی پہلی چار آیتیں +

سورہ بقر کے چوبیسویں رکوع میں لکھا ہے۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط یعنے پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ کے واسطے۔ پھر اسی طرح بت پرستوں اور مشرکین کی پرانی رسومات کے جاری رکھنے کی خدا سے منظوری حاصل کی گئی اور صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے گرد پھرنا روا رکھا گیا چنانچہ سورہ بقر کے انیسویں رکوع میں لکھا ہے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ط یعنے صفا اور مروہ جو ہیں نشان ہیں اللہ کے۔ پھر جو کوئی حج کرے اس گھر کا یا زیارت تو گناہ نہیں اسکو کہ طواف کرے ان دونوں میں +

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ مذکورہ بالا آیات بہت مدت بعد پہلے حج کے موقعہ پر نازل ہوئیں لیکن انکو اسجگہ تحریفاً درج کر دیا گیا۔ سورہ بقر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت جب مدینہ میں وارد ہوئے تو شروع شروع میں بہت کچھ ہوشیاری و عیاری کو کام میں لائے +

چنانچہ اس وقت کی تواریخ سے اس امر کی بخوبی تشریح ہو جاتی ہے جسطرح آنحضرت پر اخلاقی اور ملکی معاملات کی ضروریات کے مطابق عین وقت پر وحی کا نزول ہوتا تھا اور آپ کے حسب حال اور حسب ضرورت آپکے دعاوی کی تائید ہوتی تھی یہہ آیتیں اسکی نہایت عمدہ نظیر ہیں۔ علاوہ ازیں اس سے یہہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ محمد صاحب کو مدینہ جاتے ہی اس امر کا کامل یقین ہو گیا تھا کہ اپنے ہموطنوں یعنے اہل مکہ سے ضرور اور بہت جلد علانیہ حرب و ضرب اور معرکہ آرائی کرنی پڑیگی۔ پس بہر حال آنحضرت کے لئے اس وقت ضروری تھا کہ ان آینوالی تکالیف و مصائب کو برداشت کرنے کے لئے

مومنین کو تیار کریں اور اُن کی ہمت بڑھائیں۔ چنانچہ سورۂ بقر میں یوں مندرج ہی کہ

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۤءُ وَالضَّرَّاۤءُ (۲۶ واں رکوع چوتھی آیت) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ

(۲۳ واں رکوع پہلی آیت) یعنے کیا تم کو خیال ہی کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر آئے نہیں احوال اُن کے جو آگے ہو چکے تم سے۔ پہنچی انکو سختی اور تکلیف +

تو نے نہ دیکھے وہ لوگ جو نکلے اپنے اپنے گھروں سے (اور وہ ہزاروں تھے) موت کے ڈر سے پھر کہا اُن کو اللہ نے مرجاؤ۔ پھر جلایا اُن کو بیشک اللہ تو فضل رکھتا ہی لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے +

اس ترغیب و تحریص دلانے اور ہمت بڑھانے کے بعد آنحضرت نے حضرت موسیٰ اور ساؤل کے محاربات در جنگ و جدل کا جنکا اُنہیں سامنا کرنا پڑا ذکر کرنا شروع کردیا۔ اور آپ کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ آپ ساؤل و جدعون میں فرق نہیں کر سکے جس سے صاف نتیجہ نکلتا ہی کہ آنحضرت توریت شریف کی تواریخ سے بالکل ناواقف تھے تاہم زمانہ قدیم کے بہادروں اور شمشیر زنوں کے قصص سے جو آنحضرت نے سنائے مومنین کی ہمت بڑھ گئی اور بہت جوش میں آگئے +

مسلمانوں کے دلوں میں یہودیوں سے دشمنی اور عداوت قائم ہوگئی اور جنگ بدر کے بعد یہہ دشمنی بہت بڑھ گئی۔ فتحمندی کے جوش میں آکر محمد صاحب نے ایک

اسرائیلی فرقہ بنی قینقاع سے کہا کہ اسلام قبول کرو ورنہ تمہارا وہی حال ہوگا جو جنگ بدر میں قریش کا ہوا لیکن یہہ اسرائیلی فرقہ آپ پر ایمان نہ لایا اور آنحضرت نے ان لوگوں کو ملک سے خارج کردیا اور اُن کا تمام مال و اسباب ضبط کرلیا +

بنی نضیر بہت مالدار اور متمول تھے اور جب تک قبلہ کی تبدیلی ہوئی ان کا ایک بڑا معلم محمد صاحب کا دوست تھا لیکن قبلہ کی تبدیلی کے بعد وہ آپ کا مخالف ہوگیا اور آنحضرت کی رضامندی سے خفیہ طور پر قتل کیا گیا۔ پھر اس فرقہ کے تمام لوگوں کو آپنے یوں کہا کہ پیغمبر خدا کا فرمان یہہ ہے کہ سات دن کے اندر اندر ملک سے نکل جاؤ۔ جو سات دن کے بعد یہاں پایا جائیگا اُسکا سر قلم کیا جائیگا۔ ان لوگوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم نہیں جائینگے۔ پر چونکہ مسلمانوں کی جماعت اُن کے مقابلہ میں بہت زبردست تھی اس لئے بیچارے یہودی تاب مقاومت نہ لاسکے اور ملک سے خارج کئے گئے اور ان کے زرخیز کھیت اور تمام مال و اسباب مہاجرین میں تقسیم کیا گیا اور سورۃ الحشر میں آپکے اس ناشائستہ فعل کے لئے الٰہی منظوری یوں درج ہے کہ هُوَ الَّذِيٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ یعنے وہی ہے جس نے نکال دئے جو منکر ہیں کتاب والوں سے۔ اور اگر نہ ہوتا کہ لکھا تھا اللہ نے اُن پر اجڑنا تو اُن کو مار دیتا دنیا میں اور آخرت میں ہے ان کو عذاب آگ کا۔ جو کاٹ ڈالا تم نے کھجور کا پیڑ یا رہنے دیا کھڑا اپنی جڑ پر سو اللہ کے

حکم سے ناروا کرے بے حکموں کو (۲ و ۳ و ۵ آیات) +

کھجور کے درختوں کو برباد کرنا اور کاٹنا عربی آئینِ جنگ اور موسوی شریعت[ل] دونوں کی رو سے ممنوع اور ناجائز تھا لیکن یہ ناروا سب کام کر کے آنحضرت نے وحی کے وسیلے سے اپنے آپکو بے قصور ثابت کیا چنانچہ وحی کی خاص ہدایت کے مطابق لوٹ کے مال و اسباب کا بہت سا حصہ مہاجرین کو دیا سورہ حشر کی آٹھویں آیت میں مسطور ہے کہ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ[ع] الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ یعنے واسطے اُن مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور مالوں سے ڈھونڈھتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اُس کی رضامندی اور مدد کرنے اللہ کی اور اُس کے رسول کی وہ لوگ وہی ہیں سچے +

پھر سورہ نساء کے آٹھویں رکوع میں یہودیوں کو سخت لعنت و ملامت کر کے متنبہ کیا اور نہایت درشت گوئی اور تلخ بیانی سے اُن کو مخاطب کر کے فرمایا کہ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا

ل دیکھو استثنا ۲۰: ۱۹ +

ع مہاجرین کو آیندہ جہان یعنے عالمِ آخرت میں بھی بڑے بدلے کی امید دلائی گئی ہے چنانچہ سورہ آلِ عمران کے آخری رکوع میں یوں مرقوم ہے فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ یعنے پھر جو لوگ کہ وطن سے چھوٹے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے میں اُتاروں گا اُن سے برائیاں اُنکی اور داخل کرونگا اُنکو باغوں میں جنکے نیچے بہتی ہیں نہریں بدلا اللہ کے یہاں سے اور اللہ کے ہاں ہے اچھا بدلا

لِیَذُوقُوا العَذَاب یعنے جو لوگ منکر ہوئے ہماری آیتوں سے اُنکو ہم ڈالینگے آگ میں۔ جس وقت پک جاویگی کھال اُنکی بدلکر دینگے اُنکو اور کھال تا کہ چکھتے رہیں عذاب +

۵ ہجری میں بنی قریظہ یہودیوں کی ایک بڑی زبردست جماعت کا استیصال ہوا + یہہ لوگ بہت چاہتے تھے کہ آنحضرت کے مخالفوں سے مل جاویں اور اُس میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں ہے کہ تمام دیگر یہودیوں کی طرح بنی قریظہ کے لوگ آنحضرت سے نہایت خفا اور سخت ناراض تھے۔ ممکن ہے کہ اُنکی موجودگی آنحضرت کے نزدیک خطرہ کا باعث ہو لیکن اُن پر جسقدر ظلم و ستم کیا گیا اُس کے بارہ میں آنحضرت کوئی معقول عذر پیش نہیں کر سکتے اور کسی صورت میں آپکو برءت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اُنہوں نے عرض کی کہ ہمیں قتل نہ کیجئے ہم ملک چھوڑکر چلے جاتے ہیں لیکن اُن بیچارے مظلوموں کی یہہ سب منت و زاری بیفائدہ تھی۔ بنی قریظہ کے تمام آدمی پانچ پانچ چھہ چھہ کرکے آنحضرت کی عین حضوری میں نہایت بیدردی اور بے رحمی سے قتل کئے گئے۔ بازار میں آٹھ سو آدمیوں کا خون موجزن تھا۔ آنحضرت کی بیرحمی اور خونریزی سے زمین لال تھی۔ آپ کے حکم کے مطابق خندقیں کھودی گئیں مظلوم قیدیوں کو زبردستی اُن کے کنارے پر دوزانو کھڑا کرکے سر قلم کر دیا جاتا تھا اور لاش کو خندق میں پھینک کر اوپر خاک ڈال دیتے تھے۔ عورتوں کی ایک بڑی تعداد تو مسلمانوں نے آپس میں تقسیم کر لی اور جو باقی رہیں اُن کو غلامی میں فروخت کر دیا۔ آنحضرت کو پانچویں حصہ میں قریباً دو سو عورتیں اور بچے آئے اور آپنے اُنہیں گھوڑوں اور اسلحہ جنگ کے عوض میں بدوی لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ایک مقتول کی نہایت خوبصورت اور حسین بیوہ آنحضرت نے اپنے حرم سرائے میں داخل کر لی +

جب اِس طرح دو قومیں جلاوطن ہوگئیں اور ایک کا وہیں قلع قمع کیا گیا تو مدینہ میں یہودی لوگ ہمیشہ کے لئے کمزور ہوگئے اور محمد صاحب آئندہ فتوحات کیلئے میدان جنگ میں خوب ہاتھ پاؤں لمبے کرنے لگے۔

سورہ احزاب کی نویں آیت سے لیکر ستائیس آیت تک یہودیوں پر متذکرہ بالا حملہ کا بیان ہے چنانچہ اس بیان کے آخر میں ۲۶ ویں اور ۲۷ ویں آیات میں یوں مندرج ہے وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ۚ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِیَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ یعنے اور اتار دیا ان کو جو اُن کے رفیق ہوئے تھے کتاب والے اُن کی گڑھیوں سے اور ڈالی اُن کے دلوں میں دھاک بعضوں کو تم جان سے مارنے لگے اور کتنوں کو بندے کیا اور وارث کیا تم کو اُنکی زمین اور اُن کے گھر اور اُنکے مال کا۔

اُس ماہ جبیں یہودی عورت ریحانہ نے جسکو محمد صاحب نے اپنے لئے مخصوص کرایا تھا آپکے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ حضرت مجھ کو صرف لونڈی اور خادمہ کے طور پر رکھئے اس میں فریقین کے لئے آسانی ہوگی۔ نیز اس عورت نے اپنے قدیمی دین سے دست بردار ہونے اور اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور یہ بات بالکل معقول معلوم ہوتی ہے کیونکہ اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ آنحضرت نے کس طرح پاس کھڑے ہوکر اُسکے مظلوم شوہر اور رشتہ داروں کو قتل کرایا۔ پھر کس طرح

سلہ اس کے مفصل بیان کے لئے Muir's Life of Muhammad کی تیسری جلد کا ۲۷۶ واں صفحہ ملاحظہ فرمائیے۔

ممکن تھا کہ وہ ایسے ظالم شخص کو اپنا شوہر قبول کرنے کے لئے خوش ہوتی + وہ بیچاری لونڈی بننے سے کسی طرح انکار نہ کرسکتی تھی چنانچہ آنحضرت نے اُس کو ایک غیر منکوحہ بیوی کے طور پر رکھا اور اپنے اس فعل کو اذن آلٰہی کا ملمع چڑھانے کے لئے وحی آسمانی کا پیغام پڑھ سنایا کہ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ وَمَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ یعنے اے نبی ہمنے حلال رکھیں تجھ کو تیری عورتیں جنکے مہر تو دے چکا اور جو مال ہو تیرے ہاتھ کا[۵] جو ہاتھ لگا وے تجھ کو اللہ +

اب ہم ذرا آنحضرت کے ابتدائی ایام کی نسبت سوچیں اور دیکھیں کہ آپنے معاملات جنگ اور فوجکشی کے متعلق کس قدر کوششیں اور جانفشانیاں کیں۔ جنگ بدر اگرچہ آنحضرت کی محاربانہ زندگی کی پہلی لڑائی نہ تھی تو بھی اس میں کلام نہیں کہ آپ کو ابتک جسقدر لڑائیاں پیش آئی تھیں اُن میں سے جنگ بدر سب سے زیادہ مشہور ہے۔ بدر کی لڑائی سے پیشتر چار قزاقانہ حملوں میں آنحضرت خود علم بردار تھے اور تین مرتبہ

---

[۵] سید امیر علی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ریحانہ کا محمد صاحب کی غیر منکوحہ بیوی ہونا ایک جعل اور بناوٹ کا حکم رکھتا ہے Life of Mahammad صفحہ ۱۱۴ اول۔ اس ناواجب امر سے بریت کے لئے سید امیر علی جیسے نیکو روش مصنف کا کوشش کرنا ثابت کرتا ہے کہ واقعی یہ ایک نازک معاملہ ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ واقعہ حقیقی ہے اور مفسر حسین جو کہ بڑا ہوشیار اور راست بیان مصنف ہے کہتا ہے کہ یہ آیت فی الحقیقت صفیہ ریحانہ اور انکی مانند دیگر لونڈیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے چنانچہ تفسیر حسینی کی دوسری جلد کے دو سو چھیاسٹھ صفحہ میں مندرج ہے کہ چوں صفیہ و ریحانہ و امثال الیشان +

آپ کے نائبوں کے زیر فرمان مسلمانوں نے لوگوں کو لوٹنے کے لئے چڑھائی کی لیکن پورے طور سے فائز المرام نہ ہوئے کیونکہ اس سے نہ تو قریش کا کچھ چنداں نقصان ہوا اور نہ مسلمانوں کو حسب مراد لوٹ مار نصیب ہوئی۔ اپنی برادری کے لوگوں پر آپ نے صرف ایک مرتبہ ماہ رجب المرجب میں کسی قدر کامیابی حاصل کی۔ ماہ رجب المرجب اہل عرب کا ماہ حرام ہے اور اُس کو اُس وقت سے مانتے چلے آتے ہیں جب کہ قومی عداوت و حسد کے باعث صلح و امن کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اس مذکورہ بالا حملہ میں مسلمانوں نے قریش کے ایک قافلہ کو لوٹا اور چونکہ اُن کا یہ فعل عرب کے دستورات کے برخلاف تھا اس لئے مسلمانوں کو مال غنیمت سے اسقدر تسلی و خوشی حاصل نہ ہوئی جسقدر کہ اس مجرمانہ فعل سے ان کے دلوں پر خوف و ہراس چھا گیا۔ پہلے تو محمد صاحب نے صاف انکار کیا اور کہا کہ ماہِ حرام میں ڈاکہ مارنے کا میں نے ہرگز حکم نہیں دیا۔ جب دیکھا کہ اس سے لوگوں کی تشفی نہیں ہوئی تو پھر آپ نے وحی آسمانی کا فرمان پڑھ سنایا جس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمان ڈاکوؤں کو خدا نے اُن کا جرم معاف کر دیا ہے چنانچہ سورۂ بقر کے ۲۷ ویں رکوع میں یوں مرقوم ہے کہ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ط قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ط وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ق وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط یعنے تجھ سے پوچھتے ہیں حرام کے مہینے کو

۱؎ جب محمد صاحب نے مدینہ میں سکونت اختیار کی تو عرصہ دس سال میں آپ نے اسلامی ترقی کے لئے ۳۸ لڑائیاں کیں جن میں سے ۲۷ میں آپ نے خود میدان جنگ میں سپہ سالاری کی۔ کیلی صاحب کی کتاب Muhammad and Muhammadanism کے ۳۲۴ ویں صفحہ پر ابن اسحٰق اور ابن ہشام کے مقتبسات ملاحظہ کیجئے۔

اس میں لڑائی کرنی۔ تو کہہ لڑائی اس میں بڑا گناہ ہی۔ اور روکنا اللہ کی راہ سے اور اُس کو نہ ماننا اور مسجد حرام سے روکنا اور نکال دینا اُس کے لوگوں کو وہاں سے اس سے زیادہ گُناہ ہی اللہ کے ہاں اور دین سے بچلانا مار ڈالنے سے زیادہ بُرا ہی۔

ابن اسحاق اس آیت کا مطلب یوں بیان کرتا ہی کہ آنحضرت نے اس آیت سے مومنین کو اس طرح تسلی دی کہ اگر تم نے ماہ حرام میں لڑائی کی اور کشت و خون کیا تو کوئی بڑی بات ہی وہ تو تم کو خدا کی راہ سے روکتے ہیں اور خدا کے نزدیک تمہاری خونریزی سے یہ گناہ بہت بڑا ہی۔ قبیلہ قریش کے لوگ نہایت قہرآلود تھے اور کہتے تھے کہ محمد اور اُس کے مقلدوں نے خونریزی اور لوٹ مار سے اور لوگوں کو قید کرنے سے ماہ حرام کو ناپاک کر دیا ہی۔

ان چھوٹی چھوٹی لڑائیوں سے بڑی بڑی مہمات اور حرکہ آرائیوں کی بنیاد پڑ گئی جس عرصہ میں وحی قرآنی جسقدر پیغام لایا اُن میں انتقام اور لشکر کشی کے مضامین کی روح کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور اُن میں محاربہ و مقاتلہ کے باب میں بڑی ترقی نظر آتی ہی۔ سورہ رعد ایک آخری مکی سورت ہی لیکن اُس کی اکتالیسویں آیت آنحضرت کے مدنی ایام سے تعلق رکھتی ہی اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اس آیت کو بعد میں یا تو حضرت صاحب نے خود یا کسی جامع قرآن نے سورہ رعد میں داخل کر دیا ہی۔ اس آیت میں مسلمانوں کے بُت پرست عربوں کے ممالک مقبوضہ کو دبا لینے اور اُن میں بیجا مداخلت کرنے کا صاف بیان پایا جاتا ہی چنانچہ لکھا ہی کہ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ یعنے کیا نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے

ہیں زمین پر گھٹاتے اسکو کناروں سے اور اللہ حکم کرتا ہے۔ کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اُس کا حکم +

پھر سورہ حج اغلبًا مکی ہے لیکن بعض آیات آنحضرت کے ایام مکہ کے بعد کی اصناف مدنی معلوم ہوتی ہیں مثلاً چھٹے رکوع میں یوں مندرج ہے کہ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ یعنے حکم ہوا اُن کو جن سے لوگ لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ وہ جن کو نکالا اُن کے گھروں سے اور کچھہ دعویٰ نہیں سوائے اسکے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے +

سنہ ہجری میں محمد صاحب نے معلوم کیا کہ اپنے ہموطنوں سے ضرور لڑائی پیش آئیگی چنانچہ سورہ بقر جو شروع کی مدنی سورت ہے اس کے ۲۶ ویں رکوع کی آخری آیت میں اس طرح مرقوم ہے کہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔـا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ یعنے حکم ہوا تم پر لڑائی کا اور وہ بری لگی ہے تم کو اور شاید تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے لئے +

سورہ بقر میں اس طرح کی اور بھی کئی آیات ہیں لیکن کسیقدر بعد کے زمانہ کی ہیں اور گمان غالب ہے کہ سنہ ہجری میں پہلے حج کے موقعہ پر نازل ہوئی تھیں۔ اگر یہہ سچ ہے تو ضرور یہہ آیات ساکنان مکہ کے حق میں ہیں اور اگر وہ لوگ عہد حدیبیہ پر قائم نہیں تو اُن کے حق میں ۲۴ ویں رکوع میں یوں مندرج ہے وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَاقْتُلُوْهُمْ

حَیۡثُ ثَقِفۡتُمُوۡہُمۡ وَ اَخۡرِجُوۡہُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ اَخۡرَجُوۡکُمۡ وَ الۡفِتۡنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ یعنے اور لڑو بیچ راہ اللہ کے اُن سے جو لڑتے ہیں تم سے اور زیادتی مت کرو۔ اللہ نہیں چاہتا زیادتی والوں کو۔ اور مارو اُن کو جس جگہ پاؤ اور نکال دو اُن کو جہاں سے اُنھوں نے تم کو نکالا اور دین سے بچلانا مارنے سے زیادہ ہے۔ اسی رکوع میں پھر مذکور ہے کہ قٰتِلُوۡہُمۡ حَتّٰی لَا تَکُوۡنَ فِتۡنَۃٌ ف۵ وَّ یَکُوۡنَ الدِّیۡنُ لِلّٰہِ ؕ فَاِنِ انۡتَہَوۡا فَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ۞ یعنے لڑو اُن سے جب تک نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے اللہ کا۔ پھر اگر وہ باز آویں تو زیادتی نہیں مگر بے انصافوں پر۔

بنی اسرائیل کے جنگ وجدل کا بیان کرکے اور خصوصاً ساؤل کی معرکہ آرائیوں کے حوالے دیکر آنحضرت نے اپنے مریدوں کی ہمت بڑھائی اور اُن کے دلوں میں آتش حرب کو مشتعل کیا۔ محمد صاحب کا ساؤل اور جدعون میں تمیز نہ کرنا اور اُن کا خلط ملط حال بیان کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت کو عہد عتیق کی تواریخ کا صحیح علم نہ تھا چنانچہ سورہ بقر کے ۳۲ ویں اور ۳۳ ویں رکوع میں بنی اسرائیل کو یوں کہتے ہوئے پیش کیا گیا ہے کہ قَالُوۡا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ

ف۵ راڈویل صاحب فتنہ کے معنے مکہ سے مسلمانوں کو خارج کرنے بابت پرستی کی ترغیب دینے کے کرتے ہیں اور سیل صاحب کہتے ہیں کہ اس سے بت پرستی کی ترغیب مراد ہے اور یہ صاحب کا بیان مفسرین کے بیان سے مطابقت رکھتا ہے حتّٰی لا تکون فتنۃ کا مطلب حسین کے نزدیک یہ ہے کہ تا آن غایت کہ فتنہ نباشد یعنے از شرک اثر نہ ماند۔ دیگر مفسرین اسکا بہت لمبا چوڑا مطلب بیان کرتے ہیں اور بہت کشادہ معنے مراد لیتے ہیں چنانچہ خلاصۃ التفاسیر جلد اول کے ۱۳۲ ویں صفحہ میں یوں مندرج ہے کہ جب تک مسلمان نہ ہوں یا جزیہ نہ دیں تلوار میان میں نہ کرو۔ الجہاد ماضی الی یوم القیمۃ +

وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ یعنے بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ کی راہ میں اور ہم کو نکال دیا ہے ہمارے گھر سے اور بیٹوں سے۔ بہت جگہ جماعت تھوڑی غالب ہوئی ہے جماعت بہت پر اللہ کے حکم سے اور اللہ ساتھ ہے ٹھہرنے والوں کے۔

پس جس طرح جدعون کی تھوڑی سی فوج مدیانیوں کے لشکر پر غالب آئی عین اُسی طرح سے مسلمانوں کی چھوٹی سی گروہ نے اہلِ مکہ پر غلبہ حاصل کیا۔ اس قسم کی فتوحات آنحضرت کی تعلیم کی صحت وسچائی پر دال تھیں اور خدا سے تعالیٰ کی طرف سے نشان وشاہد کے طور پر پیش کی جاتی تھیں۔ غرض ان تدابیر اور اس طرح کی تعلیم کے وسیلہ سے محمد صاحب نے مومنین کے دلوں کو مضبوط کیا اور وہ آپ کے جھنڈے تلے کٹنے مرنے کو تیار ہو گئے۔

اس میں کلام نہیں کہ قریش نے مسلمانوں کو مکہ سے خارج کر دیا تھا اور اسوجہ سے یہ خیال ہو سکتا ہے کہ تمام جنگ وجدل کی بنیاد اسی بات پر تھی اور مسلمانوں کا چنداں قصور نہ تھا لیکن ابتو جہاد کا حکم اس حد سے تجاوز کر گیا اور یوں ارشاد ہوا کہ جب تک اکیلے واحد خدا کی پرستش شروع نہ ہو یعنے جب تک اہلِ مکہ اسلام قبول نہ کریں تب تک تلوار میان میں نہ ہو اور محاربہ ومقاتلہ جاری رہے۔ دینِ حق کی اشاعت بزورِ شمشیر ہونے لگی اور سوائے اسلام کے کسی دوسرے دین کے جواز کا مطلق امکان نہ رہا پر مسلمانوں کی جماعت ابتک بزدل تھی اور شجاعت ومردانگی نے تاحال اُن کے دلوں میں جڑ نہ پکڑی تھی۔ منافق یعنے وہ لوگ جو سچے دل سے مسلمان

۔ تھے تو بیچ جنگ کے باب میں مخالفت کرنے لگے۔ پھر کچھ عرصہ بعد سورۂ محمد نازل ہوئی
اور اس کے وسیلہ سے آنحضرت نے سچے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھا کر لڑائی پر آمادہ کیا
اور بزدلوں اور منافقوں کو عذاب دوزخ سے ڈرایا اور صبر و ثابت قدمی کی۔ چنانچہ چوتھی
اور پانچویں آیات میں یوں مندرج ہے کہ فَاِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ
حَتّٰى اِذَا اَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً حَتّٰى
تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا یعنے سو جب تم بھڑو منکروں سے تو مارو گردنیں یہاں تک
جب کہ خوب ڈال چکے ان میں تو کس لو باندھ پھر یا احسان کریو پیچھے اور یا چھڑوالی
لیجیو جب تک کہ رکھ دے لڑائی اپنے بوجھ۔ پھر سورۂ انفال کے پانچویں رکوع میں
مرقوم ہے کہ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ یعنے

ف۵ نولدکی صاحب فرماتے ہیں کہ یہہ سورت جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی۔ بہت سے مفسرین کا
بیان بھی اسی صورت میں صحیح ٹھہرتا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جہاد کا یہہ حکم ہمیشہ تک یعنے دوسری آمد اور
امام مہدی کے ظاہر ہونے تک جاری رہیگا چنانچہ احادیث میں مرقوم ہے الجہاد ماضی الی
یوم القیامۃ یعنے جہاد قیامت تک موقوف نہیں ہوگا۔ بعض کے نزدیک یہہ حکم منسوخ ہوگیا ہے
اور بعض کہتے ہیں کہ یہہ حکم جنگ بدر سے پہلے کا تھا اور ایک محدود مدت تک اسکا اجرا مراد تھا لیکن
یہہ حنفی فرقہ کا اعتقاد ہے شیعہ لوگ پہلے خیال کے معتقد ہیں۔ دیکھیے تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۳۶۲
اور خلاصۃ التفاسیر جلد چہارم ۱۳۹ و ۱۴۰ صفحہ + عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حتی تضع الحرب
اوزارھا کے معنے یہہ ہیں کہ حتی یترک الکفار الشرک یعنے اسوقت تک کہ کافر اپنے شرک سے باز آجاویں
لیکن جب وہ چوتھی آیت سے جنگ بدر کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو یہہ بات کچھ مشکوک سی رہتی ہے کہ
آیا اس پانچویں آیت سے وہ جہاد کا عام حکم مراد لیتے ہیں یا نہیں +

لڑتے رہو اُن سے جب تک نہ رہے فساد اور ہو جاوے حکم سب اللہ کا[۱]+ پھر سورہ محمد کی ۲۲ ویں اور ۳۷ ویں آیات میں پست ہمت اور بزدل مسلمانوں کی طرف یوں خطاب ہے کہ یقول الذین امنوا لولا نزلت سورۃ فاذا انزلت سورۃ محکمۃ وذکر فیہا القتال رایت الذین فی قلوبہم مرض ینظرون الیک نظر المغشی علیہ من الموت فلا تھنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون واللہ معکم یعنے کہتے ہیں ایمان والے کیوں نہ اُتری ایک سورۃ؟ پھر جب اُتری ایک سورت جانچی ہوئی اور ذکر ہوا اس میں لڑائی کا تو تو دیکھتا ہے جن کے دل میں روگ ہے تکتے ہیں تیری طرف جیسے تکتا ہے کوئی بیہوش پڑا موت کے وقت۔ سو تم بودے نہ ہوئے جاؤ اور پکارنے لگو صلح اور تم ہی رہو گے اوپر اور اللہ تمہارے ساتھ ہے+

اسی طرح آنحضرت کی ان تدابیر و تجاویز سے اسلامی جہاد کی بنیاد پڑ گئی اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ اہل مدینہ کھلم کھلا لڑائی میں شامل ہوئے۔ محمد صاحب کے ساتھ اہل مدینہ نے صرف یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم آپ کی حفاظت کرینگے اور آپ کو پناہ دینگے لیکن اب اُنکو اس سے بڑھ کر کھلم کھلا حملوں میں آپ کی مدد کرنا اور آپ کے دشمنوں سے لڑنا پڑا۔ تھوڑی دیر بعد ۲ سنہ ھ میں بدر[۲] کی لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی کے مشرح بیان کی کچھ ضرورت

[۱] قاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ کے معنے مفسر حسین کے نزدیک یہ ہیں کہ جب تک یہود و نصاریٰ اور دیگر مشرکین کا شرک موقوف نہ ہو قتل کرو چنانچہ تفسیر حسینی کی جلد اول کے ۲۳۹ ویں صفحہ میں مندرج ہے کہ مشرک نباشد از وثنی و اہل کتاب۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ منکرین اسلام کے ساتھ لڑنے کا تاکیدی حکم ہے اور جب تک ویکون الدین کلہ للہ کے مطابق سب حکم اللہ کا نہ ہو جاوے ہر طرح کی زبردستی اور کشت و خون جائز ہے+

[۲] اس لڑائی کے مفصل بیان کے لئے Muir's Life of Muhammad کی

نہیں۔لڑائی سے پہلی رات کو کسی قدر بارش ہوئی اور محمد صاحب نے خواب میں دیکھا کہ دشمنوں
کی تعداد بہت کم ہے۔چنانچہ سورہ انفال کے دوسرے اور پانچویں رکوع میں ان دونوں باتوں کا
ذکر یوں مندرج ہے کہ اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً
لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا
وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۔ یعنے جس وقت
ڈالدی تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کو اور اتارا تم پر آسمان سے پانی کہ اس سے تم کو پاک
کرے اور دور کرے تم سے شیطان کی نجاست جب اللہ نے تجھ کو دکھایا تیرے خواب میں
تھوڑے اور اگر وہ تجھکو بہت دکھاتا تو تم لوگ نامردی کرتے اور جھگڑا ڈالتے کام میں لیکن اللہ نے بچا لیا۔
جنگ بدر میں قریش نے شکست فاش کھائی دوران میں بہتوں کو مسلمانوں نے قید
کر کے بہیری سے قتل کر ڈالا۔ لوٹ کا مال بہت تھا اور اسکی تقسیم کے باب میں جھگڑا ہو پڑا ایک
نہایت نفیس سرخ پیراہن گم ہو گیا اور منافقوں میں سے کسی نے کہا کہ وہ محمد صاحب نے
لے لیا ہو گا تب اس الزام سے آنحضرت کی بریت کے لئے یہہ آیت نازل ہوئی کہ وَمَا كَانَ
لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ یعنے نبی کا کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے (سورہ آل عمران ۱۷ واں رکوع) +
مال غنیمت کی تقسیم کے باب میں جو تنازعہ ظہور میں آیا تھا اسکے اختتام اور انفصال کے

Mohammad ano

بقیہ حاشیہ ... اور ... کا ... باب اور ...
... صنف لیٹی صاحب کو ۱۴۶ سے ۱۵۰ اصفحے تک ملاحظہ کیجئے +
... ابن ابی حمزہ الکسائی وما کان لنبی ان یغل کے ... پر زور دیتے ہیں کہ بجائے ان یَغُلَّ کے ان
یُغَلَّ یعنے چھپوانا ... اور ... میں اسکے معنے یہہ ہونگے کہ یہہ بات ایسی نہیں کہ نبی کچھ چھپانا
ہوا یا چھپواوے۔ دیکھو تفسیر بیضاوی +

لئے سورۂ انفال کی پہلی آیت میں وحی کی معرفت خدا کی مرضی کا اظہار اور اُسکے آسمانی فیصلہ کا بیان یوں ہوا کہ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔ یعنے تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا۔ تو کہہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا۔ سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس میں اور حکم میں چلو اللہ کے اور اُسکے رسول کے اگر ایمان رکھتے ہو۔

جب آنحضرت مذکورہ بالا آیت کے وسیلہ سے مال غنیمت پر اپنا کُلی استحقاق اور پورا حق جما چکے تو پھر اپنے اس دعوی کو ذرا ہلکا کر کے اسی سورت کے پانچویں رکوع میں یوں پیش کیا وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ یعنے جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھ چیز سو اللہ کے واسطے اُس میں سے پانچواں حصّہ اور رسول کے اور قرابت والے کے اور یتیم کے اور محتاج کے اور مسافر کے اگر تم یقین لائے ہو اللہ پر اور اُس چیز پر جو ہم نے اُتاری اپنے بندے پر جسدن فیصلہ[ل] ہوا جسدن بھڑیں دو فوجیں چنانچہ مال غنیمت کی نسبت آجتک اسلامی شریعت یہی چلی آتی ہے

[ل] تمام مفسرین کے نزدیک اس فیصلہ یا فتح سے فتح بدر مراد ہے جو یوم الفرقان کہلاتا ہے۔ یوم الفرقان کا ترجمہ روز فیصل روز فتح اور ہلاکت کا دن مقرر کیا گیا ہے یعنے روز بدر جس میں نیک و بد اور خیر و شر میں فرق ہو گیا چنانچہ تفسیر حسینی جلد اول کے ۲۴۰ویں صفحہ میں مندرج ہے کہ روز بدر کہ جدا شد در ان حق از باطل در وبود + ربی تگا ہیگر اس امر کا بیان کرتے ہیں کہ لفظ فرقان ربیوں کے عبرانی لفظ פרקן سے لیا ہے اور اسکے معنے خلاصی یا کفارہ کے ہیں سورہ بقر کے ۲۲ویں رکوع میں اس لفظ کا مفہوم ماہ رمضان ہے جو کہ گناہوں سے خلاصی بخشنے والا مہینہ خیال کیا جاتا ہے نہ کہ قرآن جو معمّا روشن کنندہ اور حق و باطل میں فرق کرنیوالا خیال کیا جاتا ہے مفسر حسین لفظ فرقان کی یوں تشریح کرتا ہے کہ الفرقان واز حدود و احکام و سائر شرائع دین کہ جدا کنندہ است میان حق و باطل دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۳۰ و ان

محمد صاحب کو مدینہ میں عزت و وقار حاصل کرنے کے لئے جنگ بدر میں فتحمند اور ظفریاب ہونا نہایت ضروری تھا کیونکہ گزشتہ مار دھاڑ میں آپ کو بہت کم کامیابی نصیب ہوئی تھی اور اس سبب سے آپکا جتھا بہت ضعیف سمجھا جاتا تھا۔ اب جنگ بدر میں فتحیاب ہو کر ہر طرح سے آپنے یہی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس جنگ میں معجزانہ طور پر خدا نے آپکی مدد کر کے آپکو فتحمند اور ظفریاب کیا ہے چنانچہ سورہ انفال کے پہلے رکوع کی آخری آیات میں یوں مرقوم ہے کہ[1] اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّي مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنے جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو پہنچا تمہاری پکار کو کہ میں مدد بھیجونگا تمہاری ہزار فرشتے لگاتار آنیوالے اور یہ تو دی اللہ نے فقط خوشخبری اور تا چین پکڑیں دل تمہارے اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے +

پھر آگے چلکر یہی مذکورہ مدد آنحضرت کے دعاوی کی تائید اور مومنین کی تنبیہ اور دلدہی کی طرف اشارہ کرتی ہے چنانچہ سورہ آل عمران کے دوسرے رکوع میں یوں مذکور ہے کہ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ[2] فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰ Geiger's Judaism and Islam صفحہ ۱۴۹ واں اور Rodwell's Quran صفحہ ۶۷ واں +

[1] تحقیق معلوم نہیں ہے کہ آیا یہ آیات قبیلہ قریش کے حق میں نازل ہوئی ہیں یا یہودیوں یا مومنین مدینہ کے حق میں (دیکھو بیضاوی کی تفسیر قرآن) عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس سے ساکنان مکہ یا اہلیان مدینہ مراد ہیں۔ یہ نشان محمد صاحب کی نبوت کا ایک صریح ثبوت متصور ہوتا ہے چنانچہ تفسیر حسینی کے ۱۷ ویں صفحہ میں مندرج ہے کہ نشانے درست بر نبوت محمد +

[2] یعنے جنگ بدر میں محمد صاحب کی نبوت کا ایک نہایت صریح اور صاف ثبوت دیا گیا چنانچہ کَانَ لَکُمْ اٰیَۃٌ کی تشریح کے باب میں مفسر حسینی فرماتے ہیں کہ نشانہ اعلانیہ نشانے درست بر نبوت محمد +

مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ

یعنے ابھی ہوچکا ہے تم کو ایک نمونہ دو فوجوں میں جو بھڑی تھیں ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری منکر ہے۔ یہ ان کو دیکھتے ہیں اپنے دوبرابر صریح آنکھوں سے اور اللہ زور دیتا ہے اپنی مدد کا جسکو چاہے۔ اسی میں خبردار ہو جاویں جنکو آنکھ ہے۔ پھر سورہ انفال کے دوسرے رکوع میں مسطور ہے کہ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ؟ یعنے سو تم نے ان کو نہیں مارا لیکن اللہ نے مارا اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی آنحضرت کی طرف سے جن لوگوں نے جنگ بدر میں اپنی جانیں دیں ان کو رتبہ شہادت نصیب ہوا چنانچہ سورہ بقر کے انیسویں رکوع میں یوں مندرج ہے[1] وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ یعنے جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو مردے نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

اگرچہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد قریش کے مقابلہ میں بہت کم تھی تو بھی انہوں نے فتح پائی اور قریش کے بعض آدمی جو آنحضرت کے سخت دشمن تھے میدان جنگ میں مارے گئے لہذا اس فتح کی تاویل کے باب میں تائید آسمانی و الٰہی مداخلت کہا گیا اور یہ فتح بہت اور قابل اعتماد معلوم ہونے لگا۔ اسی فتح کے باعث آنحضرت کی زندگی محفوظ ہو گئی [illegible]

[1] تحقیق معلوم نہیں کہ آیا یہ آیت جنگ بدر سے علاقہ رکھتی ہے یا جنگ احد سے مفسرین فرماتے ہیں کہ دو روز بدر جان شیرین بداد وا نعمت حیات ولذت نعیم دنیا محروم شد عبد اللہ بن عباس جملہ یقتل فی سبیل اللہ کے بیان میں فرماتے ہیں کہ نزلت فی شہداء اللہ یوم بدر یعنے جنگ بدر میں [illegible] کو جو نبرد آزمائی کرتے ہوئے مارے گئے صحیح مسلم کی ایک حدیث میں مندرج ہے کہ شہیدوں کی روحیں خدا کے حضور سبز پرندوں کے جسم میں داخل ہوتی ہیں جو جنت میں ہر جگہ سیر و پرواز کرتے ہیں عرش الٰہی کے گرد اگرد قندیلوں کے پاس بسیرا کرتے ہیں دیکھو خلاصۃ التفاسیر جلد اول صفحہ ۹۰۔

کے مطابق آپ کارروائی کرنے کے مشتاق تھے اب بلا روک ٹوک اُس پر کاربند ہو گئے اور چونکہ
قوام یہود کی اعانت کی آپکو اب کچھ ضرورت نہ رہی اسلئے انکو بھی خوب دبانا شروع کیا جب
عرب کی بدوی قومیں آپ کی ظفریابی سے واقف ہوئیں تو اُن پر آپ کا رعب تسلط ہو گیا
اور انہوں نے آپ کو ایک فوج ظفر موج کا سپہ سالار جانکر آپ سے عہد و پیمان کی استدعا کی
ان لوگوں کو آپکی پیغمبری اور نبوت کی چنداں پروا نہ تھی لیکن آپ نے ایک جنگی سپہ سالار کی حیثیت
سے اُنکی توجہ کو کھینچ لیا اور وہ آپکی تعظیم کرنے لگے۔ جب کبھی کوئی فتح نصیب ہوئی آنحضرت
نے یہی مشہور کیا کہ یہ سب آسمانی مدد اور الٰہی تائید کا نتیجہ ہے اس قسم کے دعاوی سے
آپ کی طاقت و شہرت روزافزوں ہوتی گئی لیکن ساتھ ہی اس قسم کے اشتہار دینا اور ایسی راہ
پر چلنا از حد خطرناک تھا کیونکہ جب کبھی آپ شکست کھاتے تھے تو طبعی طور پر یہ نتیجہ نکل سکتا
تھا وہ یہی تھا کہ خدا نے آپ کو ترک کر دیا چنانچہ کچھ مدت بعد ایسے موقعوں پر فی الحقیقت
لوگوں نے یہی نتیجہ نکالا۔

جنگ بدر میں شکست کھا کر قبیلۂ قریش کے لوگ انتقام کے لئے سخت دانت پیس رہے
تھے۔ دوسرے سال اُنہوں نے مصمم ارادہ کیا کہ اپنے دشمنوں کو مغلوب کرنیکے لئے ایک دفعہ
پھر میدانِ جنگ میں صف آرا ہوں چنانچہ ۶۲۵ء کے موسم بہار میں پہلے کی نسبت کسی قدر
زیادہ فوج فراہم کرکے مدینہ کے قرب و جوار میں جا اُترے۔ اب محمد صاحب نے دانشمندی
سے ہر چند چاہا کہ قریش پر حملہ نہ کریں بلکہ خود حفاظتی کے لئے مسلح رہیں لیکن آپکے بعض
ناتجربہ کار اور سرگرم مومنین نے آپ کو اس تدبیر پر عمل کرنے سے باز رکھا اور کہنے لگے کہ
بدوی اقوام کے دلوں میں اب آپکی طاقت اور بالادستی کے رعب داب کا سکہ بیٹھ چکا ہے

اور اس لیئے اِس وقت حملہ نہ کرنا بزدلی کا اظہار ہوگا آپ کی مشکلات کیوقت مدد آسمانی اور تائید الٰہی پر شبہ کیا جائیگا۔ آسمانی مدد آنحضرت کی من جانب اللہ رسالت کا ایسا ثبوت مانی گئی تھی کہ اگر اب کسی امر میں آپ ذرا بھی شک و شبہ ظاہر کرتے تو آپکی تمام شہرت خاک میں ملجاتی۔ آخر الامر آپ نے قریش کے ساتھہ معرکہ آرا ہونا منظور کر لیا اور مومنین کو فرمایا کہ اگر تم استقلال سے لڑو گے تو خدائے تعالیٰ تم کو فتحمندی[۱] بخشیگا +

کچھہ عرصہ تک بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں لیکن جب دونوں فوجیں اچھی طرح غٹ پٹ ہوئیں تو مسلمانوں نے بہت بری طرح شکست کھائی اور آنحضرت خود بھی سخت زخمی ہوئے اور نہایت ناراض ہوکر فرمانے لگے کہ وہ قوم کس طرح ترقی کریگی اور اسکا کیونکر بھلا ہوگا جس نے اپنے نبی کے ساتھہ جو خدا کی طرف بلاتا [illegible] ہوں کی [illegible] جنہوں نے پیغمبر خدا کے چہرہ کو خون آلودہ[۲] کیا اُنپر خدا کے غضب کی آگ نازل ہو اور قریش کی فوج ظفر موج نے اب فتح احد سے تسکین حاصل کی اور بجائے اسکے کہ ہزیمت یافتہ مومنین کا تعاقب کرے مکّہ کی طرف روانہ ہوئی اور جنگ احد کا خاتمہ ہوا +

جو مسلمان جنگ احد میں کام آئے تھے احادیث میں اُنہیں شہدا بیان کیا ہے لیکن اس شکست کی صاف تاثیر یہہ تھی کہ مومنین نہایت مغموم[۳] اور مصیبت زدہ ہو گئے جنگ

---

۱ میور صاحب نے جنگ احد کا حال نہایت مفصل اور شرح لکھا ہے۔ دیکھو Muir's Life of Muhammad جلد سوم صفحہ ۱۶۰ واں +

۲ دیکھو Muir's Life of Muhammad کی جلد سوم کے ۱۶۷ اویں صفحہ پر مقتبسات واقدی +

۳ قبیلہ قریش کے لوگوں نے مسلمانوں کی اس شکستہ دلی کو غنیمت جانا اور اُنکو آنحضرت سے برگشتہ کرنیکے لئے

بدر میں جو آنحضرت کو فتح نصیب ہوئی تھی اُس کو آپنے اسقدر تائید الٰہی اور آسمانی مدد سے منسوب کیا تھا کہ اب احد کی شکست سے خواہ مخواہ یہہ خیال مسلط ہونے لگا کہ خدا تعالیٰ آنحضرت کی مدد و یاوری سے دست بردار ہو گیا۔ خصوصاً یہودیوں نے اس دلیل پر بہت زور دیا اور کہنے لگے کہ محمد صاحب شاہی جاہ و جلال کی دھن میں مستغرق ہو رہے ہیں اور کسی طرح سے وہ اپنے آنکو اس سے بری نہیں کر سکتے۔ آجتک کسی سچے نبی کی یہہ حالت نہیں ہوئی کہ اُس نے محمد صاحب کی طرح میدان جنگ میں شکست کھائی ہو اور آنحضرت کی طرح اپنے مومنین سمیت مجروح و زخمی ہو کر میدان جنگ سے گریزاں ہوا ہو۔ اب اس امر کی ضرورت پڑی کہ آنحضرت ہر طرح کی تدابیر و تقریر سے یہودیوں کے اعتراضات کا کافی جواب دیں اور بعض مسلمانوں کے مضطرب دلی شکوک کو رفع کریں چنانچہ آپنے نہایت ہوشیاری سے وحی آسمانی کو پیش کیا اور فرمایا کہ جنگ احد میں شکست کے اسباب یہہ تھے کہ اکثر مومنین کے درمیان باہمی لڑائی جھگڑے اور نا اتفاقی تھی سپہ سالاروں کا حکم نہیں مانتے تھے اور اپنی شخصی حفاظت اور سلامتی کے خواہاں تھے چنانچہ سورۂ آل عمران کے سولھویں رکوع میں یوں مرقوم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۴۔ کوشش کرنے لگے۔ اسکے مقابلہ میں آنحضرت بھی خاموش نہ تھے چنانچہ آپنے فرمایا کہ یاایھا الذین امنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علیٰ اعقابکم فتنقلبوا خاسرین یعنے ایمان والو اگر تم کہا مانوگے منکروں کا تو تم کو پھیر دینگے اُلٹے پاؤں پھر جا پڑو گے نقصان میں (دیکھو سورۂ آل عمران رکوع ۱۶ واں) مفسر حسین فرماتے ہیں کہ منافقوں نے سچے مسلمانوں کو سلام سے روگردان ہونیکی ترغیب دی اور کہنے لگے کہ محمد صاحب کی نبوت کا زمانہ گذر گیا ہے اور کفار اُنپر غالب آگئے ہیں سو بہتر ہے کہ اب پھر اپنے پُرانے مذہب کو اختیار کرو چنانچہ تفسیر حسینی کے ۵۷ ویں صفحہ میں یوں مندرج ہے کہ منافقان مومنان را میگفتند کہ ایں زمان پیغمبر گذشتہ شد رایت دولت کفار استیلا یافت شما را دیگر بارہ بدین خود رجوع باید کرد۔

سلہ دیکھو Muir's Life of Muhammad جلد سوم کے ۱۸۹ ویں صفحہ پر مقتبسات واقدی۔

ہر کہ لَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰہُ وَعْدَہٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ بِاِذْنِہٖ حَتّٰٓی اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىکُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ ثُمَّ صَرَفَکُمْ عَنْھُمْ لِیَبْتَلِیَکُمْ ج یعنے اللہ تو سچ کر چکا تم سے اپنا وعدہ جب تم لگے اُن کو کاٹنے اُسکے حکم سے جب تک تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور بے حکمی[1] کی بعد اسکے کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز۔ کوئی تم میں سے چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم میں سے چاہتا تھا آخرت[2] پھر تم کو الٹ دیا اُنپر سے اِسواسطے کہ تم کو آزماوے +

پھر بیان کیا جاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مومنوں کے اخلاص اور اُنکے ایمان کی صحت کی آزمائش کی غرض سے یہ شکست بھیجی تھی چنانچہ سورہ آل عمران کے چودھویں اور سترھویں رکوع میں مندرج ہے کہ اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُہٗ ؕ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَتَّخِذَ مِنْکُمْ شُھَدَآءَ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۙ وَلِیُمَحِّصَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَمْحَقَ الْکٰفِرِیْنَ ؕ وَمَآ اَصَابَکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰہِ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا ؕ یعنے اگر تم نے زخم پایا تو وہ لوگ بھی پا چکے ہیں زخم ایسا ہی[3] اور یہ دن بدلتے لاتے ہیں ہم لوگوں میں اور اسواسطے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے اور کرے بعضے تم میں سے

---

[1] حکم رسول کے یا حکم سردار عبداللہ بن جبیر کے (خلاصۃ التفاسیر جلد اول صفحہ ۱۳۱ و ۱۴۰) +

[2] بیضاوی کہتا ہے کہ بعض صحابہ بن صفوف جنگ سے اپنا مقام چھوڑ کر لوٹ مار میں مصروف ہو گئے تھے اور بعض رسول اللہ کے حکم کے مطابق اپنی اپنی جگہ جمے رہے +

[3] بیضاوی کے نزدیک اسکے معنے یہ ہیں کہ اگر جنگ اُحد میں وہ تم پر غالب آ گئے ہیں تو جنگ بدر میں تم اُن پر غالب آ چکے ہو +

شہید اور اللہ چاہتا نہیں[1] ناحق والوں کو اور اسواسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والوں کو
اور مٹادے منکروں کو اور جو کچھ تم کو سامنے آیا جس دن بھڑیں دو فوجیں سو اللہ کے حکم سے
اور اسواسطے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو اور تاکہ معلوم کرے اُنکو جو منافق تھے +

یہودیوں کی طعن و تشنیع کے جواب میں آنحضرت نے وحی آسمانی کی زبانی یوں بیان کیا
کہ آگے بھی انبیا پر اسی طرح تکالیف مصائب آتی رہی ہیں میں اُن سے مستثنیٰ نہیں ہوں
چنانچہ سورۂ آل عمران کے پندرھویں رکوع میں مرقوم ہے کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ
فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ط وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ
اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ط وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ[2]

---

[1] بیضاوی کے بیان کے مطابق اسکا مطلب یہہ ہے کہ خدا ظالموں اور اصل منکروں کی مدد نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات اُن کو محض اس غرض سے فتحمند کر دیتا ہے تاکہ اُن کو امتحان میں ڈالے اور مومنین کو آزماوے +

[2] ان آیات میں آنحضرت کی جنگ احد میں فرضی موت کی طرف اشارہ ہے اور اس میں جو استدلال کیا گیا ہے وہ یہہ ہے کہ اگر محمد صاحب میدان جنگ میں مارے بھی جاتے تو مومنین کے لئے مناسب نہ تھا کہ اسلام کو ترک کریں کیونکہ پہلے تمام نبی مر گئے پر اُن کے دین باطل منسوخ نہیں [illegible] محدثین کا بیان ہے کہ جب آنحضرت جنگ احد میں زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے [illegible] کہنے لگے کہ اگر محمد صاحب مر گئے ہیں تو کچھ [illegible] خدا [illegible] وہ کبھی نہیں مرتا [illegible] اپنے ایمان کی خاطر لڑو لیکن منافقین کہنے لگے کہ چونکہ محمد مر گیا ہے [illegible]
[illegible] واقدی
بیضاوی بیان کرتا ہے کہ ابن قمیہ نے آنحضرت [illegible] مصعب بن عمیر کو قتل کیا یہہ سمجھ کر کہ میں نے محمد کو مار ڈالا ہے زور سے پکار اٹھا کہ میں نے محمد کو قتل کر دیا ہے۔ یہہ سنکر مسلمان میدان سے بھاگ نکلے لیکن آنحضرت نے اُن کو پکارا اور کہا کہ اے خدا کے بندو میری طرف آؤ پر منافقین نے کہا کہ اگر محمد خدا کا نبی ہوتا تو

فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَکَانُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ۔ یعنے محمد تو ایک رسول ہی ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مرگیا یا مارا گیا تم پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائیگا اُلٹے پاؤں وہ نہ بگاڑیگا اللہ کا کچھ اور اللہ ثواب دیگا بھلا ماننے والوں کو اور کوئی جی مر نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے لکھا ہوا وعدہ اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں نہ سُست ہوئے ہیں نہ دب گئے ہیں اور اللہ چاہتا ہے ثابت رہنے والوں کو +

پھر آنحضرت نے مسئلہ تقدیر اور شیطانی تاثیرات کے متعلق تعلیم دیکر اپنے مطلب کی تاویلات کو بہم پہنچایا چنانچہ سورۂ آل عمران کے، اویں رکوع میں یوں مرقوم ہے کہ اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ وَعَلَی اللّٰہِ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۷- مارا نہ جاتا۔ آؤ ہم اپنے بھائی بندوں اور اپنے پرانے دین کی طرف واپس چلیں۔ ان آیات کے ترجمہ پر عبد القادر کا حاشیہ اور تفسیر حسینی کا ۸۵ واں صفحہ ملاحظہ کیجیے +

سلہ لفظ ربیّون کے معنے عالم اور نیکوکار کے بھی ہیں محدثین وکاین من نبی قتل معہ ربیّون کثیر کے ترجمے باب میں لکھتے ہیں کہ بسا پیغامبر کہ قتال کردند کفار ہمراہ او خدا پرستان بسیار + عبداللہ ابن عباس کے نزدیک ربیون کثیر کے معنے جموع کثیر اور حسینی کے نزدیک سپاہ فراوان ہیں + خلاصۃ التفاسیر میں یوں لکھا ہے کہ آپ سے پہلے پیغمبر گذرے جنکے ساتھ اللہ والے لڑتے تھے + ابن کثیر ابو عمر اور یعقوب وغیرہ قاری قاتل (لڑا) یا قتل کیا) کی جگہ قتل (لڑائی کیا گیا یا قتل کیا گیا) پڑھتے ہیں اور بعض کے نزدیک قتل صحیح ہے سو اگر ان قرأتوں کے مطابق خیال کیا جاوے تو پہلی صورت میں جو معنے ہونگے وہ یہہ ہیں کہ بسا اوقات نبی قتل کیا گیا جبکہ نیکوکار لوگ اُسکے ہمراہ تھے + دوسری صورت میں یہہ کہ بسا اوقات نبی نیکوکاروں کے ساتھ مارا گیا + بس اس طرح اس آیت کے معنے یہہ نہیں ہیں کہ نبی نیکوکار لوگوں سے لڑتا تھا بلکہ یہہ کہ نیکوکار لوگ نبی کے ساتھ ہو کر لڑتے اور دشمنوں کو قتل کرتے تھے یا نبی کے ساتھ ہی قتل کیے جاتے تھے یا درحالیکہ وہ نبی کے ساتھ ہوتے تھے تو بھی نبی قتل کیا جاتا تھا +

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۔ یعنے اگر اللہ تمہاری مدد کریگا تو کوئی تم پر غالب نہ ہوگا اور جو وہ تم کو چھوڑ دیگا پھر کون ہو کہ تمہاری مدد کریگا اُسکے بعد اور اللہ پر بھروسہ چاہئیے مسلمانوں کو + اس آیت سے آنحضرت نے یہہ بات سمجھائی کہ اگر خدا تمہاری مدد کرے جیسی کہ اُسنے جنگِ بدر میں کی تو تم غالب آسکتے ہو پر اگر وہ تم کو چھوڑ دے جیسا کہ اُسنے جنگِ احد میں چھوڑ دیا تم ضرور شکست کھاوگے چنانچہ سورہ آلِ عمران کے پندرھویں اور سولھویں رکوع اور سورہ حدید کے تیسرے رکوع میں یوں مندرج ہو کہ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ[۵۱] مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۔ یعنے کوئی جی مر نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے لکھا ہوا ۔ جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن بھڑیں دو فوجیں سو اُن کو ڈگا دیا شیطان نے ۔ کوئی آفت نہیں پڑی ملک میں اور نہ آپ تم میں جو نہیں لکھی ایک کتاب میں پہلے اس سے کہ پیدا کریں ہم اُسکو +

آخر الامر جو لوگ جنگ احد میں مارے گئے تھے اُن کو آنحضرت نے خطاب شہادت سے ممتاز کیا اور اُنکی جزا میں مبالغہ کرنے کرنے اُنکو آسمانی افواج میں شریک کر دیا چنانچہ سورہ آلِ عمران کے ۱۷ ویں رکوع میں مندرج ہو کہ لَا تَحْسَبَنَّ[۵۲] الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا

---

[۵۱] نولدیکی صاحب فرماتے ہیں کہ یہہ آیت اُسوقت نازل ہوئی تھی جب آنحضرت سخت مصیبت میں مبتلا تھے اور اس سے صاحب موصوف نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہہ ساری سورت ہی جنگ احد کے بعد نازل ہوئی تھی مفسرین اسلام اس آیت کو کسی خاص واقعہ کی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ اسکے عام معنے لیتے ہیں جسمیں بیان کرتا ہو کہ اس سے کال و قحط سالی نقصانات بیماری اور افلاس مراد ہیں جو کہ پہلے ہی لوح محفوظ میں مرقوم ہیں دیکھو تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۳۸ و ۳۹ +

[۵۲] احادیث میں شہیدوں کی بہشتی فرخندہ فالی و خوشحالی کی نسبت نہایت عجیب و غریب حکایات مندرج ہیں آنحضرت نے خود فرمایا کہ جب مومنین احد میں شہید ہوئے اللہ تعالیٰ نے اُنکی روح سبز ... کے جانوں

بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ یعنے تو نہ سمجھ جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے۔ خوشی کرتے اسپر جو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور خوشوقت ہوتے ہیں اُنکی طرف سے جو ابھی نہیں پہنچے اُن میں پیچھے سے اسواسطے کہ ڈر رہے اُن پر نہ اُنکو غم۔ خوشوقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی +

سورۂ آلِ عمران کے آخر میں ایک متعلق المضمون سی آیت پائی جاتی ہے جس سے آنحضرت پر یہہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اگرچہ ساکنان مکہ کو جنگ احد کیوقت سے کافی آزادی حاصل ہے اور وہ اپنے تجارتی کاروبار کے لئے بلا روک ٹوک ادھر اُدھر شہروں میں آتے جاتے ہیں تاہم آپکو بیدل ہونا اور کسی طرح سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے چنانچہ لکھا ہے کہ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِى الْبِلَادِ[1] ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ یعنے تو نہ بہک اسپر کہ آتے جاتے ہیں کافر شہروں میں۔ یہہ فائدہ ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹۔ میں کردی جو جنت کی نہروں اور میووں سے کھاتے پیتے ہیں (خلاصۃ التفاسیر جلد اول صفحہ ۲۳۰ و ۳۲۱) مفسر عالم فرماتے ہیں کہ اس آیت میں شہیدان بدر کی طرف اشارہ ہے اور اس سے شہیدان احد مراد نہیں ہیں +

[1] تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِى الْبِلَادِ کے معنوں کے باب میں مفسر عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ذهاب اليهود والمشركين فى التجارة یعنے یہودیوں اور مشرکوں کا اِدھر اُدھر تجارت کی غرض سے آنا جانا + تفسیر حسینی کی پہلی جلد کے ۱۹۵ ویں صفحہ میں مفسر حسینی لکھتے ہیں باید کہ فریب ندہد ترا رفتن وآمدن کافران در شہرہا برائے تجارت +

تھوڑا سا پھر اُن کا ٹھکانا دوزخ ہی اور کیا بُری تیاری ہی +

اِن حالات سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ جنگ احد میں مسلمانوں نے ایسی شکست فاش کھائی تھی کہ عرب کے بُت پرست لوگ بے خوف اپنے معمولی کاروبار کے لئے ادھر اُدھر آتے جاتے تھے۔ اس سے آنحضرت بہت بیدل ہونے لگے اور آپکے مومنین کی بھی ہمت ٹوٹنے لگی لہذا آنحضرت کی ہمت بڑھانے اور آپکے مریدوں کی دلجمعی کرنے کے لئے مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی +

سورۂ آلِ عمران[1] اس مضمون کی آیات سے پُر ہی اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت اِن حالات کے باعث نہایت مشکل میں تھے اور آپ نے نہایت جانفشانی سے کوشش کی کہ احد کی شکست سے جو خطرات متصور ہو سکتے تھے ان کو مدینہ سے دفع کریں اور ان کے ذریعہ کے وسیلہ سے اپنے مریدوں کو استقلال بخشیں +

علاوہ اس کے یہہ سورت اس امر کی ایک نہایت عمدہ اور صریح نظیر ہی کہ جب مسلمان اپنی خستہ حالی اور بربادی کے باعث بیدل ہو جاتے اور ہمت ہار بیٹھتے تھے تو اُن کی تسلی و تشفی کے لئے کس عجیب طور سے عین وقت پر وحی کا نزول ہوتا تھا +
ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تھوڑی دیر بعد پھر آنحضرت کو کامیابی کی اُمید ہوگئی کیونکہ جنہوں نے جنگ احد میں پیٹھ دکھائی تھی اُن کو آپ نے خوب دھمکایا[2] اور ملامت کی اور

---

[1] آنحضرت کی نظر میں یہہ سورت ازحد قابل قدر تھی چنانچہ آپنے فرمایا کہ جو کوئی سورۂ آلِ عمران کو پڑھیگا اُس کو ہر ایک آیت کے ثواب میں یہہ حق حاصل ہوگا کہ پل صراط سے سلامت گذر جاوے۔
Chrestomathia Baidawiana صفحہ ۱۴۲ اوال +

[2] یا ایہا الذین امنوا لِمَ تقولون ما لا تفعلون۔ کبُر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا

بیان فرمایا کہ اب ضرور اسلام غالب آئیگا اور صرف دین اسلام ہی کل دنیا کا دین قرار پائیگا۔ چنانچہ سورہ صف کی ۹ ویں آیت میں یوں مندرج ہے کہ هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝ یعنے وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ کی سوجھ لیکر اور سچا دین کہ اسکو اوپر کرے دینوں سے سب سے اور پڑے بُرا مانیں شرک کرنیوالے۔

جنگ احد کے بعد دونوں فوجیں باہم یہہ دھمکی سنا کر کہ اگلے سال میدان بدر میں پھر دیکھینگے میدان جنگ سے روانہ ہوئیں۔ دوسرے سال جب وقت آیا تو قبیلہ قریش کے لوگ بہت سی فوج لیکر حسب وعدہ بدر کی طرف روانہ ہوئے لیکن گرمی کی شدت اور تمازت آفتاب کی تاب نہ لا کر مکہ کی طرف واپس چلے گئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۱ تفعلون ۔ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفًا کانّھم بنیانٌ مّرصوص۔ یعنے اے ایمان والو کیوں کہتے ہو منہہ سے جو نہیں کرتے۔ بڑی بیزاری ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو۔ اللہ چاہتا ہے اُن کو جو لڑتے ہیں اُسکی راہ میں قطار باندھکر جیسے وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی۔

سلہ اس آیت کے آخری حصہ کا مطلب مفسرین کے نزدیک یہہ ہے کہ اسلام کا غلبہ عین اُسی وقت ہوگا جب یسوع مسیح دوبارہ تشریف لاوینگے چنانچہ تفسیر حسینی کی دوسری جلد کے ... ویں صفحہ میں یوں مندرج ہے کہ تا غالب گرداند این دین را بر ہمہ کیشہا و ملت بوقت نزول عیسیٰ کہ ہمہ اہل زمین دین اسلام قبول کنند۔ دوسرا مصنف کہتا ہے کہ اس آیت میں اشارہ ہے کہ اسلام ناسخ ادیان ہے۔

سلہ ابن عباس ہو سکتے ہیں کہ آنحضرت کو صلاح دی کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی پیدا کریں لیکن وحی آسمانی نے اس سے روکدیا چنانچہ سورہ مائدہ کے آٹھویں رکوع کی پہلی آیت میں یوں مرقوم ہے کہ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝ یعنے اے ایمان والو مت پکڑو یہود و نصاریٰ کو رفیق۔ وہ آپس میں رفیق ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں اُن سے رفاقت کرے وہ اُنہیں میں ہے۔ اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو۔

سو جب آنحضرت اپنے بہادروں سمیت بدر میں پہنچے تو وہاں قریش کا نام و نشان بھی نہ تھا آپ نے آٹھ یوم تک بدر میں قیام کیا اور آپ نے مال و اسباب کو فروخت کرنے سے بہت سا نفع اٹھایا۔ اس نیک فرجامی کے باب میں جس کے عوض میں عنت کشت و خون کی امید تھی فی الفور وحی کا نزول ہوا چنانچہ سورۂ آل عمران کے اٹھارھویں رکوع میں یوں مسطور ہے اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ ط لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ج اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا ق وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْٓءٌ لا وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ○ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ ص فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ یعنے جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا بعد اس کے کہ ان میں پڑ چکا تھا کٹاؤ[1]۔ جو ان میں نیک ہیں اور پرہیزگار ان کو ثواب بڑا ہے۔ جنکو کہا لوگوں نے کہ انہوں نے جمع کیا اسباب تمہارے مقابلے کو سو تم ان سے خطرہ کرو۔ پھر ان کو زیادہ آیا ایمان اور بولے بس ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے۔ پھر چلے آئے[2] اللہ کے احسان سے اور فضل سے[3] کچھ نہ پہنچی برائی اور چلے اللہ کی رضا پر

---

[1] جنگ احد کی ہزیمت و شکست کی طرف اشارہ ہے۔

[2] یعنے میدان بدر سے بغیر لڑنے اور تکالیف و خطرات جنگ کو برداشت کئے واپس آگئے۔

[3] یا تو مومنین یہاں لوٹ کے مال سے مالا مال ہوئے یا بیضاوی کے بیان کے مطابق وہاں ایک بڑا بھاری میلہ تھا اور انہوں نے خرید و فروخت کرکے بہت نفع حاصل کیا۔

اور اللہ کا فضل بڑا ہی ہے جو ہے سو شیطان ہے کہ ڈراتا ہے اپنے دوستوں سے سو تم مت ڈرو
اور مجھ سے ڈرو اگر ہو تم ایمان والے +

قریش کے علاوہ چند دیگر اقوام پر بھی آپ نے کئی بار حملے کئے۔ ان میں سوائے ایک کے جس میں آپ نے صلوٰۃ الخوف کے قوانین کو قائم کیا کوئی بھی قابل ذکر نہیں ہے جب[3] فوج کا ایک حصہ نماز میں مشغول ہوتا تھا تو دوسرا حفاظت کے لئے تیغ برہنہ کھڑا رہتا تھا۔ اس وقت سے قرآن ایک ذریعہ قرار پایا حرب و ضرب کی تمام خبریں اور ہر طرح کے حکم احکام خدائے تعالیٰ کی طرف سے براہ راست قرآن ہی کی معرفت تمام معاملات طے ہونے لگے +

بعض اوقات آنحضرت کی خانگی زندگی سے متعلق آپ کو راست کا قرار دینے کی غرض سے بھی وحی کا نزول ہوتا تھا۔ جو آسمانی فیصلے آپ اس وقت کے مدنی معاملات سے علاقہ رکھتے ہیں ان سے اس امر کی بخوبی تشریح ہوتی ہے اگرچہ ان کا واقعی طور پر وقوع ہیں

۱؎ ان کو ایمان کی مضبوطی تھی [illegible] دشمنوں کے مقابلہ پر استقلال و شجاعت عطا فرمائی [illegible]

۲؎ [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شیطان سے [illegible] مراد [illegible] ان دونوں [illegible] مسلمانوں کو ڈرایا [illegible] ابو سفیان قریشی سردار مراد ہے۔

۳؎ [illegible] وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ [illegible] ایک جماعت اُن کی کھڑی ہو تیرے ساتھ [illegible] تمھارے پیچھے [illegible] اور آوے دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی [illegible] اس امر کے مفصل بیان کے لئے [illegible] صفحہ ۱۰۲ والا ملاحظہ فرماویں +

آتا ہے۔ ۵ھ میں اور جنگ احد کے بعد کے زمانہ میں بیان کیا جاتا ہے + کہتے ہیں کہ ایک
مرتبہ آپ اپنے متبنیٰ زید کے گھر تشریف لے گئے اور اُسکی زوجہ زینب کے حسن وجمال کو
دیکھکر اُس پر ایسے فریفتہ اور بیدل ہوئے کہ بس پھر نہ سنبھلے۔ زید فی الفور زینب کو طلاق دیکر
آنحضرت کی نظر کرنے پر آمادہ ہوگیا لیکن آپ نے فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور خدا
سے ڈر۔ پر زید ایک صاحب بصیرت شخص تھا اُسنے زینب کو طلاق دیدی۔ عام طور پر آنحضرت
کا زینب کو سلکِ زوجیت میں منسلک کرنا کچھ بڑی بات نہ تھی اور نہ ہی اس سے آپکے نام پر
کسی طرح کا کوئی دھبا لگتا لیکن یہ شخص کا اپنے متبنیٰ کی بیوی سے شادی کرنا گو اُسنے
طلاق بھی دیدی ہو اہل عرب کی نظروں میں نہایت گھناؤنا اور مکروہ تھا۔ بمصداق
ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم۔ آنحضرت زینب کے بغیر کب رہ سکتے تھے۔ وحی کا
نازل کرانا تو اپنے ہاتھ میں تھا۔ شادی رچادی اور الٰہی منظوری کے ثبوت میں ایک
آیت پڑھ سنائی۔ یہہ ایک ضروری امر تھا کہ پہلے آپ متبنوں کی بیویوں سے نکاح کرنیکے
متعلق لوگوں کے عام اعتراضات کو خدا کے نزدیک نامعقول قرار دیں چنانچہ سورہ
احزاب کی چوتھی آیت میں یوں مرقوم ہے وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ یعنے اللہ تعالےٰ
نے تمہارے لیپالکوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا +

اہل عرب کے دستور اور اُنکی مروجہ رسومات کے لحاظ سے محمد صاحب کا زید سے
ایسا رشتہ تھا جیسا کہ باپ کا اپنے حقیقی بیٹے سے ہوتا ہے لیکن اسلام نے خدا کے حکم سے
اس رشتہ کو برطرف و بالائے طاق رکھدیا۔ جب آپکے لئے یہہ ایک عام اصول قائم ہوگیا
تو پھر زینب کے معاملہ میں آپکے سامنے کوئی مشکل باقی نہ رہی اور اہل عرب کے خیالات

کو آسمانی اختیار سے ہیچ اور بیہودہ ثابت کرینکے دعویدار ہوئے چنانچہ سورۂ احزاب
کے پانچویں رکوع میں یوں مندرج ہے کہ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ
عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ
وَتَخْشَی النَّاسَ ۚ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ ۭ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْہَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَہَا لِکَیْ
لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِہِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْہُنَّ وَطَرًا ۭ
وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا ۔ مَا کَانَ عَلَی النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰہُ لَہٗ یعنے اور
جب تو کہے اُس شخص کو جسپر اللہ نے احسان[1] کیا اور تو نے احسان[2] کیا رہنے دے اپنے
پاس اپنی جورو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا اپنے دل میں ایک چیز جو اللہ اُسکو کھولا چاہتا
ہے اور ڈرتا تھا لوگوں[3] سے اور اللہ سے زیادہ چاہئے ڈرنا تجھکو پھر جب زید تمام کر چکا
اُس عورت سے اپنی غرض ہم نے وہ تیرے نکاح میں دی تا نرہے سب مسلمانوں پر
گناہ نکاح کر لینا اپنے لے پالکوں کی جوروؤں سے جب وہ تمام کریں اُنسے اپنی غرض اور

---

[1] یعنے اسکو مشرف باسلام ہونے کی اجازت و توفیق بخشی ۔

[2] اُسکو اپنا متبنّٰی بنایا ۔

[3] تفسیر حسینی اور صحیح البخاری میں مذکور ہے کہ اللہ مبدیہ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ زینب آخر کار آپکے نکاح میں آئیگی اور تخشی الناس سے یہہ مراد ہے کہ محمد صاحب اہل عرب کی رسومات کی خلاف ورزی سے ڈرتے تھے کیونکہ اُنکے دستور کے مطابق متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کرنا ناجائز تھا۔ چنانچہ صحیح البخاری کی تیسری جلد کے ۲۱۳ ویں صفحہ میں مندرج ہے وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ نزلت فی شان ابنۃ جحش و زید ابن حارثۃ ۔ تفسیر حسینی کی دوسری جلد کے صفحہ ۲۰۱ میں یوں مرقوم ہے وتخفی فی نفسک وپنہاں میکردی در نفس خود ما اللہ مبدیہ آنچہ خدا پیدا کنندہ آن است یعنی آنرا کہ زینب داخل ازواج طیبات تو خواہد بود ۔ وتخشی الناس و ترسیدی از سرزنش مردم کہ گویند زن پسر خواندہ را بخواست ۔

ہی اللہ کا حکم کرنا نبی پر کچھ مضائقہ نہیں اُسبات میں جو ٹھہرا دی اللہ نے اُسکے واسطے +

پھر آنحضرت کو یہہ ایک اور مشکل پیش آئی کہ زینب آپکی حقیقی پھوپھی امیمہ کی بیٹی تھی وحی کے وسیلہ سے پھر آپکو ایک اور خاص حق جس سے آپکے سب مرید محروم تھے عطا ہوا اور اس سے یہہ مشکل بھی رفع دفع ہوگئی۔ چنانچہ سورۂ احزاب کے چھٹے رکوع میں یوں مرقوم ہو یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ یعنے ای نبی ہم نے حلال رکھیں تجھ کو تیری عورتیں جنکے مہر تو دے چکا اور جو مال ہو تیرے ہاتھہ کا جو ہاتھہ لگا دے تجھ کو اللہ اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں[۱] اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے وطن چھوڑا تیرے ساتھہ اور کوئی عورت[۲] ہو مسلمان ہو کر بخشے اپنی جان نبی کو اگر نبی چاہے کہ اسکو نکاح میں لے یہہ نری ہی تجھی کو سوائے سب مسلمانوں کے +

---

[۱] مفسرین صاف فرماتے ہیں کہ بنات عمّٰتک میں زینب کی طرف اشارہ ہو چنانچہ تفسیر حسینی کی دوسری جلد کے صفحہ ۴۰ میں اسکے بیان میں یوں مرقوم ہو کہ دختران عمہائے تو از اولاد عبد المطلب ۔ یہہ آیت آنحضرت نے زینب سے نکاح کرنیکے وقت یعنے ۶۲۶ء سے بعد کی ہو اور آنحضرت کے کردہ کو دائرۂ جواز میں لاتی ہو اور لونڈی کا حوالہ بنی قریضہ کے قتل کی طرف اشارہ کرتا ہو جو کہ ۶۲۷ء میں واقع ہوا تھا جبکہ آنحضرت نے اپنی پہلے پہل اسیر کردہ عورتوں میں سے ریحانہ کو اپنے حرمین شریفین میں داخل کیا تھا +

[۲] سورۂ النساء میں جو دوسرے مسلمانوں کے لئے حدود اور قواعد مقرر کئے گئے ہیں ان سے اسکے وسیلہ سے آنحضرت معذور رکھے جاتے ہیں +

چونکہ زینب اور اسکا بھائی آنحضرت کی اس کارروائی میں رضامند نہ تھے اس لئے سورۂ احزاب کے پانچویں رکوع میں خدا کی طرف سے آپ نے اُن کو یوں ملامت کی وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا[1] یعنے اور کام نہیں کسی ایماندار مرد کا نہ عورت کا جب ٹھہرا دے اللہ اور اسکا رسول کچھ کام کہ انکو رہے اختیار اپنے کام کا اور جو کوئی بے حکم چلا اللہ کے اور اُس کے رسول کے سو راہ بھولا صریح چوک کر +

اس آیت سے معاملہ طے ہو گیا اور زینب کے ساتھ آنحضرت کا نکاح جائز قرار دیا گیا۔ اسی سورت میں ایک آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کو اسوقت موجودہ بیویوں کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا لیکن ساتھ ہی آپ کو یہہ اجازت ملی کہ جسقدر لونڈیاں چاہیں حرموں کے طور پر رکھ لیں چنانچہ اس امر جواز کے باب میں قرآن میں یہہ فقرہ مندرج ہے کہ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ[2] یعنے جو مال ہو تیرے ہاتھ کا اسوقت اسبات کے طول طویل بیان کی کچھ ضرورت نہیں۔ سورہ نور سنہ ۵ ہجری میں نازل

---

[1] مفسر بالاتفاق اس مرد و عورت سے زید و زینب مراد لیتے ہیں چنانچہ ترمذی، معالم اور دوسری تفاسیر میں درج ہے کہ یہہ آیت زینب کے حق میں نازل ہوئی۔ دیکھو خلاصۃ التفاسیر جلد سوم صفحہ ۵۵۹ وال تفسیر ابن عباس کے ۳۴۸ ویں صفحہ پر مرقوم ہے لمؤمن زید المؤمنۃ زینب۔ مفسر حسین بھی کہتا ہے کہ اس سے زینب ہی مراد ہے۔ دیکھو تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۲۰۱ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ پر حسین یہہ نتیجہ نکالتا ہے اور قرآن و سنت کو متساوی الحیثیت قرار دیکر یوں لکھتا ہے کہ ہر کہ عاصی شود و مخالفت کند خدا ئے تعالیٰ و رسول او را یا از حکم کتاب و سنت بگذرد +

[2] کہتے ہیں کہ یہہ آیت پہلی آیات سے منسوخ ہو گئی ہے۔ اس آیت پر سیل صاحب کا حاشیہ و خلاصۃ التفاسیر جلد سوم کے ۵۰۸ ویں صفحہ کو ملاحظہ فرمائیے خلاصۃ التفاسیر کے بیان کی تصدیق کے باب میں کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی لہذا بیان تنسیخ مشکوک اور غیر معتبر ہے +

ہوئی تھی اسکی تیسری آیت میں عام مسلمانوں کو حکم ہی کہ حرموں کے علاوہ ایک ہی وقت چار سے زیادہ بیویاں نہ رکھیں اور جس آیت میں آنحضرت کے لئے نو کی حد ٹھہرائی گئی ہی وہ اسکے بعد نازل ہوئی تھی *

پھر کچھ مدت بعد قریبا ۸ یا ۹ ہجری میں آنحضرت کے خانگی معاملات کے متعلق حضرت جبرائیل یعنے وحی آسمانی لیکے ہوئے آئے۔ اسوقت سے کچھ عرصہ پیشتر ملک مصر کے رومی حاکم نے ایک نہایت خوبصورت و حسین نوخیز لونڈی آپکی نذر کی تھی۔ وہ آنحضرت کے تخل مراد سے باردار ہوئی اور ایک لڑکا پیدا ہوا اور آپنے اسکا نام ابراہیم رکھا۔ اب آنحضرت کی دیگر زوجات مطہرات کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ آنحضرت کی ایک کرتوت آپکی زوجات میں سے حفصہ کو معلوم تھی اور آپنے اسکو یہ راز پوشیدہ رکھنے کی سخت تاکید کی تھی لیکن اس نے عائشہ کو بھی بتا دیا اس سے آپ سخت ناراض ہوگئے۔ خانگی تنازعہ بڑھ گیا اور آپکو مناکحت کے باب میں الٰہی منظوری اور رضامندی کی ضرورت پڑی اور آپکی کار روائیوں کو دائرہ مباحات میں لانے اور جو آپنے اپنی زوجات مطہرات کے آرام و آسائش کی بابت قسمیہ عہد کیا ہوا تھا اس سے مخلصی بخشنے کیلئے جبرائیل پیغام لائے چنانچہ سورہ تحریم کی پہلی آیتوں میں یوں مندرج ہی کہ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۝ یعنے اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہی جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر چاہتا ہی تو رضامندی اپنی عورتوں کی

سلہ Muir's Life of Muhammad کی چوتھی جلد کے ۱۶۰ سے ۱۶۳ ویں صفحہ تک اس کا مفصل بیان مندرج ہی۔ نیز تفسیر حسینی جلد دوم کا ۴۱۱ واں صفحہ ملاحظہ فرمائیے *

اور اللہ بخشنے والا ہی مہربان ٹھہرا دیا ہی اللہ نے تم کو کھولکر الانا تمہاری قسموں کا اور اللہ صاحب ہی تمہارا اور وہی ہی سب جانتا حکمت والا +

سنہ ۵ ہجری میں قبیلۂ قریش کے لوگوں نے پھر بڑے زور و شور سے چڑھائی کی اور شہر مدینہ کا محاصرہ کر لیا جسقدر محاصرین نے زور دیا اُسیقدر بعض مسلمان بیدل ہو گئے اور ہمت ہار بیٹھے چنانچہ سورۂ احزاب کی دسویں اور گیارھویں آیات میں اس محاصرہ کا بیان اور اُسکے خطرات کا نقشہ کھینچکر یوں پیش کیا گیا ہی کہ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۔ یعنے جب آئے تم پر اوپر کی طرف سے اور نیچے سے اور جب ڈگنے لگیں آنکھیں اور پہنچے دل گلوں تک اور اٹکلنے لگے تم اللہ پر کیسی کیسی اٹکلیں۔ وہاں جانچے گئے ایمان والے اور جھڑجھڑا ئے گئے زور جھڑجھڑانا +

اب محمد صاحب بالکل عاجز و بے بس معلوم ہوتے تھے اور جو لوگ شہر کی حفاظت کے لئے باہر نکلکر قریش کو شہر میں داخل ہونے سے روک رہے تھے اُنکے دلوں میں آپکی موعودہ آسمانی مدد کی نسبت شکوک پیدا ہو گئے اور وہ کام چھوڑ کر شہر میں آجانے پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ اسی سورت کی بارھویں تیرھویں چودھویں اور سترھویں آیات میں اُنکو یوں سرزنش کی گئی ہی وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۔ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۔ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ ۔ یعنے اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہی جو وعدہ

دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اسکے رسول نے سب فریب تھا اور کہنے لگے ایک ان میں سے ای یثرب والو تم کو ٹھکانا نہیں سو پھر چلو۔ اور رخصت مانگنے لگے اُن میں ایک لوگ نبی سے اور کہنے لگے ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ کھلے نہیں پڑے یغرض اور نہیں مگر بھاگنا۔ تو کچھ کام نہ آویگا تم کو بھاگنا +

قریش نے یکایک اچانک محاصرہ سے ہاتھ اٹھا لیا اور آنحضرت نے مسلمانوں کو حوصلہ بڑھانیکے لیئے خدا کی طرف سے ایک اور پیغام جیسا کہ سورۂ احزاب کے تیسرے رکوع میں مرقوم دیوں سنایا وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا یعنے اور پھیر دیا اللہ نے منکروں کو اپنے غصے میں بھرے ہاتھ نہ لگی کچھ بھلائی +

اب ایک سالار قوم کی حیثیت میں آنحضرت کی طاقت قائم ہو گئی اور آپنے اپنی فوقیت اور بالادستی کا دعویٰ کیا اور یہہ حکم دیا کہ سب لوگ آپکی عزت و توقیر کریں اور بڑے ادب سے پیش آئیں۔ چنانچہ سورۂ نور کے ۹ ویں رکوع میں لکھا ہے کہ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا یعنے مت ٹھہراؤ بلانا رسول[1] کا اپنے اندر برابر اسکے جو بلاتا ہے تم میں ایک کو ایک +

قریش نے جنگ بدر میں شکست کھائی فتح احد میں مسلمانوں کا تعاقب نہ کیا اور اب مدینہ کے محاصرہ میں بھی ناکامیاب رہے۔ بہت سی عربی اقوام نے ترغیب و تحریص پا کر یا شمشیر محمدی سے خوف زدہ ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ یہودی لوگ کچھ قتل ہوئے کچھ جلا وطن

---

[1] راڈویل صاحب کے قرآن ۲۰۸ ویں صفحہ کے حاشیہ نمبر ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ خیال آپکا یہودیوں سے اڑایا ہوا تھا +

کئے گئے اور جو باقی ماندہ تھے انکی طاقت وجمعیت ٹوٹ گئی پر اہل مکہ تاحال آنحضرت کی
کچھ پرواہ نہ کرتے تھے اگرچہ آپ اپنے آپ کو فاتح اور بنی آدم کا حاکم سمجھتے تھے ہیں تمام
عرصہ میں محمد صاحب کو قریش کے ہاتھ سے مصائب و تکالیف پہنچتی رہیں لیکن اب انتقام
ومکافات کا دن قریب آگیا۔ اسوقت آنحضرت کی توجہ شہر مکہ کی طرف مبذول ہوئی کیونکہ جب
تک آپ مکہ میں مختار کل اور مطلق العنان نہ ہوئے تب تک آپکو عرب کی شاہنشاہت کا خیال کرنا
بیجا ہوس کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اب آپکو اپنے مکی مومنین سمیت مکہ سے نکلے ہوئے پورے
چھ برس گذر چکے تھے اور انمیں اکثر بعض مکی مقامات کی زیارت کے بصد جان مشتاق
تھے۔ علاوہ ازیں کچھ عرصہ سے محمد صاحب نے قبلہ کی بھی تبدیلی کرلی تھی۔ اب بجاے
یروشلم کے مکہ کی طرف منہہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے۔

جو مسلمان مدینہ میں جا بسے تھے انکی نظر میں تاحال کعبہ کی بہت کچھ عظمت و تکریم تھی اگرچہ
عرصہ چھ سال سے وہ کعبہ کی زیارت سے محروم تھے تاہم وہ ہر روز نماز کے وقت قبلہ کی طرف
منہہ کرکے کھڑے ہوتے تھے۔ انکے دلوں میں حرم کعبہ میں داخل ہونے اور اسکا طواف
کرنیکا شوق از بس شدید تھا۔ اب عین وقت پر آنحضرت نے ایک خواب دیکھا کہ ہم اپنے
تئیں تمام مومنین سمیت فرائض حج کو ادا کرتے ہوئے پاتے ہیں خواب کے مطابق ہم [illegible]

لہ سورۃ الحج کے نزول کی نسبت ٹھیک فیصلہ نہیں ہوسکتا اسکی [illegible] خیر [illegible]
سے تعلق رکھتی ہیں لیکن بعض اسوقت کی مدنی معلوم ہوتی ہیں اور ان [illegible]
دل میں حج کعبہ کے خیالات کس قدر زور مار رہے تھے [illegible]
کے باعث بھڑکایا اور ۲۸ ویں آیت کے مطابق آپ کو حکم ہوا کہ لوگوں میں حج کے لئے پکار [illegible]
وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۔ یعنی پکار لوگوں
میں حج کیواسطے کہ آویں تیری طرف پاؤں چلتے اور سوار ہوکر دبلے دبلے اونٹوں پر جو چلے آتے راہوں دور سے۔

بہت خوش ہوا چنانچہ سورہ فتح کے تیسرے رکوع کی پہلی آیت میں یوں مندرج ہے کہ لقد رضی اللّٰہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ یعنے اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب ہاتھ ملانے[1] لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے۔

تمام باہمی صلاح و مشورہ کا نتیجہ یہ تھا کہ قریش نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی مطلق اجازت نہ دی اور مفصلہ ذیل شرائط پر اکتفا ہوئی :-

(۱) دس سال تک کوئی لڑائی نہ ہوگی اور طرفین میں سے کوئی فریق فریق ثانی پر حملہ آور نہ ہوگا اور کامل اتحاد و دوستی قائم رکھی جائیگی (۲) اگر کوئی شخص قریش سے محمد صاحب کے ساتھ ملنا چاہے یا کوئی محمدی آنحضرت کو چھوڑ کر قریش میں شامل ہونا چاہے تو اسکے لئے کسی طرح کی کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی (۳) اگر کوئی شخص اپنی قوم کے سردار[2] کی اجازت کے بغیر محمد

---

[1] اس عہد کا نام بیعۃ الرضا لکھا ہے۔

[2] اس شرط میں ذکور و اناث کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ یہ شرط مذکر و مونث دونوں پر یکساں عائد ہوتی ہے لیکن جب آنحضرت مکہ سے مدینہ کی طرف واپس چلے آئے تو اسکے تھوڑی دیر بعد ایک قریشی جوان آپ سے آملا اور قریش کے دعویٰ کرنے پر آپ نے اسے واپس دیدیا پھر ایک عورت اسی طرح آگئی اور اسکے بھائی آپکی خدمت میں مدینہ پہنچے اور آپ سے درخواست کی کہ اسے انکے حوالہ کردیں۔ آنحضرت نے خدا کا حکم پیش کیا اور عورت کو انکے حوالہ کرنے سے صاف انکار کیا چنانچہ سورہ ممتحنہ کی دسویں آیت میں یوں مرقوم ہے یٰایھا الذین اٰمنوا اذا جاءکم المؤمنٰت مھٰجرٰت فامتحنوھن۔ اللّٰہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنٰت فلا ترجعوھن الی الکفار لاھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن۔ یعنے اے ایمان والو جب آویں تم پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر تو انکو جانچ لو اللہ بہتر جانتا ہے انکا ایمان پھر اگر جانو کہ وہ ایمان پر ہیں تو نہ پھیرو انکو کافروں کی طرف۔ نہ یہ عورتیں حلال ان مردوں کو نہ وہ مرد حلال ان عورتوں کو۔ فقرہ فامتحنوھن کی نسبت مفسرین کا بیان ہے کہ ان عورتوں کا اس امر پر امتحان کرنیکا حکم ہوا تھا کہ آیا وہ فی الحقیقت اسلام قبول کرنیکی غرض سے وطن چھوڑ کر آئی ہیں یا کسی اور غرض سے کیونکہ صرف اسی حالتمیں کہ وہ اسلام کی خاطر آئی ہوں آنحضرت کو انہیں اپنے پاس رکھنا جائز تھا لیکن اس حالت میں بھی آپ اپنے منظور کردہ عہد و پیمان کی خلاف ورزی کر رہے تھے اس بیان سے آنحضرت کی ذاتی خوبی اور قرآن کے متدرج نزول کے

صاحب سے جاملے تو محمد صاحب اُسکو واپس بھیجدینگے اور اسی طرح اگر کوئی مسلمان قریش میں واپس آجائے تو قریش اُسکو محمد صاحب کے پاس واپس بھیجینگی بشرطیکہ محمد صاحب اپنے مومنین سمیت واپس چلے جاویں اور اس سال شہر مکہ میں داخل نہ ہوں۔ نیز قریش نے آنحضرت سے اقرار کیا کہ آئندہ ہم آپکو مومنین سمیت شہر مکہ میں تین یوم تک جبکہ باہر چلے جائینگے داخل ہونے سے نہیں روکینگے بشرطیکہ کسی کے پاس سوائے تلوار کے اور کوئی ہتھیار نہو اور وہ تلوار بھی میان میں ہو۔ +

اس عہد و پیمان سے پہلے تو مسلمان بہت مایوس ہوگئے اور خیال کرنے لگے کہ مکہ آنے میں کچھ فائدہ نہوا[ل] لیکن محمد صاحب نے فوراً خدا کی طرف سے وحی کا پیغام سنایا اور سمجھایا کہ عہد حدیبیہ سے ہم کو بہت فائدہ ہوا ہی مسلمان اسکے برعکس خیال کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں چنانچہ آپ نے اونٹ پر کھڑے ہوکر یوں فرمایا کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا یعنے ہم نے پہلے فیصلہ کردیا تیرے واسطے صریح فیصلہ (سورۂ فتح پہلی آیت) +

قریش نے آنحضرت سے ایسا سلوک کرنے سے گویا آپکو ملکی رتبہ کے لحاظ سے اپنا ہمسر تسلیم کیا۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب لڑائی موقوف ہوگئی اور لوگ امن و چین کی حالت میں ایک دوسرے سے ملنے جلنے لگے تو اثنائے گفتگو میں جن جن سلیم الطبع اشخاص نے اسلام کے جماف سُنے اور اُسکی خوبیوں کو دیکھا فی الفور مسلمان ہوگئے۔ فی الواقعہ اسوقت سے اسلام کی ترقی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴۔ فوائد کی بخوبی تشریح ہوتی ہی +

[ل] Muir's Life of Mohammad جلد چہارم صفحہ ۴۳ وال +

[ل] مذکور ہی کہ محمد صاحب کو اہل مکہ پر اعتماد نہ تھا اور آپ نے یہہ اجازت دی کہ اگر وہ عہد و پیمان حدیبیہ کی شرائط پر قائم نہ رہیں تو بے شک تلوار سے کام لیا جائے۔ چنانچہ سورۂ بقر کے ۲۴ ویں رکوع میں اس امر کا بیان مفصل طور پر مندرج ہی۔ اگرچہ یہہ آیات اسی وقت کی نہیں ہیں تو ضرور بعد میں یہاں داخل کی گئی ہیں (دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۳۲ وال) +

نہایت سریع ہوگئی۔ جن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا انکو سخت لعنت ملامت کی گئی اور انہیں اسبات سے آگاہ کیا گیا کہ اگر وہ ایمان نہیں لائینگے تو آتش دوزخ انکی خاطر بھڑک رہی ہی چنانچہ سورہ فتح کے پہلے رکوع میں مرقوم ہی اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ یعنے تیار کی اُنکے واسطے دوزخ۔ اور بالمقابل اسکے جنہوں نے آنحضرت سے درخت تلے عہد کیا تھا انکو امن وچین فتح قریب اور بہت سے مال غنیمت کا وعدہ عنایت ہوا چنانچہ تیسرے رکوع کی پہلی دو سری آیات میں اس طرح مندرج ہی لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً یعنے اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب ہاتھ ملانے لگے تجھ سے اُس درخت کے نیچے۔ پھر جانا جو اُنکے جی میں تھا پھر اتارا اپر چین اور انعام دی انکو ایک فتح نزدیک اور بہت غنیمتیں + مومنین آنحضرت کی مذکورہ بالا خواب کا خیال کرکے تعجب کرنے لگے کہ اسکے پورا ہونیکی کیا وجہ ہی۔ آپنے فرمایا کہ اسکے پورا ہونیکا سال نہیں بتایا گیا تھا اور ساتھ ہی ایک آسمانی پیغام پیش کرکے خواب کے پورا ہونیکی نسبت مومنین کی تسلی کردی چنانچہ سورہ فتح کے چوتھے رکوع میں یوں مرقوم ہی لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا۔ یعنے اللہ نے سچ دکھایا اپنے رسول کو خواب تحقیق تم داخل ہو رہوگے ادب والی مسجد میں اگر اللہ نے چاہا چین سے۔ بال مونڈتے اپنے سر ونکے اور کترتے بے خطرہ۔ پھر جانا جو تم نہیں جانتے۔ پھر ٹھہرادی اس سے ورے ایک فتح نزدیک۔ وہی جس نے بھیجا پیغمبر اپنے کو ساتھ ہدایت کے اور دین حق کے کہ اوپر

رکھے اسکو ہر دین سے اور بس ہے اللہ حق ثابت کرنیوالا +

جیسا اوپر بیان ہوا ہے اگرچہ حج ملتوی ہوگیا پر مسلمان فتحمند ہوئے سو چونکہ ہدایت رہبری آنحضرت کو تفویض کی گئی اسلیئے وہ اب صبر سے انتظار کرنے لگے کہ ہماری باتیں کب پوری ہوتی ہیں۔ اسلام کا جاہ و جلال بہت بڑھنے والا تھا اور دین عیسوی و مذہب یہود کو اس بات کی بہری کا دعویٰ نہ تھا۔ دین اسلام ہی تمام[1] دینوں سے افضل اور نجات کا وسیلہ قرار پایا تھا انکے لیئے اب یہہ بات کچھ مشکل نہ تھی کہ اپنی آرزوؤں کے پورا کیئے لیئے ایک سال تک انتظار کریں + اُنکے لیئے یہہ جاننا کافی تھا کہ خدا کی مرضی یوں ہی ہے۔ سورۂ فتح اول سے آخر تک قابل غور اور آنحضرت کی ضرورت کے لیئے اسکا نزول عین حسب موقع معلوم ہوتا ہے +

صرف اسلام ہی۔ کے حقیقی اور سچے دین ہونیکا یہہ خاص دعویٰ سورۂ آل عمران ابتدائی زمانہ کی مدنی سورت ہی کے دوسرے رکوع میں بھی بیان ہوچکا ہے چنانچہ یوں لکھا ہے کہ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ یعنے دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکم برداری اور مخالف نہیں کتاب والے مگر جب انکو معلوم ہوچکا آپس کی ضد سے +

---

[1] چنانچہ سورۂ آل عمران کے ۹ ویں رکوع میں یوں مندرج ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ یعنے جو کوئی چاہے سوا اسلام کے دین سو اس سے ہرگز قبول نہوگا اور وہ آخرت میں خراب ہے + تفسیر حسینی کی جلد اول کے ۷۵ ویں صفحہ پر یوں لکھا ہے کہ این آیت تهدید جمعی است کہ طالب غیر دین اسلام اند و شان آنہا کہ بعد حصول شرف اسلام دست از دامن دین متین باز دارند و مرتد شوند + پھر خلاصۃ التفاسیر کی جلد اول کے ۲۷۱ ویں صفحہ پر یوں مرقوم ہے کہ جو سوائے دین اسلام کے کوئی اور دین اختیار کرے۔ یہودیت یا نصرانیت یا کچھ تو منظور و مقبول نہ ہوگا اور وہ اپنی سعی اور کوشش میں محروم و مخذول رہیگا۔ اس آیت نے تمام دینوں کو منسوخ کردیا جو گذر گئے یا پیدا کیئے جائیں + اس مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت تمام بنی آدم کے لیئے اسلام کی اطاعت و انقیاد کا وجوب ساکنان مدینہ کے سامنے اب صاف طور سے پیش کیا گیا تھا +

تفسیروں[1] میں مذکورہ بالا آیت کا مطلب یوں بیان کیا جاتا ہے کہ صرف اسلام ہی سچا دین ہے نہ کہ یہودیت و نصرانیت۔ اور یہود و نصاریٰ نے اسلام کو اسوقت رد کیا جبکہ قرآن نازل ہُوا اور وہ بھی انہوں نے یا تو ازراہِ حسد کیا یا اسلیئے کہ ان کو فوق حاصل رہے +

جب آنحضرت مکہ سے لوٹ کر مدینہ میں آئے اسوقت سے آپکی طاقت بڑھتی گئی اور اس ترقی کے خیال سے سرشار ہو کر اپنے خواب کی تاویل کے میدان کو بہت وسیع کرنے لگے چنانچہ سورۃ الاعراف کے بیسویں رکوع کی پہلی آیت میں یوں مرقوم ہے کہ قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا یعنے تو کہہ اے لوگو میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف +

مندرجہ بالا آیت سے موثر ہو کر ۶۲۸ یا ۶۲۷ میں آپ نے مختلف ممالک میں مسیحی فرمانرواؤں اور ہیراقلیس Heraclius شاہ قسطنطنیہ اور شاہ ایران وغیرہ کے پاس پیغام بھیجے نولدکی صاحب فرماتے ہیں کہ ان خطوط میں آپ نے مسیحی حاکموں کو اسلام کی طرف بلانے اور اپنی نبوّت و صداقتِ رسالت کا اظہار کرنیکی غرض سے ذیل کی آیات تحریر فرمائیں قُلْ یٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ یٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْ بَعْدِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

---

[1] تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۶۲ پر یوں مرقوم ہے کہ دین پسندیدہ نزدیک خدا دین اسلام است نہ یہودیت و نصرانیت و اختلاف نہ کردند در آنکہ دین اسلام حق است و محمد رسول پیغمبر بحق آنانکہ دادہ اند بدیشاں کتاب یعنے توریت و انجیل مگر پس از انکہ آمد بدیشاں دانستے بحقیقت امر یعنے قرآن بدیشاں فرود آمد + پھر خلاصۃ التفاسیر جلد اول کے ۲۴۱ ویں صفحہ میں مندرج ہے کہ سوائے اسلام کے اور کوئی طریقہ مقبول نہیں جیسا فرمایا مَن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ اسلام کے سوا دوسرا دین جو اختیار کرے نہ مانا جائیگا +

هٰأَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۔ تو کہہ

ای کتاب والو آؤ ایک سیدھی بات پر ہمارے تمہارے درمیان کی کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کو اور شریک نہ ٹھہراویں اسکا کسی چیز کو اور نہ پکڑیں آپس میں ایک ایک کو رب سوائے اللہ کے۔ پھر اگر وے قبول نہ کریں تو کہو شاہد رہو ہم تو حکم کے تابع ہیں۔ ای کتاب والو کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم[۱] پر اور توریت اور انجیل تو اتریں اسکے بعد کیا تم کو عقل نہیں۔ سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات میں تم کو خبر تھی اب کیوں جھگڑتے ہو جس بات میں تم کو خبر نہیں؟ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ نہ تھا ابراہیم یہودی اور نہ تھا نصرانی لیکن تھا ایک طرف کا حکم بردار اور نہ تھا شرک والا۔ (سورہ آل عمران رکوع ۷) بعض کہتے ہیں کہ یہ آیات اسوقت نازل ہوئی تھیں جب نجران کے عیسائی اپنے بشپ کے ساتھ محمد صاحب کی ملاقات کے لئے آئے تھے۔ اس ملاقات کا نتیجہ سوائے اسکے اور کچھ نہ تھا کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا[۲]۔

اب چونکہ محمد صاحب قریش کے حملات سے محفوظ اور بالکل بےخوف تھے اسلئے بے تحاشا مختلف بدوی اقوام کو لوٹ مار کر گذارہ کرتے رہے یہانتک کہ عمرہ یعنے حج صغر کا وقت آگیا اور ۶۲۹ء کے موسم بہار میں آپنے قریش کی منظوری سے استفادہ حاصل کیا اور قریباً دو ہزار مومنین کو ساتھ لیکر مکہ جا پہنچے۔ قریش کے لوگ شہر سے باہر آگئے اور مسلمان اپنے آلات حرب باہر رکھکر سات سال بعد شہر میں داخل ہوئے جب آنحضرت کعبہ میں پہنچے تو فرمانے لگے کہ ای خدا کہ کے

۱؎ کہ آیا ابراہیم یہودی تھا یا نصرانی ۔

۲؎ Muir's Life of Muhammad جلد دوم صفحہ ۲۹۹ سے ۳۰۳ تک۔

لوگوں نے دلوا میں آج میرے رعب کو مسلط کر دے۔ پھر آپ نے رسوم حج مثلاً حجر اسود کو بوسہ دینے
کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرنے اور کوہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کو عربی بت پرستوں کے
دستور کے مطابق پورا کیا۔ جو جانور آپ قربانی کی غرض سے لے گئے تھے انکو ذبح کیا اور اس
حج کی رسومات سے فارغ ہوئے۔ جب آپ نے شہر مکہ اور خانہ کعبہ کی اسقدر تعظیم و تکریم کی تو
اہل مکہ کے دل آپکی جانب بیقدر مائل ہو گئے اور آپکے فوجی جاہ و جلال کو دیکھکر قریش کے دو
سپہ سالار آپسے آملے۔ پھر آپ نے میمونہ سے نکاح کرکے قریش سے اتحاد بڑھایا۔ اس مقام پر یہ بات
بھی قابل ذکر ہی کہ اسی سال کے اندر اندر میمونہ چوتھی عورت تھی جو آپکے حرمین شریفین میں
داخل ہوئی۔ آخرکار آنحضرت پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور اب آپکو ہر طرح سے اسقدر
قوت و طاقت حاصل ہوئی کہ جس سے پیشتر کبھی نصیب نہ ہوئی تھی +

اب محمد صاحب نے معلوم کیا کہ سارا مکہ جنگ و جدل سے تنگ آگئے ہیں۔ قریش کے
اکثر سپہ سالار مرگئے اور باقی ماندوں میں سے بہت آنحضرت سے آملے۔ تمام عرب میں آپکی طاقت
روز افزوں ہوری تھی اور اب آپکے لئے ممکن تھا کہ استقلال و ثابت قدمی سے ایک سخت حملہ
کرکے مکہ کو فتح کریں اور قریش کی باقیماندہ مخالفت کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کردیں۔ سورہ
رعد سب سے آخری مکی سورت ہی لیکن اسکی اکتالیسویں آیت غالباً بعد میں داخل کی گئی ہی
اور اسی مذکورہ بالا موقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہی چنانچہ یوں لکھا ہی کہ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ
نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔ یعنے کیا نہیں دیکھتے کہ
ہم چلے آتے ہیں زمین پر گھٹاتے اسکو کناروں سے اور اللہ حکم کرتا ہی کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے
اسکا حکم۔ ابن عباس[۵] اور بہت سے دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ یہہ آیت اہل مکہ کی طرف

---

[۵] تفسیر ابن عباس صفحہ ۲۸۹ +

اشارہ کرتی ہی جو کہ ایسے اندھے اور کوتہ اندیش تھے کہ انکو اہلِ اسلام کا آنا فانا بہت سے عربی ممالک پر مسلط و متصرف ہوتے جانا گو بانظری نہیں آتا تھا مگر مفسر حسینی[۱] فرماتے ہیں کہ اس میں یہودیوں کی طرف اشارہ ہی جنکی اراضیات قلعے اور مقبوضات اہلِ اسلام کے قبضہ میں آتے جاتے تھے*

جب آنحضرت نے فتح مکہ کے لئے حملہ کیا تو جن لوگوں نے اس میں شامل ہونے میں بےپرواہی ظاہر کی انکو سورہ توبہ کے دوسرے رکوع میں یوں عتاب ہوا کہ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ یعنے کیوں نہ لڑو ایسے لوگوں سے کہ توڑیں اپنی قسمیں اور فکر میں رہیں کہ رسول کو نکال دیویں اور انہوں نے پہلے چھیڑ کی تم سے کیا ان سے ڈرتے ہو؟ سو اللہ کا ڈر چاہئے تم کو زیادہ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ لڑو ان سے تا عذاب کرے اللہ انکو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے اور تم کو ان پر غالب کرے*

جو لوگ اس حملہ میں سرگرمی سے شریک ہوئے اور فتح مکہ کے لئے خوب جان توڑ کر لڑے انکو بہت تحسین و آفرین کہی اور جنہوں نے روپیہ دیا اور فتح مکہ کے بعد ترقی اسلام اور آنحضرت کی طاقت کے اظہار کے لئے لڑے انکے مقابلہ میں اعلیٰ درجہ نصیب ہوا چنانچہ سورہ حدید کی دسویں آیت میں یوں مندرج ہی کہ مَّنْ اَنْفَقَ[۲] مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً

---

[۱] تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۳۴۳ و ۳۴۸

[۲] نولدیکی صاحب فرماتے ہیں کہ یہہ آیت فتح بدر کی طرف اشارہ کرتی ہی لیکن سوائے معالم کے جو اس آیت کو عہد حدیبیہ کی طرف منسوب کرتا ہی تمام مفسرین جنکے بیانات کو ہم نے دیکھا ہی اس امر پر متفق ہیں کہ یہہ آیت فتح مکہ کا بیان کرتی ہی۔ جو لوگ اس معرکہ میں شامل ہوئے انکی فضیلت و فوق کے بیان میں خلاصۃ التفاسیر جلد چہارم کے ۲۶۴ ویں صفحہ پر یوں مرقوم ہی کہ وہ صحابی جو فتح مکہ سے پہلے مومن و معین ہوئے دوسرے تمام مومنین بلکہ خیار مت سے افضل ہیں*

مِنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا یعنے جس نے خرچ کیا فتح سے پہلے اور لڑائی کی سو ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے اُن سے جو خرچ کریں اُس سے پیچھے اور لڑیں +

اب آنحضرت نے چند اور عربی اقوام پر حملہ کرکے انکو بھی مطیع و منقاد بنایا اور بعد ازاں سلطنت روم کے جنوبی حصہ پر چڑھائی کی لیکن جنگ موتہ میں مسلمانوں نے سخت شکست کھائی اور آنحضرت نے معلوم کیا کہ آپکا یہ حملہ قبل از وقت تھا ابھی وہ وقت نہ آیا تھا کہ آپ غیر ممالک کی تسخیر میں مشغول ہوں پیشتر اسکے کہ آپ غیر ممالک کو تاخت و تاراج کریں تمام عرب میں قرار واقعی تسلط بٹھانا از حد ضروری تھا چنانچہ اس وقت حضرت جبرائیل یہ پیغام لائے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا یعنے جب پہنچ چکی مدد اللہ کی اور فیصلہ اور تو نے دیکھے لوگ داخل ہوتے اللہ کے دین میں فوج فوج اب پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں اور گناہ بخشوا اس سے بیشک وہ معاف کرنیوالا ہے (دیکھو سورۃ النصر) +

جب آپکی یہ مہمات بند ہو گئیں تو آپکے لئے اب شروع کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ اس میں کلام نہیں کہ آنحضرت نے اہل مدینہ کی جماعت کی یگانگت اور آپکے مومنین کی باہمی دینی پیوستگی اور یکجہتی اس امر کی مقتضی تھی کہ آپکا دار الحکومت بجائے مدینہ کے کوئی بہتر مقام ہو۔ اب وہ وقت آ گیا تھا کہ اگر آنحضرت کی دیرینہ اور دائمی آرزو کے مطابق اسلام ملک و ملت کی مرکز جمہوریت کو غالب طور سے عرب میں اختیار کرنا چاہے تو اُس کام کرنا اور صدر مقام مکہ سے بہتر کوئی نہ تھا۔ عہد و پیمان حدیبیہ سے اب دو سال کا عرصہ گذر چکا تھا اور اُسکی شرائط کے لحاظ سے دس سال تک مکی اور مدنی لوگوں کے درمیان کسی حالت میں لڑائی جائز نہ تھی بلکہ کامل صلح و سلامتی کا ہونا واجب تھا یہ مشکل یوں رفع ہو گئی کہ ایک بدوی قوم جو کہ آنحضرت کی

تابعدار تھی اُسپر ایک دوسری قوم نے جسکا قریش سے رسوخ تھا حملہ کیا۔ اس سے آنحضرتؐ کو
فساد برپا کرنیکا موقع مل گیا چنانچہ آپنے قریباً دس ہزار مجاہدین کے ساتھ مکہ پر فوجکشی کی
ابوسفیان نے جو کہ آنحضرتؐ کا بڑا پرانا اور جانی دشمن تھا اب دیکھا کہ مقابلہ کرنا عبث ہے چنانچہ
اُس نے تاب مقاومت نہ لا کر آنحضرتؐ سے ملاقات[1] کی استدعا کی اور آپکی خدمت میں حاضر ہوتے
ہی کلمہ پڑھکر مشرف باسلام ہوا اور اسوقت سے لیکر ہمیشہ بڑا پکا اور وفادار مسلمان رہا چونکہ
قریش میں ابوسفیان آباؤ اجداد کے لحاظ سے خاندانی امیر اور ذی رتبہ سرگروہ تھا اور قریش
کی نظر میں بہت معزز و ممتاز تھا اسلئے اُسکے مسلمان ہونے سے ایک طرح گویا آنحضرتؐ نے مکہ
فتح کر لیا جونہی آنحضرتؐ نے شہر میں قدم رکھا تھا کہ فوراً توجہ کو خانہ کعبہ کی طرف اُٹھایا اور
وہاں پہنچکر حجر اسود کے سامنے جھکے اور اُسکی تعظیم کی پھر آپکے حکم سے کعبہ کے تمام بت ٹکڑے
ٹکڑے کئے گئے بتوں کو توڑنے اور پھینکوا چکنے کے بعد آپنے اپنا پورا اختیار جتانیکی غرض سے
عثمان ابن طلحہ و عباس کو خانہ کعبہ کے متعلق دو خاندانی اور موروثی عہدوں پر ممتاز فرمایا۔
ایک شخص مکہ کے بازاروں میں منادی کرنے لگا کہ جو کوئی خدا کو اور قیامت کے دن کو
مانتا ہو اپنے گھر میں کوئی بت نہ رکھے بلکہ اسکو توڑ کر چکنا چور کردے۔ اسپر بہت سے مکی شخص
مضحکہ اڑانے لگے اور تمسخر و استہزا سے پیش آئے اس وجہ سے فوراً وحی[2] کا نزول ہوا اور آپنے
بیان فرمایا کہ جملہ بنی نوع انسان یکساں ہیں۔ خوف الٰہی کے مقابلہ میں خدا کے نزدیک
عالی خاندان و اونچی ذات یا اعلیٰ مرتبہ کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے چنانچہ سورۃ الحجرات

---

[1] Muir's Life of Muhammad جلد چہارم صفحہ ۱۰۵ لغایت ۱۱۰ میں اس ملاقات کا مفصل بیان مندرج ہے۔

[2] Muir's Life of Muhammad جلد چہارم صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۰۔

کے دوسرے رکوع میں قریش کو یوں سرزنش کی ہی یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنے ای آدمیو ہم نے تم کو بنایا ایک نر اور ایک مادہ سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور گوتیں تا آپس کی پہچان ہو مقرر عزت اللہ کے یہاں اُسکو بڑی جسکو ادب بڑا۔

چند اشخاص کے سوا جنکی نسبت یہہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ واجب القتل تھے[۵۲] آنحضرت

---

[۵۱] اُن خاص امور کی تشریح و توضیح کے لئے جن کے سبب سے یہہ آیت نازل ہوئی حلات نہ التفاسیر جلد چہارم کو ۲۶۹ سے ۲۷۲ ویں صفحہ تک ملاحظہ کیجئے۔

[۵۲] قریباً دس آدمیوں کو آپنے معاف کرنے سے انکار کیا اور اُن میں چار قتل کیے گئے۔ اُن دس اشخاص میں سے ایک عبداللہ ابن سعد تھا جو کہ مدینہ میں آنحضرت کا منشی تھا۔ یکدن کا ذکر ہی کہ آنحضرت انسان کی پیدائش کی نسبت عبداللہ سے لکھوا رہے تھے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ یعنے اور ہمنے بنایا آدمی چُن لی مٹی سے پھر رکھا اُسکو بوند کرکر ایک جمے ٹھہراؤ میں پھر بنائی اُس بوند سے پھٹکی پھر بنائی اُس پھٹکی سے بوٹی پھر بنائی اُس بوٹی سے ہڈیاں پھر پہنایا اُن ہڈیوں پر گوشت پھر اٹھا کھڑا کیا اُسکو ایک نئی صورت میں۔ اس موقعہ پر عبداللہ نے تعجب کی راہ سے کہا فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ یعنے بڑی برکت اللہ کی جو سب سے بہتر بنانیوالا۔ آنحضرت ان الفاظ سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ آسمان سے اسطرح نازل ہوا ہی یہہ بھی لکھ لو۔ عبداللہ اسپر شک لایا اور کہنے لگا کہ اگر محمد صاحب سچ کہتے ہیں تو مجھپر بھی وحی نازل ہوئی ہی۔ چنانچہ تفسیر حسینی جلد دوم کے ۸۰ ویں صفحہ پر یوں مرقوم ہی کہ حضرت رسالت پناہ گفت بنویس کہ چنیں نازل شد عبداللہ در شک افتاد و منکر گشت گفت اگر محمد صادق است پس برمن ہم وحی فرود مے آید۔ آنحضرت اسبات سے نہایت طیش میں آگئے اور عبداللہ کی سرزنش کے لیے یہہ آیت نازل ہوئی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ یعنے اُس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ۔ یا کہے مجھکو وحی آئی اور اُسکو وحی کچھ نہیں آئی اور جو کہے میں اتارتا ہوں برابر اُسکے جو اللہ نے اتارا (سورہ انعام رکوع ۱۱) یہہ آیت آخری زمانہ کی ایک مکی سورت میں پائی جاتی ہی لیکن جس واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہی وہ مدینہ میں وقوع میں آیا تھا اِس سے صاف پتہ لگتا ہی کہ بعد میں یہہ آیت سورہ انعام میں داخل کی گئی تھی اور اسکا سبب سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اس سے پہلی آیت دیگر کتب مقدسہ پر قرآن کی فضیلت اور اُسکے

نے بالعموم ساکنان مکہ کی جان بخشی کی اور اسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ بہت جلدی آپنے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا۔ مکہ میں مدینہ کی طرح منافقین نہ تھے چنانچہ آپکے لئے یہہ نہایت شان و شکوہ او ظفر مندی کا دن تھا۔ اس سے آٹھ برس پیشتر ایک دن وہ بھی تھا کہ آپ مکہ سے ایک حقیر و مردود بھگوڑے کی حیثیت میں جان بچانیکے لئے چھپکر بھاگ گئے تھے۔ اُسوقت سے قریش نے بڑے استقلال سے مخاصمت کی لیکن اب اس مخالفت کا خاتمہ ہوگیا۔ اب شہر مکہ آپ کے قبضہ میں تھا اور آپکا فرمان ہی قانون تھا۔ صدہا سال سے کعبہ لات و عزیٰ اور بہت سے دیگر بتوں کی پرستش کا مقام تھا۔ اب آنحضرت وہاں تشریف لے گئے اور آپکے فرمان سے ہمیشہ کے لئے کعبہ سے بت پرستی کی بیخکنی کی گئی۔ آپنے اپنے اختیار سے کعبہ کی حفاظت کے لئے نئے عہدہ دار مقرر کئے اور اُسے نئے دین کا مرکز قرار دیا۔ ایسی بڑی کامیابی اور فتح عظیم کے بعد اسلام کا آناً فاناً ترقی کرنا اور پھیلنا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ آخر کار تمام باشندگان عرب ایسے متفق اور یکجہت ہوتے ہوئے معلوم ہونے لگے کہ اس سے پیشتر کبھی یہہ حالت نہوئی تھی اور انجام کار انکو یہہ بھی یقین ہونے لگا کہ آنحضرت اُنکے سچے ہمدرد اور ملک کے خیر خواہ ہیں۔ اب عرب نے فرمانروائی ملک اور دینی امور کی امتزاجی صورت کو اختیار کرکے وہ طاقت و قوت حاصل کی کہ جو دشمن اس سے پیشتر اسکو نیست و نابود کرنیکا دم مارتے تھے اب اسپر نظر کرکے لرزاں و ترساں ہونے لگے ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۴۔ نوق کا بیان کوتی ہو اس لئے اس آیت کیواسطے یہہ مناسب مقام خیال کیا گیا۔ اس میں ایک او عجیب بات یہہ ہے کہ ایک شخص پر یہہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ محمد صاحب کے مقابلے میں ویسی ہی آیات پیش کرنیکا دعویدار ہے اور آنحضرت اسپر بھی لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر قرآن خدا کی طرف سے نہیں ہے تو اسکی مانند بنا کر لاؤ۔ کیا محمد صاحب کا یہہ مطلب تھا کہ لوگ قرآن کی نظیر پیش کریں یا محض ہوکھی دھمکی تھی۔

باوجودیکہ سخت مخالفین کی عداوت و دشمنی سے آنحضرت مطمئن ہو گئے تو بھی بعض
مقامات کے لوگ تاحال آپکی دشمنی پر بدستور جمے کھڑے تھے۔ ہوازن فرقہ کے بدوی لوگ
جنکو مکہ کے مفتوح ہونے سے ساکنان طائف کی طرح اپنی آزادی کی بربادی کا اندیشہ ہو گیا
تھا اُنپر آنحضرت نے دو ہفتہ کے اندر اندر فوج کشی کردی اور وادی حنین میں مقابلہ ہوا۔
پہلے تو مسلمانوں پر ہیبت چھا گئی اور وہ میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ اور ایسی نازک
حالت ہو گئی کہ آنحضرت نے اپنے چچا عباس سے فرمایا کہ جو میدان سے بھاگ گئے ہیں
اُنکو اے مدینہ[1] کے رہنے والو۔ اے عہد الشجر[2] کے وفادارو۔ اے وہ لوگو جن کا بیان سورۃ بقر میں
ہوا ہے وغیرہ جملوں سے پکار۔ اس سے بعض لوگ واپس آکر پھر لڑنے لگے۔ جب آپنے ایک ٹیلے
پر چڑھکر کنکروں اور سنگریزوں کی ایک مٹھی دشمنوں کی طرف پھینکی اور فرمایا کہ تم ہلاک ہو جاؤ
تو لڑائی کا رنگ بدل گیا اور آخرکار دشمنوں نے شکست فاش کھائی۔ اور معمول کے مطابق
اس فتح کے متعلق وحی نازل ہوئی اور اس لڑائی میں پہلے مسلمانوں کے پسپا ہونیکا
یہہ سبب بیان کیا گیا کہ وہ دشمنوں کے مقابلہ میں اپنی تعداد کی زیادتی پر بہت فخر و تکبر کرتے
تھے چنانچہ سورۃ توبہ کے چوتھے رکوع کی پہلی آیت میں یوں مذکور ہے کہ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي
مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ
الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ یعنے مدد کر چکا ہے تم کو اللہ بہت میدانوں میں
اور دن حنین کے جب اترائے تم اپنی بہتایت پر پھر وہ کچھ کام نہ آئی تمہارے اور تنگ

---

[1] اسی عہد کا نام بیعۃ الرضا ہے۔

[2] مدینہ میں پہلے پہل یہی سورت نازل ہوئی تھی۔

ہو گئی تم پر زمین ساتھ اپنی فراخی کے پھر ہٹے تم پیٹھ دیکر۔ مسلمانوں کے اس آخری فتح میں غالب آنے اور فتحیاب ہونیکا باعث یہہ بیان کیا جاتا ہے کہ اُن کو آسمان سے مدد پہنچی چنانچہ اسی مذکورہ بالا رکوع کی دوسری آیت میں مرقوم ہے کہ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهٗ عَلٰى رَسُولِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَاَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ یعنے پھر اُتاری اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور اتاریں فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور مار دی کافروں کو +

پھر آنحضرت نے طائف کا محاصرہ کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں باشندگان نے اپنے آپکو آپکے حوالہ کر دیا اور اطاعت قبول کرلی۔ اب آنحضرت نے ساکنانِ مکہ اور بدوی اقوام

ہ اصل لفظ سکینہ جو سورہ بقر کے ۳۲ ویں رکوع میں پہلی دفعہ استعمال ہوا جہاں سموئیل نبی اسرائیل سے کہتا ہے اِنَّ آيَةَ مُلْكِهٖ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ یعنے نشان اسکی سلطنت کا یہہ ہے کہ آوے تم کو صندوق جس میں ہو دلجمعی تمہارے رب کی طرف سے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ کا تعلق شکینہ یا خدا کے ظہور سے ہے جسکا عہد کے صندوق پر اظہار ہوتا تھا پس اس خوف و خطر کے وقت آنحضرت کے ساتھ خدا کی فرضی حضوری سے تسکین حاصل ہوتی تھی۔ جب آنحضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ مکہ سے بھاگ کر ایک غار میں چھپے اور پناہ گزین ہوئے تھے اسوقت بھی خوف خطر میں آپکی تسلی کی خاطر فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهٗ عَلَيْهِ کا نزول ہوا تھا۔ دیکھو سورہ توبہ چھٹا رکوع + پھر چند اور واقعات کے تعلق میں بھی لفظ سورۃ الفتح کی چوتھی اٹھارھویں اور چھبیسویں آیات میں استعمال ہوا چنانچہ یوں لکھا ہے هُوَ الَّذِي اَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا اِيمَانًا مَّعَ اِيمَانِهِمْ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ اِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا اِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهٗ عَلٰى رَسُولِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔ یعنے وہی ہے جس نے اتارا چین دل میں ایمان والوں کے کہ اور بڑھے اُن کو ایمان اپنے ایمان کے ساتھ۔ اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب ہاتھ ملانے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے پھر جانا جو اُن کے جی میں تھا پھر اُتارا اُن پر چین اور انعام دی اُن کو ایک فتح نزدیک۔ جب رکھی منکروں نے اپنے دل میں کد نادانی کی ضد پھر اتارا اللہ نے اپنی طرف کا چین اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر۔ یہہ لفظ صرف مدنی سورتوں میں پایا جاتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے اس خیال کو یہودیوں سے اخذ کیا ہے + دیکھو Geiger's Judaism and Islam صفحہ ۳۹ وال +

کے سرکردہ اشخاص اور سرداروں کو بیدریغ بڑے بڑے قیمتی تحائف اور نذرانے عنایت
کئے جسپر آپکے پُرانے مومنین رنجیدہ خاطر ہوکر کڑکڑانے لگے۔ بڑے تعجب کی بات ہی کہ کچھ
مدت بعد اس ذراسی بات کے لئے بھی وحی کا نزول ہوا چنانچہ سورۂ توبہ کے ساتویں رکوع
میں مندرج ہی وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا
إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ
مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ۝ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ
وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ[1] قُلُوبُهُمْ یعنے اور بعضے ان میں ہیں کہ تجھکو طعن دیتے ہیں زکوٰۃ
بانٹنے میں سو اگر اُن کو ملے اُس میں سے تو راضی ہوں اور اگر اُن کو نہ ملے تب ہی وہ ناخوش
ہوجاویں اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے جو دیا اُنکو اللہ نے اور اُسکے رسول نے اور
کہتے بس ہی ہم کو اللہ۔ دے رہیگا ہم کو اللہ اپنے فضل سے اور اُسکا رسول ہم کو اللہ ہی
چاہیئے۔ زکوٰۃ جو ہی سو حق ہی مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور اُس کام پر جانیوالوں کا اور جنکا
دل پرچانا ہی +

جو قوموں کے سرداروں اور سرگروہوں کو خیرات کے نام سے بڑے بڑے قیمتی
تحفے اور نذرانے دئے گئے وہ فی الحقیقت ایکطرح کی رشوت تھی اور مدنی مسلمانوں کا
اس قسم کی کارروائی پر اعتراض کرنا کچھ تعجب کی بات نہ تھی۔ المؤلفۃ قلوبھم کو مفسرین اب

---

[1] المؤلفۃ القلوب کے تمام مفسرین بالاتفاق یہی بیان کرتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد تھے جنہوں نے
آبائی دین و مذہب سے تالیف قلبی کے باعث چھوڑکر اسلام قبول کیا اور خصوصاً جو سردار و رئیس مختلف اقوام سے مشرف
باسلام ہوتے تھے انہی پر اس جملہ کا اطلاق ہوتا تھا +

منسوخ شدہ بیان کرتے ہیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق نے نو مسلموں کو اس قسم کے تحائف و ہدایا کا دینا بند کر دیا تھا اور بند کرنے کی وجہ یہہ تھی کہ اب چونکہ خدا نے اسلام کو بہت کچھہ ترقی اور قوت و غلبہ عطا فرمایا تھا اسلئے اسطرح نذرانے دینے اور لالچ دلانیکی کچھہ ضرورت نہ تھی +

سنہ ۹ ہجری سالِ رسالت یا وکالت کے نام سے مشہور ہے کیونکہ سوفت مکہ و کعبہ پر آنحضرت قابض تھے۔ آپکی شہرت بدرجۂ کمال پہنچ گئی تھی اور بہت سی قومیں یکے بعد دیگر آپکی مطیع و فرمانبردار ہوگئیں اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے اظہار و اقرار کے لئے انہوں نے آنحضرت کی خدمت میں اپنے قاصد اور وکیل بھیجے +

مورخ ابن اسحق لوگوں کے اسطرح مطیع ہونے اور اسلام قبول کرنیکی اصلی حقیقت یوں بیان کرتا ہے کہ جب ملک فتح ہوگیا اور قریش نے اسلام سے مغلوب ہوکر اطاعت قبول کرلی تو باشندگان عرب نے یہہ جانکر کہ ہمیں محمد صاحب کے مقابلہ کی تاب نہیں اور لڑائی میں ہم اس سے عہدہ برا نہیں ہوسکتے دینِ اسلام قبول کرلیا۔ جنگی افسروں کے ماتحت افواج اسلام نے ملک کو لوٹ مار کر صاف کر دیا اور منکرانِ اسلام کے لئے خانۂ کعبہ کی زیارت کی قطعی ممانعت ہوگئی چنانچہ سورۂ توبہ کی پانچویں آیت میں یوں مرقوم ہے کہ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ یعنی پھر جب

له ان تحائف و ہدایا کی تنسیخ و سقاط کے باب میں مفسر حسین فرماتے ہیں کہ بعد از ظہور اسلام و غلبۂ مسلمانان باجماعِ صحابہ ساقط شدہ است۔ (تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۶۰ واں) پھر خلاصۃ التفاسیر جلد دوم کے ۲۷۱ ویں صفحہ پر یوں مرقوم ہے کہ زمانۂ ابوبکر صدیق باجماع حصۂ مولفۃ القلوب ساقط ہوگیا اسلئے نہ ضرورت تالیف قلوب کرنیکی باقی نہ رہی +

گذر جاویں مہینے پناہ کے تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو ہر جگہ انکی تاک میں
پھر اگر وہ توبہ کریں اور کھڑی رکھیں نماز اور دیا کریں زکوٰۃ تو چھوڑ دو اُن کی راہ +

کہتے ہیں کہ اس مشہور و معروف آیت نے جو کہ آیت السیف یا تلوار کے نام سے نامزد ہے اُن تمام
قیود[1] کو جو مسلمانوں کو لڑائی شروع کرنے سے روکتی اور مانع تھیں توڑ ڈالا و نہ صرف یہہ بلکہ
سورہ عنکبوت کے پانچویں رکوع کی دوسری آیت میں جو نرمی کے الفاظ مندرج ہیں کہ
لَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ یعنے جھگڑا نہ کرو کتاب والوں سے مگر اُس طرح
پر جو بہتر ہو اُنکو بھی منسوخ کر دیا +

بہر حال اب اہل عرب پر روشن ہو گیا کہ آنحضرت کی آئندہ کسی طرح سے مخالفت کرنا
بالکل بے سود اور لاحاصل ہے۔ اُنکے جتھے میں تفرقہ پڑ گیا اور اُسکی جمعیت نہایت ضروری
تھی پر اس قسم کے کام کو انجام دینا صرف محمد صاحب ہی کا کام تھا۔ اسطرح اسلامی جنبش
نے قومی ترقی کی صورت اختیار کی اور وہی شخص جو مدت مدید تک نزاع و فساد و جنگ و جدل
کا باعث تھا اب تمام عرب کا پیشوا اور مختار و حاکم تسلیم کیا گیا۔ اس طور پر آنحضرت کی
پہلی آرزوئیں اور خواہشیں پوری ہو گئیں +

جو شخص ملکی معاملات میں آپکی اطاعت قبول کرتا تھا اسکے لیے اسلام کا قبول کرنا
بھی ضروری تھا اور اسکی ایک نہایت لابدی شرط یہہ تھی کہ اُسکو نہ صرف اسلام کی تعلیم

[1] اِن قیود کا بیان سورہ بقر کے چوبیسویں رکوع میں یوں مندرج ہے وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا یعنے لڑو اللہ کی راہ میں اُنسے جو لڑتے ہیں تم سے اور زیادتی مت کرو۔ یہہ حکم جسکے مطابق مسلمانوں کو صرف اپنے بچاؤ اور حفاظت کیلیے ہی لڑنا جائز تھا آیت السیف سے منسوخ ہو گیا چنانچہ تفسیر حسینی جلد اول کے ۳۲ ویں صفحہ میں مندرج ہے کہ ایں حکم بآیت سیف منسوخ است - پس اب اپنی حفاظت و بچاؤ کے لئے لڑنا ایک پرانی کہانی متصور ہونے لگی اور تمام مشرکین سے دائمی لڑائی کی تعلیم مومنین کے دلوں میں نقش ہو گئی +

اور اُسکے اخلاقی مسائل کو تسلیم کرنا پڑتا تھا بلکہ اُسپر ہر امر میں اللہ اور اُسکے رسول کی فرمانبرداری بلاحجت اور بے چون وچرا فرض و واجب تھی۔ علاوہ بریں ہر سال اُسے اپنی جائداد کا دسواں حصہ دینا پڑتا تھا اور یہ کسی طرح کا خراج یا جبر نہ تھا بلکہ دینی سخاوت تھی جس سے اُسکی باقی جائداد و دولت کا پاک ہونا خیال کیا جاتا تھا اور اس میں آنحضرت کی خیرات و اخراجات اور سلطنت کی ترقی ملحوظ ہوئی تھی۔

کچھ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ۶۳۰ء میں آنحضرت کو یہہ خبر ملی کہ بادشاہ ہیرو کلیس (Heraclius) چھوٹے چھوٹے راجاؤں اور جاگیرداروں کو فراہم کر کے اس خیال اور ارادہ سے بےشمار فوج جمع کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے حملوں اور یورشوں کو آئندہ کے لئے بند کرے یا عرب پر حملہ کر کے اسے تاخت و تاراج کرے۔ اسپر آپ نے ایک مسلح فوج ملک سیریا کی حدود کی طرف بھیجی۔ آنحضرت کو یہہ معاملہ نہایت نازک معلوم ہوا اور یونانی سلطنتِ روم اُسکے مددگاروں کے مقابلہ کی خاطر محمدی فوج اتنی جمع ہوئی کہ اس سے پیشتر کبھی اسقدر مومنین آنحضرت کے جھنڈے تلے لڑنے مرنیکو تیار نہ ہوئے تھے۔ جب بہت سی تکالیف و مصائب کے بعد یہہ لشکر تبوک پہنچا تو معلوم ہوا کہ رومی لشکرکشی کی خبر میں بہت مبالغہ کیا گیا تھا بلکہ بادشاہ اپنے ارادہ کو فسخ کر کے وہاں سے چلا گیا تھا۔ اب محمد صاحب یہود و نصاریٰ کی مختلف ریاستوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایلا کا عیسائی حاکم یوحنا (John) آنحضرت سے عہد و پیمان کر کے آپکا باجگذار بن گیا۔ بعض یہودی اقوام نے بھی آپکی اطاعت اختیار کر لی اور باقاعدہ جزیہ دائے

ہ Muir's Life of Muhammad جلد چہارم صفحہ ۱۷۰ اول

ت تبوک ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ اور دمشق کے درمیان مساوی فاصلہ پر واقع ہے۔

کرنیکا اقرار کیا اور ۶۳۰ء کے اختتام پر آنحضرت اس آخری یورش سے مدینہ میں واپس آئے۔

یہود و نصاریٰ پر اس جبر و تعدی کے جواز کا بیان سورۂ توبہ کی اُن چند آیات میں پایا جاتا ہے جو نہایت معتبر مفسرین کے نزدیک عین یورش تبوک کے بعد ہی نازل ہوئی تھیں۔ چنانچہ ۲۹ ویں آیت سے ۳۱ آیت تک یوں مندرج ہے قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ

۔ قاتلهم الله خدا اُن کو ہلاک کرے یا مار ڈالے۔ سورۂ مائدہ کے کلام و مضامین کے بالکل عکس ہے چنانچہ سورۂ مائدہ کے گیارھویں رکوع میں یوں لکھا ہے وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ یعنے اور تو پاویگا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہہ اسواسطے کہ اُن میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور یہہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے لیکن ساتھ ہی یہہ بھی یاد رہے کہ اس آیت کے بعد کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ مسیحی لوگ اسلام قبول کرنیکو تیار تھے چنانچہ یوں لکھا ہے وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ یعنے جب سنیں جو اُترا رسول پر تو دیکھے اُن کی آنکھیں اُبلتی ہیں آنسوؤں سے اسپر جو پہچانی بات حق۔ کہتے ہیں اے رب ہم نے یقین کیا سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ۔ پھر بعض مذکورہ بالا دونو آیات میں مسلمانوں کے عیسائیوں سے عام رشتہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان سے ایک خاص محدود تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ علاوہ اسکے ان آیات سے آنحضرت کے خیالات کچھ متعین اور آخری معلوم نہیں ہوتے کیونکہ اگرچہ یہہ آیتیں سب سے آخری سورت میں مندرج ہیں تاہم انکا واسطہ بہت پہلے زمانہ سے ہے اسکے ثبوت میں ہم مفسر حسین کا بیان پیش کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ یہہ آیات اُن ستر آدمیوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں جنکو حبش کے بادشاہ یعنے نجاشی نے آنحضرت کے پاس بھیجا تھا۔ اور جس نے قریباً ۶ ہجری میں اُن لوگوں پر جو مکہ سے بھاگ کر اُسکے پاس پناہ گزین ہوئے تھے بڑی مہربانی ظاہر کی تھی۔ پس اگر یہہ مان بھی لیا جائے کہ یہہ عیسائی اِس آخری وقت نہیں آئے تو تو بھی یہہ اُسوقت سے دو سال پیشتر کا ذکر ہے جب سورۂ مائدہ میں سخت حکم آیا کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی نہ رکھیں۔ چنانچہ اس مضمون پر یہہ آخری حکم سورۂ مائدہ کے آٹھویں رکوع کی پہلی آیت میں یوں مندرج ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ یعنے اے ایمان والو مت پکڑو یہود و نصاریٰ کو رفیق۔ وہ آپس میں رفیق ہیں ایک

مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ يُرِيدُونَ أَنْ
يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ
رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ
يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ لڑو اُن لوگوں
سے جو یقین نہیں رکھتے اللہ پر نہ پچھلے دن پر۔ نہ حرام جانیں جو حرام کیا اللہ نے اور اُس کے
رسول نے۔ اور نہ قبول کریں دین سچا۔ وہ جو کتاب والے ہیں جب تک دیویں جزیہ سب ایک ہاتھ
سے اور وہ بے قدر ہوں۔ اور یہود نے کہا عزیر بیٹا اللہ کا اور نصاریٰ نے کہا مسیح بیٹا اللہ کا۔
یہہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے۔ ریس کرنے لگے اگلے منکروں کی بات کی۔ مار ڈالے انکو اللہ
کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔ ٹھہرائے ہیں اپنے عالم اور درویشوں کو خدا[1] اللہ کو چھوڑ کر اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۲ دوسرے نے اور جو کوئی تم میں رفاقت کرے وہ انہی میں ہی حسین بیان کرتا ہی کہ ان
مسیحی زاہدوں کو آنحضرت نے سورہ یٰس سُنائی جو خوش ہو کر ایکدوسرے سے کہنے لگے کہ جو کچھہ عیسیٰ پر نازل ہوا تھا اس سے
قرآن بہت مشابہت رکھتا ہی پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا چنانچہ تفسیر حسینی جلد اول کے ۵۵۵ ویں صفحہ پر یعنی ہر قوم ہر
کہ احکام اسلام و ایمان قبول کردہ بایکدیگر گفتند کہ قرآن چہ مشابہت تمام دارد با آنچہ بر عیسیٰ نازل شدہ ۔

[1] اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللہ کا ترجمہ مفسر حسین یوں کرتے ہیں کہ فراگرفتند یہودی و نصاری
علماے خودرا و عباد خودرا خدایان۔ لفظ ارباب ربّ کی جمع ہی اور لفظ ربی کی طرف اشارہ کرتا ہی جسکو یہود و نصاریٰ اپنے
کاہنوں اور معلموں کے حق میں استعمال کرتے تھے لیکن عربی زبان میں صرف خدا کے حق میں یہہ لفظ استعمال ہو سکتے تھے (دیکھیو
راڈویل صاحب کا قرآن صفحہ ۱۶۱ اور پامر صاحب کا قرآن جلد اول صفحہ ۱۷۰) جب کوئی یہودی کسی عالم کو ربی کہتا تھا تو اسمیں
کسی طرح کا گناہ متصور نہیں ہوتا تھا کیونکہ اس لفظ کا یہہ مطلب نہ تھا کہ وہ اُسکو خدا جانتا تھا محمد صاحب نے غلطی کھائی
اور اس لفظ کے غلط معنے لے لئے۔ اس غلطی کا یہہ سبب بیان کیا جاتا ہی کہ آپ عبرانی زبان سے بے بہرہ تھے لیکن ایک اور
مشکل پیش آتی ہی کہ یہہ امر الہامی تعلیم کے برخلاف ہی کیونکہ آنحضرت کا یہہ دعوی تھا کہ قرآن آپکا کلام نہ تھا بلکہ خدا کا کلام
جو آپکے وسیلہ بولتا تھا اس آیت سے قرآن کا وحی کی معرفت نازل ہونا صاف اڑجاتا ہی اور محض غلط ثابت ہوتا ہی +

مسیح مریم کے بیٹے کو اور حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک صاحب کی کسی کی بندگی نہیں اسکے سوائے وہ پاک ہے اُنکے شریک بنانے سے۔ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں روشنی اللہ کی[۱] اپنے منہ سے اور اللہ نہ رہیگا بن پوری کیے اپنی روشنی اور پڑے بُرا مانیں منکر۔ اُسی نے بھیجا اپنا رسول ہدایت لیکر اور دین سچا تاکہ اُسکو اوپر کرے[۲] ہر دین سے اور پڑے بُرا مانیں مشرک۔ اے ایمان والو بہت عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے۔ اور جو لوگ گاڑ رکھتے ہیں سونا اور روپا اور خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو اُنکو خوشخبری سُنا دُکھ والی مار کی جسدن آگ دہکاوینگے اُسپر دوزخ کی پھر داغینگے اُس سے اُنکے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں[۳] +

---

[۱] اس روشنی سے اسلام۔ قرآن یا محمد صاحب کی نبوت یا خدا کی پاکیزگی و تقدس یا حجت روشن یعنی نہایت صاف دلیل مراد ہے یافواہھم سے مجازی اصطلاحی معنے یہود و نصاریٰ کی دروغگوئی مراد ہے جس سے وہ سچے دین کو پھیلنے سے روکتے ہیں اور اسکی اشاعت کے مانع ہوتے ہیں +

[۲] اسکی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ خدا نے محمد صاحب کو اسواسطے سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے اور یہ کہ اسلام تمام دیگر ادیان پر غالب آکر انکی شریعت و احکام کو منسوخ کر دیگا۔ عیسیٰ کی دوسری آمد کے بعد تمام جہان میں سوائے اسلام کے کوئی دوسرا دین نہیں ہوگا چنانچہ تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۵۵ … یوں مندرج ہے کہ غالب گرداند دین خود را بر ہمہ دینہا و منسوخ سازد و احکام آنرا و آن بعد از نزول عیسیٰ خواہد بود کہ بر روئے زمین جز دین اسلام نماند + پھر خلاصۃ التفاسیر جلد دوم کے ۳۴۴ صفحہ پر یوں مرقوم ہے کہ اسلام ناسخ الادیان و غالب البرہان ہے +

[۳] یہ تمام بیان نہایت ہی قابل غور اور توجہ کے لائق ہے لہذا ہم اسی مقام پر اسکی نسبت مفسرین کا بیان درج کرتے ہیں وہ لکھتا ہے کہ نمی گروند بخدائی و بہشت و بروز بازپسین و کارزار کنید با آنکہ ایمان ندارند بخدا یعنی یہود کہ بہ تثنیہ قائل اند و نصاریٰ کہ بہ تثلیث معتقد اند و نمی گروند بروز قیامت۔ یہود گویند کہ در بہشت اکل و شرب نخواہد بود و نصاریٰ معاد روحانی را اثبات میکنند و حرام نمیدانند و نمیدارند آنچہ حرام کردہ است خدا از خمر و خنزیر آنچہ ثابت شدہ است و بیان الذین لا یؤمنون میفرماید کہ با اہل کتاب مقاتلہ کنید تا وقتیکہ بدہند جزیہ … و حال آنکہ ایشان خوار شدگان باشند یعنی جزیہ بدست آرند و نشینند تا وقتیکہ تسلیم کنند یا ازیشان جزیہ بگیرند و گردن ایشان … پس اب یہ امر نہایت روز کی طرح روشن ہے کہ اس آیت میں عرب کے بت پرستوں کا ذکر نہیں ہے بالکل صاف یہود و نصاریٰ کی طرف اشارہ ہے۔ اس آیت سے اور خصوصاً اسکے الفاظ ھم صاغرون کے باعث محمدی علما کا ہمیں ذمی یعنی جزیہ دینے والوں سے بڑی بدسلوکی ہوتی تھی اس امر میں بہت مختلف رائیں ہیں کہ جزیہ کن سے لینا چاہئے۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ صرف یہود و نصاریٰ ہی سے جزیہ لینا چاہئے امام اعظم کا قول ہے کہ تمام مشرکین سے جزیہ لینا چاہئے سوائے عربی بت پرستوں کے جنکے سامنے یا تیغ است یا اسلام کو پیش کیا جاوے امام مالک صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ اسلام سے منحرف اور برگشتہ ہو جاویں انکو قتل کرنا چاہئے اور اُنکے سوا سب سے

یہہ آیات جو کہ آنحضرت کی آخری جنگی مہم سے علاقہ رکھتی ہیں جس میں آپکا مقصد اعلیٰ یہہ
تھا کہ یہود و نصاریٰ کو مطیع و تابع ارشاد ہیں ان سے بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ آپنے یہود و نصاریٰ
اور اُنکے عقائد کی نسبت اب بہت اچھی طرح سوچ سمجھ لیا تھا کہ آیندہ اُنسے اسلام کا کیا رشتہ ہوگا +
جن آیات کے ابھی حوالے دے گئے ہیں اُنکے مطابق اور اسی مضمون کی ایک آیت
سورہ مائدہ میں بھی پائی جاتی ہی پر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہہ آیت بعد میں یہاں داخل کی گئی
ہی اور اُسکے نزول کے باب میں یہہ کہا جاتا ہی کہ وہ عین جنگ احد کے بعد نازل ہوئی تھی
اگر یہہ بات یوں ہی ہی تو اس سے صرف یہہ ظاہر ہوتا ہی کہ سورہ توبہ میں جو کچھ یہود و نصاریٰ
کے متعلق آخری فرمان جاری ہوا وہ کسی طرح کے خاص اسباب کی وجہ سے جلد بازی

بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ ... بیان ہوا ہی۔ اس میں قرآن اور سنت کی مساوی الوزن ہونے ... کو ناقص کہا گیا ہی
بہشت کی مس ماہیت کا بیان کیا گیا ہی عزیر کی نسبت مفسرین ایک روایت یوں بیان کرتے ہیں کہ نبوکدنذر بادشاہ نے
تورات کے تمام نسخے ضائع کردئیے لیکن عزیر نے تمام تورات حفظ کی ہوئی تھی وہ بابل کی اسیری سے واپس آکر مر گیا اور پھر سو سال
بعد زندہ ہو کر اُسنے تمام تورات لکھوائی یہودی اسپر تعجب کر کے کہنے لگے اسکا باعث یہہ ہی کہ عزیر خدا کا بیٹا ہی یہہ یہودیوں میں
اس روایت کا کہیں نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا اور آنحضرت کا یہودیوں پر یہہ الزام لگانا محض اختراع اور بناوٹ ہی اس
مذکورہ بالا روایت کیطرف سورہ بقر کے ۳۵ ویں رکوع میں بھی اشارہ پایا جاتا ہی چنانچہ لکھا ہی اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ
خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا قَالَ اَنّٰی یُحْیِیْ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ
قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّہْ وَانْظُرْ
اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ نَکْسُوْھَا لَحْمًا یعنی یا جیسے وہ شخص
کہ ایک شہر پر ہو کر گذرا اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر بولا کہاں جلاویگا اسکو اللہ مر گئے پیچھے پھر مار رکھا اللہ نے اُس شخص کو سو برس پھر
اُٹھایا کہا تو کتنی دیر رہا۔ بولا میں رہا ایک دن یا دن سے کچھ کم کہا نہیں بلکہ تو رہا سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا سڑ نہیں گیا
اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجھکو ہم نمونہ کیا چاہیں لوگوں کو اور دیکھ ہڈیاں کس طرح اُنکو ابھارتے ہیں پھر اُنپر پہناتے ہیں گوشت مفسرین
مذکورہ بالا آیت کو عزیر کے بیان کی طرف منسوب کرکے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ شہر یروشلم کے کھنڈرات کے پاس سے گذرا اور اُسکے تعمیر ہونے کی
بابت اُسکے دل میں شکوک پیدا ہوئے یعنی وہ خیال کرنے لگا کہ خدا اسکو پھر کبھی تعمیر نہیں کریگا اسپر خدا نے اسکو یہہ معجزہ دکھلایا
دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۵۰ (۱) محمد صاحب اس معاملہ میں عزرا و نحمیاہ میں امتیاز نہیں کرسکے۔ غالباً اس کہانی
کی بنیاد یہہ معلوم ہوتی ہی کہ آنحضرت کو کسی نے نحمیاہ کے سوار ہو کر یروشلم کے کھنڈرات سے گذرنے کا حال غیر صحیح طور
پر سنایا ہوگا۔ دیکھو نحمیاہ کی کتاب اسکا دوسرا باب ۱۱ ویں سے ۱۶ ویں آیت تک +

اور نا عاقبت اندیشی کا خیال نہ تھا بلکہ کئی سال پیشتر کے ایک فیصل شدہ قانون و ضابطہ کی
تکمیل کا اظہار تھا چنانچہ سورہ مائدہ کے آٹھویں رکوع کی پہلی آیت میں یوں مرقوم ہے یٰاَیُّھَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ
مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ یعنے اے ایمان والو مت پکڑو[۱] یہود و نصاری
کو رفیق۔ وہی آپس میں رفیق ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں ان سے رفاقت
کرے وہ انہی[۲] میں ہے۔ اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو +

اسطرح سے اب محمد صاحب نے یہود و نصاری سے تعلق قطع کر لیا۔ اپنی مرسلانہ زندگی
کے آغاز میں آپ انکی بہت عزت کرتے تھے اور انکی مقدس کتابوں کا بڑے ادب و لحاظ

---

[۱] تفسیر حسینی جلد اول کے ۱۴۹ ویں صفحہ پر مرقوم ہے "این سخن غایت تہدید است در موالات یہود و نصاری"۔

[۲] ساتویں رکوع میں بقدر ظاہری آزادی کا خیال پایا جاتا ہے لیکن یہ آیت اسکی نقیض معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سخت حکم کے برعکس ساتویں رکوع میں یوں مندرج ہے لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّمِنْھَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّلٰکِنْ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ یعنے ہر ایک کو تم میں دیا ہم نے ایک دستور اور راہ اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین پر کرتا لیکن تم کو آزمایا چاہتا ہے اپنے دئے حکم میں + تفسیر حسینی جلد اول کے ۱۴۸ ویں صفحہ میں اسکا بیان یوں مندرج ہے وشما را بدین شما را دوا آنچہ بشما داده است از شرائع مختلفہ مناسب ہر عصر و زمانے تا مطیع از عاصی تمیز شود۔ ان دونوں آیات سے مفسرین نہایت مشکل میں پڑ گئے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مذاہب مختلفہ کا بانی اور قائم کرنیوالا خدا ہی ہے درحالیکہ عبارت متن سے یہ امید بلکہ یقین ہونا چاہئیے کہ مختلف مذاہب کی ہستی انسان کے گناہ اور اسکی خود پسندی و خود رائی کا نتیجہ ہے حامیان اسلام میں سے بعض یعنے سنی مفسرین لِکُلٍّ کے بیان میں فرماتے ہیں کہ اسکا مفہوم ہر ایک فرد بشر یا ہر ایک زمانہ یا قوم نہیں ہے بلکہ اس سے ہر ایک نبی مراد ہے جسکو شریعت ملی اور اسطرح سے اس ہماری عبارت کا مطلب یہہ ہے کہ خدا نے ہر ایک نبی کو شریعت دی اور اسکی تعمیل و تابعداری اس زمانہ کے لوگوں پر اسوقت تک فرض تھی جبتک کہ وہ شریعت منسوخ ہو جاوے چنانچہ اسی طرح تمام نبی اور دین ایک دوسرے کے بعد خدا کی طرف سے مقرر ہوتے رہے اور اب یہود و نصاری اپنی اپنی شریعتوں کی تعمیل نہیں کر سکتے کیونکہ اس زمانہ میں انکی شریعتیں انکے دینوں سمیت منسوخ ہو گئیں اور اب صرف اسلام ہی کی اطاعت و تابعداری فرض ہے (دیکھو خلاصۃ التفاسیر جلد اول صفحہ ۵۳۰) عبد اللہ ابن عباس لِکُلٍّ کا مفہوم لِکُلِّ نَبِیٍّ مِّنْکُمْ یعنے ہر ایک نبی بتاتے ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث اسکا ترجمہ ہر گروہ بیان کرتے ہیں +

سے ذکر کیا کرتے تھے اور آپکی تعلیم میں جسقدر اچھی باتیں ہوتی تھیں وہ سب کی سب انہی کی تعلیم سے اڑائی ہوئی ہوا کرتی تھیں۔ اب جس وقت آپکی طاقت سب پر فوق لے گئی تو آپنے اپنی مدد و یاوری کے تمام پرانے وسائل کو یکطرفہ رد کر دیا اور سب کو اپنے تابع فرمان بنایا۔

اگرچہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں صرف وہی وسائل[۱] و طریقے کام

---

[۱] اس مقام پر آیت قرآنی اقتباس نہیں کی گئیں۔ سورہ بقرہ میں جو آیات اس امر کے متعلق ہیں ممکن ہے کہ اُن کا حوادث ہجری کے بیچ سے علاقہ رکھا ہو اگر یوں ہو تو یہ آیتیں علاوہ سورہ بقرہ میں درج کی گئی ہیں۔ پھر اگر یہہ سچ ہے تو اس سے صرف آنحضرت کے مکی مخالفوں کی طرف اشارہ ہے لیکن سورہ بقرہ کے ۲۴ ویں رکوع میں انکی نسبت یوں فرمایا ہے وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ یعنے اور لڑو ان سے جب تک باقی نہ رہے اور حکم رہے اللہ کا۔ مگر خیال رہنا چاہیے کہ فعل قتل ہے نہ کہ جہد۔ اسکے معنے بجائے قتل کرنے یا مارنے کے جہد و کوشش ہو سکیں۔ (دیکھو Sells Faith of Islam. صفحہ ۳۴۶ و ۳۵۱) تمام دلائل جنکی بنیاد یہہ ہے کہ قرآن میں جہد کے معنے لڑائی کرنا نہیں بلکہ سرگرمی سے کوشش کرنا ہیں اس قسم کی آیات پر مطلق عائد نہیں ہوتے اور نہ ان سے اس حکم کی سختی اور خشونت میں کسی طرح کا فرق آتا ہے۔ اگر یہہ آیت محض اہل مکہ ہی کے حق میں نازل ہوئی ہو تو بھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب میں اشاعت اسلام تلوار ہی سے ہوئی تھی اور تلوار ہی سے ہوئی نہ کہ صلح و امن کے وسائل سے جس لڑائی کا اوپر بیان ہوا ہے یہہ محض محدود طرز حکومت کے برخلاف ملکی لڑائی ہی نہ تھی بلکہ اہل مکہ سے یہہ آپ کی دینی لڑائی تھی کیونکہ اہل مکہ آپکو ایک مذہبی حاکم کی حیثیت میں نہ اپنا ملکی حاکم مانتے تھے اور نہ دینی پیشوا قبول کرتے تھے۔ اس عبارت کی یہہ سب سے لائق تفسیر ہے لیکن بہت سے مسلمان اسکو اسقدر محدود نہیں کرتے۔ انکو جہاد کی آواز ہر زمانہ میں صاف سنائی دیتی ہے۔ الجہاد ماضی الی یوم القیامہ کی حدیث کو اکثر اوقات بڑی خوشی سے اقتباس کرتے ہیں۔ یہہ بھی کہتے ہیں کہ یہہ آیت جزیہ دینے والوں اور لوگوں کے سوائے جو مومنین سے رابطہ اتحاد اور عہد و پیمان رکھتے ہوں سب پر محیط ہے لیکن تمام جزیرہ نمائے عرب میں کسی کافر کو رہنے کی اجازت نہ تھی اور ہر ایک مرتد کے لئے قتل کا حکم نافذ ہو چکا تھا دیکھو خلاصۃ التفاسیر جلد اول صفحہ ۲۳۱ و ۳۵۱ پس ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ خواہ محدود طور پر سمجھا جاوے یا وہ غیر محدود طور پر عائد ہوں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اشاعت اسلام میں جن طریقوں اور تدابیر کو استعمال کیا گیا وہ صلح و سلامتی سے خالی اور محض جبر کے نام ہی کے لائق ہیں

میں لائے گئے ہیں جن سے محض صلح وسلامتی متصور تھی تاہم اسکا تسلیم کرنا اور اس بیان کی صداقت کے معتقد ہونا محال ہے۔ اسقدر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ بعض اوقات ایسا ہی ہوا اور نیز یہہ کہ دین عیسوی کے بعض مسائل کی بالجبر تلقین کی گئی لیکن ہمارا اعتراض یہہ ہے کہ جبر وتعدی مسیحیت کے بانی کی ذات پاک اور اسکی تعلیم کے بالکل برخلاف و برعکس ہے البتہ محمد صاحب کی ذات اور اسکے افعال سے اسکی بہت مطابقت ہے آنحضرت کے مومنین کے لئے آپکے آخری الفاظ بالکل صاف ہیں جب تک صفحہ ہستی پر اسلام کا نام ونشان باقی ہے ہر ایک پکے مسلمان کے کانوں میں یہی آواز گونجتی رہیگی کہ قاتلھم اللّٰہ یعنے خدا اُن کو قتل کرے۔ آنحضرت نے اپنے مومنین کو صلح وسلامتی کا ایک حرف بھی میراث میں نہ دیا بلکہ اُن میں کُشت وخون[1] کی ایسی پھونک مار گئے کہ اس سے اُنکے دلوں میں مذہبی دیوانگی کی روح ہمیشہ قائم رہتی ہے +

---

[1] سب سے آخر جو اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ اشاعت اسلام کو جبر وتعدی سے بری کیا جاوے اور ظاہر ہو کہ اسلام صلح وامان سے پھیلا وہ J. W. Arnold صاحب کی کتاب The Preaching of Islam میں پائی جاتی ہے اسمیں مصنف موصوف نے غلطی کھائی ہے تاہم یہہ کتاب دلچسپ ہے مصنف کو جسقدر قرآن سے نرم وملائم الفاظ کے فقرات ملے ہیں اُسنے اس کتاب میں تیسرے صفحے سے چھٹے صفحے تک شروع میں درج کئے ہیں تعجب کی بات ہے کہ اگرچہ اُسنے اسی سورت یعنے سورہ توبہ سے کئی آیات اقتباس کی ہیں توبھی ۲۹ویں سے ۳۵ویں آیت تک تمام عبارت صاف اُڑا گیا ہے جس سے اسکی کتاب کے تمام دلائل درہم برہم ہوجاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مسیحی لوگ مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں پر محمد صاحب نے اُنکے ساتھ کوئی مناسب سلوک نہ کیا بلکہ کہا کہ قاتلھم اللّٰہ اور آپنے کلمات غضب آیات اپنی آخری عمر میں کہے جب آپکی رسالت اور کارگذاری کا انجام نزدیک تھا اور ضرور آپنے یہہ الفاظ سوچ سمجھکر اور دل میں فیصلہ کر کے کہے ہونگے ایک حدیث میں واقدی سے روایت ہے کہ آنحضرت اپنے بستر مرگ پر یوں کہتے تھے کہ خدا یہود ونصاری کو ہلاک کرے لیکن اس بات پر زور دینے کی کچھہ ضرورت نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ یہہ حدیث ہی کچھہ بہت اعتبار کے قابل نہ ہو جیسا کہ بیان ہو چکا ہے آنحضرت جابرانہ عداوت ودشمنی کے اظہار کے لئے جو آپ اپنے ہر ایک مخالف سے رکھتے تھے آخری ایام کا وحی قرآنی ہی کافی ہے دیکھو Muir's Life of Muhammad جلد چہارم صفحہ ۲۷۰ واں +

فی الحقیقت نہایت افسوس کی بات ہے کہ ایسے نامور شخص کی زندگی کا ایسا انجام ہو +
مسلمانوں پر جہاد کا فرض ہونا رفتہ رفتہ قرار پایا اور اس بات کا تصور ہیں آنا کہ صرف اللہ
ہی کا دین ہو اور اسلام ہی سب پر غالب رہے نہایت اعلیٰ خیال تھا اور جسقدر آنحضرت کی
ملکی طاقت بڑھتی گئی اسیقدر آپکے دل میں یہہ خیال زیادہ صفائی سے نقش ہوتا گیا۔ ایام
مکہ کے آخر میں جو آپکے خیالات تھے اب وہ بالکل جاتے رہے۔ اُسوقت آپنے مومنین کو یوں
فرمایا تھا لَا تُجَادِلُوٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ یعنے جھگڑا نہ کرو کتاب والوں
سے مگر اُس طرح پر جو بہتر ہو (سورہ عنکبوت ۴۵ ویں آیت) +

اِس سے سات آٹھ سال پیشتر جب مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ گئے اور یہود و نصاریٰ
اور بت پرست عربی اقوام سے سابقہ پڑا اُسوقت آنحضرت نے مسلمانوں کو ایک نہایت عمدہ
نصیحت کی اور فرمایا کہ لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ یعنے زبردستی نہیں دین کی بات میں (دیکھو سورہ بقر
۳۴ واں رکوع) لیکن اب آپ اسکو بھی فراموش کر بیٹھے +

اسوقت آنحضرت کا اور ہی ڈھنگ تھا۔ بدرجہ کمال زبردستی ہونے لگی جسکو عمل میں
لانا اور اُسکی تعلیم دینا صرف کسی فتحمند اور صاحب اقتدار شخص کا کام ہے جب آپکو یہہ رتبہ حاصل
نہ تھا اُسوقت آپ ایک بھگوڑے واعظ کی حیثیت میں اسپر قادر نہ تھے[۱] لیکن اب تو مدت سے
فتحمندی کے نشہ نے آپکی ضمیر کی آنکھوں میں خاک ڈالکر اُسے جلاوطن کر چھوڑا تھا۔ اب

[۱] ان تمام سخت و نرم آیات کے نزول کا وقت دریافت کرنا نہایت ضروری ہے۔ صرف تمام نرمی و ملائمیت کی
آیات کو جمع کرنا اور اُنکے نزول کے محل اور متعلقہ واقعات کا بیان نہ کرنا جیسا کہ بعض اوقات ظہور میں آیا ہے محض مغالطہ
میں ڈالتا ہے مثلاً Arnold's Preaching of Islam تیسرے سے
چھٹے صفحہ تک ملاحظہ کیجئے +

آنحضرت قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے تھے اور چلتے چلتے اپنے مومنین کو تمام جہان سے
لڑنے اور قتال کرنے کا حکم ورثہ میں دے گئے۔ خواہ مخواہ ایک اور دینی پیشوا کا آنحضرت
سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے جس نے اپنے شاگردوں کو یوں فرمایا کہ تمام قوموں میں صلح کی انجیل
کی منادی کرو۔ ماسوائے اسکے دونوں کے فرمان کی تعمیل بھی نہایت سرگرمی اور عجیب
طور سے کی گئی۔ اہل عرب ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار لیکر شہروں کو جلاتے
اور وہاں کے مظلوم باشندوں میں اسلام کی اشاعت بزور شمشیر کرتے تھے لیکن مسیح
کے رسول رومی سلطنت کی اخلاقی تاریکی میں نہایت حلم اور عدیم المثال نور ہدایت کی طاقت
سے شائستگی کی بنیاد رکھتے اور قومی اور خانگی زندگی کے ناپاک سوتوں اور چشموں کو
پاک و صاف کرتے تھے۔

زیادہ سرگرم مسلمانوں کی بڑی خواہش تھی کہ سیریا کے عیسائیوں اور مخالف عربی اقوام
کے برخلاف لڑائی میں شریک ہوں لیکن ان سب کے لئے سواری اور دیگر مصارف جنگ کا بندوبست
نہیں ہو سکتا تھا اسلئے جنگی ضروریات کے بہم نہ پہنچنے کے باعث وہ جنگ میں شریک ہونے سے
قاصر رہے۔ لہذا جنہوں نے دیکھا کہ انکی خدمات کارآمد یا مفید نہیں ہو سکتیں زار زار رونے لگے۔
چنانچہ اس وقت سے انکا نام البکائیون یعنے رونے والے مقرر ہو گیا۔ انکے حق میں ایک آیت
نازل ہوئی اور انہیں بتلایا گیا کہ ان کا کچھ قصور نہیں ہے چنانچہ سورہ توبہ کے بارھویں رکوع میں
یوں مرقوم ہے وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ
تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ۝ یعنے اور نہ ان پر جب

لہ دیکھو Osborn's Faith of Islam صفحہ ۹۴ واں۔

تیرے پاس آئے تا انکو سواری دے۔ تو نے کہا نہیں پاتا ہوں وہ چیز کہ اسپر تم کو سوار کروں اُلٹے پھرے اور انکی آنکھوں سے بہتے ہیں آنسو اس غم سے کہ نہیں پاتے جو خرچ کریں +

مدینہ کے چند منافقین نے آنحضرت کی مہمات اور تسخیرات میں[۱] آپکا ساتھ نہیں دیا تھا۔ جب آپ مدینہ میں واپس تشریف لائے تو آپنے انکو خوب دھمکایا+ ان منافقین اور بدوی لوگوں کی سرزنش اور دیگر خاص و عام اشخاص کی آگاہی کے لئے خاص آیات نازل ہوئیں چنانچہ سورہ توبہ کی ۳۸، ۳۹، ۸۲ اور ۸۷ ویں آیات میں یوں مندرج ہے[۲]

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ ۔ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ ۔ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۔ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِھِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَکَرِھُوْٓا اَنْ یُّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ ۔ قُلْ نَارُ جَھَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۔ لَوْ کَانُوْا یَفْقَھُوْنَ ۔ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَجَاھِدُوْا مَعَ رَسُوْلِہِ اسْتَاْذَنَکَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْھُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَکُنْ مَّعَ الْقٰعِدِیْنَ ۔ یعنے اے ایمان والو کیا ہوا ہے تم کو جب کہئے کوچ کرو اللہ کی راہ میں ڈھہے جاتے ہو زمین پر کیا ریجھے دنیا کی زندگی پر آخرت چھوڑکر۔ اگر نہ نکلوگے تم کو دیگا دکھ کی مار خوش ہوئے پیچھاڑی والے بیٹھ رہکر جدا رسول اللہ سے اور برا لگا کہ لڑیں اپنے مال اور جان سے اللہ

---

[۱] آنحضرت نے اپنی مدنی رہائش کے ایام میں عرصہ دس سال کے اندر اندر ۳۸ مرتبہ لشکر کشی کی اور ان حملوں میں سے ۲۷ میں آپنے بذات خود اشاعت اسلام کی خاطر سپہ سالاری کی۔ دیکھو کیل صاحب کی کتاب Muhammad and Muhammadanism کے صفحہ ۳۲۲ ۳۴ پر ابن اسحٰق اور ابن ہشام کے مقتبسات +

[۲] ۸۲ ویں آیت سے ۹۰ ویں آیت تک ساری عبارت اسی مضمون کے متعلق ہے لیکن ہمنے صرف چند آیات اقتباس کی ہیں +

کی راہ میں اور بولے مت کوچ کرو گرمی میں۔ تو کہہ دوزخ کی آگ اور سخت گرم ہو اگر اُن کو سمجھ ہوتی۔ اور جب نازل ہوتی ہو کوئی سورت کہ یقین لاؤ اللہ پر اور لڑائی کرو اُسکے رسول کے ساتھ ہوکر رخصت مانگتے ہیں اُنکے مقدور والے اور کہتے ہیں ہم کو چھوڑ دے رہجاویں ساتھ بیٹھنے والوں کے+ پھر ۹۱ ویں آیت میں بدوی لوگوں کو آنحضرت نے یوں دھمکایا وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ یعنے اور آئے بہانے کرنے گنوار تا رخصت ملے انکو اور بیٹھ رہے جو جھوٹے ہوئے اللہ سے اور رسول سے اب پہنچیگی انکو ان میں جو منکر ہوئے دُکھ کی مار +

اِس طرح سے اُن سب کو جو گھروں میں بیٹھے رہے اور لڑائی میں شریک نہ ہوئے زجر و توبیخ کی گئی اور آنحضرت کو اپنے تمام مومنین سمیت جو آپکے ساتھ گئے بہت تحسین و آفرین نصیب ہوئی اور یہہ خوشخبری ملی کہ تمام اچھی چیزیں آپکی خاطر تیار و مہیا بلکہ آپکی منتظر ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپکی خاطر باغ لگا کر اُن میں نہریں جاری کی ہیں اور وہاں آپ اور آپکے مومنین سدا خوشحال و فرخندہ فال رہینگے[۱]+ بعض مسلمانوں نے بعد میں اپنے قصور کا اقرار کرکے معافی حاصل کی لیکن آنحضرت کو ارشاد ہوا کہ ان کا تمام مال و اسباب لے لیویں تا کہ وہ پاک و صاف ہوں انکے علاوہ اور بھی تھے جو کہ جب تک اُنکے حق میں کوئی خاطر خواہ فیصلہ نہ ہوا منتظر رہے لیکن آخر کار اُنہوں نے بھی معافی حاصل کی[۲] +

سورۂ توبہ سب سے آخری ہو یا کم از کم یہہ کہہ سکتے ہیں کہ اسکے بعد صرف ایک ہی

[۱] دیکھو سورۂ توبہ ۹۰ ویں آیت +
[۲] سورۂ توبہ کی ایک سو تیسری سے ایک سو پانچویں آیت تک اور ایک سو اٹھارھویں و انیسویں آیات +

سورت نازل ہوئی تھی[۱] - یہہ سورت نہایت سخت ہی اور اسکے احکام برداشت سے باہر ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ آنحضرت کا مزاج بجائے نرمی و ملائمیت اختیار کرنیکے سال بسال اور بھی سخت و درشت ہوتا گیا اور آپکی جنگی روح جو کہ ہمیشہ معرکہ آرائی کے مضامین کے لئے منبع وضع الٰہی ارشاد کی منتظر تھی کمال تک پہنچگئی چنانچہ سورۂ توبہ کے دسویں رکوع کی پہلی آیت میں اسی مضمون پر یوں مندرج ہی[۲] یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ یعنے ای نبی لڑائی کر کافروں سے اور منافقوں سے اور تندخوئی کر اُنپر اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہی اور بری جگہ پہنچے +

سب سے آخری حملہ جس میں آنحضرت بذات خود سپہ سالار تھے جنگ تبوک تھا - اور اب ایسا معلوم ہونے لگا کہ تمام مخالفت اور ہر طرح کے خوف و خطر کا خاتمہ ہوا - ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت کے مومنین نے اسلحہ جنگ فروخت کرنے شروع کر دئے اور کہنے لگے کہ اب جہاد کی کچھ ضرورت نہیں جب آنحضرت نے یہہ خبر سنی تو اُنکو ہتھیار بیچنے سے منع کیا اور فرمایا کہ جبتک دجال[۳] ظاہر ہو میرے مومنین اشاعت حق کے لئے ہمیشہ لڑائی میں مصروف رہینگے - خواہ یہہ حدیث معتبر ہو یا غیر معتبر کم از کم اس سے یہہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہی کہ اسوقت جہاد کی نسبت مومنین کا کیا خیال تھا علاوہ ازیں یہہ

---

[۱] اس سورت کا بہت سا حصہ سنہ ۹ ہجری سے علاقہ رکھتا ہی اگرچہ ۱۳ ویں سے ۱۶ ویں آیت تک اس سے پہلے سال کا حال پایا جاتا ہی ۲۶ ویں اور ۲۷ ویں آیات سنہ ۸ ہجری سے متعلق ہیں - باقی آیات کسی تواریخی ترتیب میں مرتب نہیں کی گئیں لیکن مجموعی طور پر اس سورت سے پتہ لگتا ہی کہ سنہ ۹ ہجری میں جو کہ آنحضرت کی ترقی کا زمانہ تھا آپکے دل کی کیا حالت تھی اور خصوصاً آنحضرت کا بیجا تکبر و غضب جو اس سورت سے ظاہر ہوتا ہی قابل غور ہی (دیکھو نولدیکی صاحب کا گشختی دس قرآن صفحہ ۱۶۵ سے ۱۶۹ تک) +

[۲] نولدیکی صاحب فرماتے ہیں کہ یہہ آیت یا اسوقت نازل ہوئی تھی جب محمد صاحب تبوک سے واپس آئے تھے یا سنہ ۹ ہجری کے آخر میں + دیکھو گشختی دس قرآن صفحہ ۱۶۷ و ال +

[۳] دیکھو Muir's Life of Muhammad جلد چہارم صفحہ ۱۰۲ بحوالہ طبقات واقدی +

حدیث اُس دوسری حدیث الجہاد ماضی الی یوم القیامۃ کے مطابق ہے +

سالانہ حج کے معمولی وقت پر محمد صاحب مکّہ میں تشریف فرما نہ ہوئے کیونکہ ابھی بہت سے لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اسلئے سنہ ۹ ہجری میں آپنے حضرت ابوبکر کو حاجیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ روانہ کیا مگر اس حالت میں رہنا آپکو کب پسند تھا۔ فوراً پیغام آیا کہ عرب کے گنواروں کی عزّت و حُرمت کی آنحضرت کو کچھ پرواہ نہیں کی جاتی چنانچہ اس آسمانی حکم کے اشتہار کی خاطر ابوبکر اور دیگر حاجیوں کی روانگی کے بعد حضرت علی روانہ ہوئے اور مکہ میں انسے جا ملے۔ رسوم حج کے اختتام پر حضرت علی نے وحی کا وہ سارا بیان جو محمد صاحب نے انکے سپرد کیا تھا حاجیوں کے انبوہ کثیر کو پڑھکر سنایا[۱] چنانچہ سورہ توبہ کی پہلی پانچ آیات میں یوں مندرج ہے بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ[۲] وَأَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝ وَأَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ[۳] أَنَّ اللّٰهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ

---

[۱] کہتے ہیں کہ حضرت علی نے انکے سامنے اس امر کی بخوبی توضیح کردی کہ مومنین کافرین اور بت پرستوں اور واحد خدا کے پرستاروں کے درمیان کسی طرح کے عہد و پیمان اور صلح و امن کا امکان نہیں۔ اور سوائے مسلمانوں کے بہشت میں اور کوئی نہیں ہوگا یعنے صرف مسلمان ہی بہشت میں جائینگے۔ دیکھو خلاصۃ التفاسیر جلد دوم صفحہ ۲۱۵ +

[۲] لفظی ترجمہ یہ ہے کہ تم خدا کو کمزور نہیں کرسکتے یعنے اسکو اپنے اس ارادہ کے پورا کرنے سے روک نہیں سکتے +

[۳] یعنے حج نہ کہ عمرہ یا حج اصغر +

[۴] واللہ بری من المشرکین و رسولہ کا ترجمہ مفسر حسین نے یوں کیا ہے کہ خدا بیزار است از مشرکین و عہود ایشاں و پیغمبر نیز بیزار است۔ دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۴۷ وال +

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ یعنے جواب ہی اللہ کی طرف سے اور اُسکے رسول سے ان مشرکوں کو جن سے تم کو عہد تھا سو چلو اس ملک میں چار مہینے اور جان لو کہ تم نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور یہہ کہ اللہ رسوا کرتا ہی منکروں کو۔ اور سنا دینا ہی اللہ کی طرف سے اور اُسکے رسول سے لوگوں کو بڑے حج کے دن کہ اللہ الگ ہی مشرکوں سے اور اُسکا رسول۔ سو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لیے بھلا ہی اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور خوشخبری دے منکروں کو دکھ والی مار کی مگر جن مشرکوں سے تم کو عہد تھا پھر قصور نہ کیا تمہارے ساتھ اور مدد نہ کی تمہارے مقابل میں کسی کی سو پورا کرو ان سے عہد اُن کے وعدہ تک۔ اللہ کو خوش آتے ہیں احتیاط والے پھر جب گذر جاویں مہینے پناہ کے تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ +

پہلی اور چوتھی آیت میں تناقض نظر آتا ہی کیونکہ پہلی آیت کی رو سے تمام صاحب معاہدے تمہ سے بالکل آزاد اور بری ہو جاتے ہیں اور چوتھی آیت میں بعض مشرکین کے ساتھ حضرت کے معاہدہ کا ذکر پایا جاتا ہی اور غالباً اسکا بیان اول کیا جاتا ہو گا۔ مشرکین کی جنت میں اُنکو حج کعبہ کی تو اجازت دینی نہ تھی اسلیے اُسکے ساتھ جو عہد و پیمان تھا اُسکی دیگر شرائط کا ایفا ضروری تھا جن صاحبوں نے تا حال اسلام قبول نہیں کیا تھا اُنہوں نے حضرت علی کی ساری تقریر بغور سنا اس تقریر میں یہہ آیت بھی شامل تھی یَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا یعنے اے ایمان والو مشرک جو ہیں پلید ہیں سو نزدیک نہ آویں مسجد الحرام کے اس برس کے بعد (سورۂ توبہ ۲۸ ویں آیت) +

یہہ حکم ایسا صریح اور صاف تھا اور اُسکی عملی طور پر اسقدر تائید کی گئی کہ باشندگان عرب کو سوائے تابعداری کے اور کوئی صورت نظر نہ آئی چنانچہ اُنہوں نے اطاعت قبول کر لی +

اب تمام مخالفت رفع دفع ہو گئی اور کعبہ سے بت پرستی کے تمام تعلقات منقطع کئے گئے ۔
مسلمانوں کے سوا کسی کو کعبہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ رہی۔ لہذا آنحضرت نے بڑے
حج پر خود بدولت تشریف لیجانیکا مصمم ارادہ کر لیا کہتے ہیں کہ سنہ ۱۰ ہجری میں اس حج کے
وقت ایک لاکھ سے زیادہ آدمی آپکے ہمرکاب تھے۔ آنحضرت نے نہایت احتیاط کے ساتھ
تمام رسوم حج کو یکے بعد دیگر پورا کیا۔ حجر اسود کو چوما۔ زمزم سے پانی پیا اور اہل عرب کی دیگر
پرانی[۵۱] رسومات کو بھی آپنے ادا کیا۔ اس موقعہ کو آپنے غنیمت جانا اور توارث و زنا کے متعلق
ایک تقریر[۵۲] کی اور یہہ فیصلہ کیا کہ زانیہ کو کوڑوں سے ماریں پر بہت سختی سے نہ ماریں۔ نیز آپنے
اس تقریر میں غلاموں کی بابت اور مسلمانوں کے باہمی مساوی درجات کی نسبت تعلیم
دی۔ قمری سال کو سال شمسی کی طرف تحویل کرنیکے لئے جو تین سال کے عرصہ میں ایک مہینہ
زیادہ کیا جاتا تھا آپنے سورۂ توبہ کی ۳۶ ویں اور ۳۷ ویں آیات سنا کر اسکو بھی موقوف
کیا اور قمری سال کے متبدل موسموں کے مطابق ماہ ذی الحج مقرر فرمایا ۔

انہی دنوں میں ایک دن آپ کوہ عرفات کی چوٹی پر تشریف لیگئے اور اونٹ پر سیدھے
کھڑے ہو کر فرمایا الیوم[۵۳] اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم

---

۵۱ ایک حدیث میں یوں مذکور ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ رسومات حج کو پورا کرو اور مجھ سے سیکھو کہ تمہیں ان کو کس طرح ادا کرنا چاہئے کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اسکے بعد پھر مجھ کو حج کرنا نصیب ہوگا یا نہیں۔ دیکھو Muirs Life of Muhammad جلد چہارم کے صفحہ ۲۳۴ ویں صفحہ پر حوالجات واقدی ۔

۵۲ آنحضرت کی یہہ تقریر Muirs Life of Muhammad کی چوتھی جلد میں ۲۳۸ ویں سے ۲۴۲ صفحہ تک مندرج ہے ۔

۵۳ عبد اللہ ابن عباس اس آیت کا مطلب یوں بیان فرماتے ہیں کہ میں نے تم کو حلال و حرام اور اوامر و نواہی کے سب احکام بتا دئے ہیں آج کے دن سے لیکر کبھی کوئی مشرک عرفات و منا تک نہ پہنچنے پاوے اور نہ کعبہ کا طواف کرے اور نہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑے دیکھو تفسیر ابن عباس صفحہ ۱۲۱ واں + پھر تفسیر حسینی جلد اول

الاسلام دینا یعنے آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا تم پہ میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین مسلمانی +

اس طرح اس بت پرستی کی رسم کی شمولیت سے وہ مذہب جسکو آنحضرت اپنے ہموطنوں کے لئے قائم کر گئے اور جس سے پہلے تمام ادیان کی تنسیخ منصور ہونے لگی کاملیت کے درجہ تک پہنچ گیا + سورۂ حج کی ۲۸ ویں - ۳۰ ویں اور ۳۴ ویں آیات میں فرائض حج کا بیان یوں مندرج ہے وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ ۔ ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ۔ لَکُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَی الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ یعنے اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے ۔ پھر چاہیے نبٹریں[1] اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی منتیں اور طواف کریں قدیم گھر کا ۔ تم کو چوپایوں میں فائدے ہیں ایک ٹھہرائے وعدہ تک پھر اُن کو پہنچانا اُس قدیم گھر تک +

سورۂ حج کو خالص مکی یا مدنی نہیں کہہ سکتے ۔ اسکا کچھ حصہ مکہ میں نازل ہوا تھا اور کچھ مدینہ میں جن آیات کو ہم نے ابھی اقتباس کیا ہے اُنکے وقت نزول کا ٹھیک پتہ لگانا آسان نہیں ہے لیکن اغلباً یہہ آیات مدنی ہیں اور ۶ ہجری میں حج صغرا کے موقعہ پر نازل ہوئی تھیں ۔ بہر کیف یہہ احکام آنحضرت نے پہلے ہی سے نافذ کئے ہوئے تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۶ - کے ۱۳۶ ویں صفحہ پر یوں مرقوم ہے کہ امروز کامل گردانیدم برائے شما دین شمارا کہ دیگر احکام اوراقم منسوخ نخواہد بود و تمام کردم بر شما نعمتِ خود را کہ حج گذاردید ایمن و مطمئن باشید و ہیچ مشرکے باشما حج نگذارد و خیتار کردم برائے شما اسلام را دینے کہ پاکیزہ تر از ہمہ دینہا ۔ خلاصۃ التفاسیر جلد اول کے ۴۸۸ ویں صفحہ پر تمام مفسرین کے بیانات کا خلاصہ اور لب لباب یوں مندرج ہے کہ ہمارے دین میں ازروئے دلائل والہام کسی طرح سے کوئی کمی نہیں کسی نئے مسئلے کی ضرورت نہیں اور کسی طرح کی ترقی و تنسیخ کی گنجائش نہیں ہے +

[1] یعنے ناستردہ جھاڑ داڑھی اور ننگا سر دیکھو Sell's Faith of Islam صفحہ ۲۹۱ وال +

اور اب خود اُنپر کاربند ہوکر آپنے اُنکے جواز پر مُہر کی اور اسوقت سے حج کعبہ ہر مسلمان کے دینی فرائض میں داخل ہوگیا۔ ان ایام میں حج کرنا بلاشبہ ایک ملکی کارروائی تھی کیونکہ یہہ قومی معبد مرکزِ اسلام اور اسکے جان نثاروں کے سالانہ اجتماع کا مقام ہونے کی حیثیت میں اس عزّت و حرمت کو حاصل کرکے تمام باشندگانِ عرب اور خاصکر قریش کے لوگوں کے خیالات کو جو کہ خاص شہر مکہ ہی میں سکونت پذیر تھے کھینچ رہا تھا +

صرف حج کعبہ ہی ایک ایسی رسم تھی جس میں وہ سب لوگ مسلمانوں کے ساتھ شریک تھے اور اُسکے جاری رہنے سے خوش ہوکر رفتہ رفتہ وہ اسلام کے نزدیک ہوتے گئے آنحضرت کا حج کی پُرانی رسومات کو قائم رکھنا بھی آپکی دانائی اور ہوشیاری کی دلیل ہے[لہ] اہل عرب کی نظر میں کعبہ اور اُسکے متعلقات کی بالعموم بہت ہی عزّت و تعظیم ہوتی تھی حج کا یہہ ایک بڑا بھاری مقصد تھا کہ عرب کی مختلف قومیں جن کے درمیان مدتوں سے بغض و حسد کا رائج قائم تھا ایک دل اور ایک جان ہوجاویں اور ایک نہایت اعلیٰ و خاص مطلب کے لئے زبردست جماعت مجتمع ہوجاوے لیکن فی الحقیقت یہہ نہایت کمزوری اور بودا پن کی دلیل تھی کیونکہ اس سے یہہ حقیقت بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام ایک قومی مذہب تھا اور اُسکا آغاز اور تکمیل اس امر کے شاہد ہیں۔ اُسکے احکام و قواعد جو کہ ساتویں

لہ تمام اہل عرب میں حج کعبہ کی عزت و تعظیم تھی وہ بھی اس امر میں آنحضرت کی مدد کا ایک نہایت عمدہ وسیلہ تھی کہ آپ تمام عربی اقوام کو ایک خاص مقصد کو مدنظر رکھکر اکٹھا کریں۔ اب آنحضرت کو ایک مزار ہاتھ آیا جسکی نہایت خصوصیت کے ساتھ صدہا سال سے عزت و حرمت ہوتی چلی آئی تھی اور مقدس مقام کی تعظیم و تکریم کے باب میں تمام عرب جو ملک کے مختلف حصوں میں آباد تھے شراکت رکھتے تھے اور یہی ایک مقام تھا جس سے کبھی اُنکے لوگوں میں قومی پاسداری کا خیال آسکتا تھا اور آنحضرت کے لئے اسکی تردید کرنا اور اُسکی عزت و تعظیم کے برخلاف تعلیم دینا ایک طرح کی دیوانگی متصور ہوتا اور اس سے آپکی ساری مہمات کا مطلب فوت ہو جاتا۔ دیکھو پامر صاحب کا قرآن صفحہ ۵۳ و ۵۴ +

صدی میں اہل عرب کی ضروریات کے مطابق تھے نویں صدی کے لوگوں کے لئے اسپر کاربند ہونا ازحد دشوار و مشکل تھا اور یہہ امر اسلام کی ترقی کا سخت مانع ہے۔ آپ عقیدہ کی عمارت کے محراب کا سرا ایک کالا پتھر جو پہلے ایک بت خانہ میں تھا۔ اس طرف جانا اور بت پرستوں کی پرانی رسوم کو ادا کرنا نجات[۱] کا سچا طریق بیان کیا جاتا ہے۔ اہل اسلام کی عقلیں اور انکے دل گویا اس کالے پتھر سے بیابان میں جکڑے ہوئے ہیں اور اسی قسم کی چیزوں کی عزت و تعظیم کرتے ہیں نور ہدایت کے تازگی بخش قطرات انکو ترو تازہ کرنے[۲] کے لئے بالکل بے اثر اور بیفائدہ معلوم ہوتے ہیں +

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اسلام میں ہر طرح کی بہتری اور اصلاح کا روکنے والا حج ہی ہے اور اسلام میں اصلاح نو ہی ہو سکتی ہے جبکہ اہل اسلام اصلاح کی خواہش کو ظاہر کریں پر حج کی دوامی قید سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اصلاح کے خواہاں نہیں[۳] ہیں بلکہ برخلاف اسکے یہہ ماننا پڑتا ہے کہ حج کی مداومت سے مسلمان متعصب اور دن بدن اپنے عقائد پر زیادہ پختہ ہوتے جاتے ہیں۔ اور اس سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لاکھوں مسلمان جو کہ گذشتہ صدیوں میں گذر چکے ہیں باوجود مختلف زبانوں اور نسلوں سے علاقہ رکھنے کے آپس میں کسقدر برادرانہ اتحاد اور یگانگت رکھتے تھے۔ علاوہ اسکے حج کے وسیلہ سے محمد صاحب کی ایک نہایت عمدہ یادگار

---

[۱] دیکھو Sell's Faith of Islam صفحہ ۲۸۸ واں +

[۲] Osborn's Islam under the Arabs صفحہ ۳۸ واں +

[۳] حج فرض ہے اور فرض کی تعریف کے لئے Sell's Faith of Islam کا ۲۸۸ واں اور ۲۵۱ واں صفحہ ملاحظہ فرمایئے + مولوی رفیع الدین احمد صاحب نے نائنٹینتھ سنچری مطبوعہ اکتوبر ۱۸۹۵ء میں یوں فرمایا کہ حج انسان کے دل کو پاک و صاف کرتا ہے اور ایسا بے گناہ اور معصوم بنا دیتا ہے جیسا کہ پیدائش کے وقت معصوم بچوں کا حال ہوتا ہے +

قائم ہوگئی بلکہ مسلمانوں کی نظر میں ایسا ہی تعظیم و تکریم کے لائق ہی جیسا کہ یروسلم یہودیوں کی
نظر میں گذشتہ صدیوں کے لوگوں کی عزت و تعظیم کو اپنی طرف منسوب کرتا ہی اُسکے خیال
سے ہر ایک مسلمان اپنے ایمان کے آغاز اور اپنے نبی کے ایام طفولیت کو یاد کرتا ہی نیز مکہ
کے خیال سے خواہ مخواہ یہہ بات یاد آتی ہی کہ پرانے مذہب اور نئے دین میں کس طرح کشمکش
ہوتی رہی اور بت پرستی کو نیست و نابود اور بتوں کو چکنا چور کرکے واحد خدا کی عبادت قائم کی گئی +
سب سے بڑھکر مکہ ہر ایک مسلمان کو یہہ جتلاتا ہی کہ اسکے تمام مسلمان بھائی ایک ہی جگہ اور
ایک ہی مقدس مقام کی طرف منہہ کرکے نماز پڑھتے ہیں اور یہہ کہ مومنین کی ایک بھاری جماعت
میں وہ بھی شامل ہی جو کہ اُنکے ساتھ ایمان و امید میں شریک ہوکر اُن ہی چیزوں کی عزت و تعظیم
کرتا ہی جسکی وہ کرتے ہیں اور اُسی خدا کی عبادت میں کھڑا ہوتا ہی جسکو وہ پوجتے ہیں۔ محمد صاحب
نے جب کعبہ کی تقدیس کی تو اس امر کو ظاہر کیا کہ آپکو انسان کے مذہبی جذبات کا کہانتک علم
تھا لہذا ایک طرح سے حج کا قائم رکھنا اسلام کی پائیداری کا باعث معلوم ہوتا ہی لیکن
جسقدر اسپر زیادہ زور دیا جاتا ہی اُسی قدر اصلاح و بہتری کی کم امید ہی اس سے معلوم ہوتا
ہی کہ بت پرستوں کی حج کی رسم کو اسلام میں داخل کرنا نہ صرف بت پرستوں کی خواہشات کے مقابلہ
میں ایک کمزوری کا نشان تھا بلکہ اس سے عقل و انصاف کا بھی خون ہوگیا +

اس بیان سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ قرآن میں جسقدر تواریخی واقعات کا ذکر
پایا جاتا ہی وہ سب سچ ہیں لیکن اور بھی بہت سی باتیں ایسی ہیں جنکا ہم نے مطلق ذکر
نہیں کیا مثلاً ملکی معاملات یعنی عہد و پیمان وغیرہ کا قائم کرنا منافقین سے برتاؤ اور متحدہ اقوام
سے سلوک کرنے کا بیان بھی قرآن میں مندرج ہی۔ پھر انتظامی معاملات مثلاً نکاح۔ طلاق۔

توارث۔ شہادت اور وصیت وغیرہ کے قوانین بھی پائے جاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن ایک ایسا رجسٹر ہے جس میں ملک وملت کی انتزاعی سلطنت کے آئین وقوانین مرقوم ہیں۔ یہہ متذکرہ بالا امور زیادہ تر مدنی سورتوں میں پائے جاتے ہیں سوائے بقر، نسا۔ اور مائدہ جو کہ قریباً طوالت میں برابر اور کل قرآن کا ساتواں حصہ ہیں اُن میں دینی اور ملکی فرائض اور قوانینِ فوجداری مفصل طور سے مندرج ہیں +

کسی نے خوب کہا ہے کہ وہ شخص جو کہ مکہ میں محض واعظ اور نصیحت گو تھا مدینہ میں واضع قوانین اور جنگی سپہ سالار بن گیا اور بجائے اسکے کہ ایک شاعر اور معلم کی حیثیت میں قلم کا استعمال کرے لوگوں کو مطیع ومنقاد بنانے کے لئے تیغ بُراں ہاتھ میں لئے ہوئے حرب وضرب کا نعرہ بلند کرنے لگا۔ جب مدینہ میں کارگذاری بڑھ گئی تو نظم کی جگہ نثر کا استعمال ہونے لگا اور اگرچہ اس میں بھی شاعرانہ خیالات منتشر معلوم ہوتے تھے تاہم بعض اوقات بالکل نثر ہی نثر جاری تھی اور آنحضرت کو یہاں سے شروع کر کے اپنے آپکو محض شاعر ہونیکے الزام سے بری کرنیکے لئے مدت تک کوشش کرنی پڑی بر مدنی سورتوں میں ایسا حال کم ہی نظر آتا ہے۔ جب ہم اس قسم کے فقرات کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اسکے رسول کی۔ اللہ اور اس کے رسول کا انعام اور اللہ کی اور اسکے رسول کی خوشنودی وغیرہ کو قرآن میں پڑھتے ہیں تو نہایت حیرت زدہ ہوتے ہیں کہ آنحضرت کسقدر ان اوصاف کو جو قرآن کے اور مقامات میں خدا کے لئے مخصوص ہیں اپنی طرف منسوب کرتے ہیں +

مدنی سورتوں میں یہہ جملہ کہ اللہ اور اس کا رسول بہت عام ہے اور انہی سے

سلہ دیکھو سورۃ انفال ۳۱ ویں آیت +

مخصوص ہی - اب آنحضرت نے ایک واعظ و متنبہ کنندہ کی حیثیت سے گذر کر ایک فرمانروا اور خدا کی سلطنت کے کار مختار کی حیثیت کو اختیار کیا اور اب آپکے احکام کا مضمون پہلے کی نسبت بالکل مختلف اور الٰہی اختیار دکھاتا تھا - کفار کا ذکر کرتے وقت آپ فرماتے تھے کہ کافر وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور خدا کے الہام وحی کو نہیں مانتے لیکن مومنین کو آپنے یوں فرمایا[1] امنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا یعنے ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے اُتارا - پھر خدا و رسول کی مخالفت کا ذکر بھی اکٹھا ہی آتا ہی گویا کہ دونوں کے لیے یکساں سزا مقرر ہی چنانچہ سورہ انفال کی تیرھویں آیت میں یوں مرقوم ہی وَمَن یُّشَاقِقِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ یعنے اور جو کوئی مخالف ہوا اللہ کا اور اُسکے رسول کا تو اللہ کی مار سخت ہی - پھر مومنین کو ایک اور ہی طرز زندگی اور روش کو اختیار کرنیکا فرمان ہوتا ہی

---

[1] صرف ایک مقام اس سے مستثنیٰ ہی کیونکہ سورہ اعراف کی ۱۵۸ ویں آیت میں یہہ فقرہ درج ہی سورہ اعراف ایک آخری مکی سورت ہی لیکن ۱۵۶ ویں سے ۱۵۸ ویں آیت تک آخری دنوں کے الہامات کی آیات درج کی ہوئی ہیں ان میں جو جملہ النبی الامی پایا جاتا ہی اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ یہہ آیات مدنی ہیں کیونکہ یہہ ایک ایسا محاورہ ہی جو صرف مدنی آیات سے مخصوص ہی - ان آیات میں انجیل و توریت کی طرف جو اشارہ کیا جاتا ہی اس سے بھی علوم ہوتا ہی کہ یہہ آیات آخری ایام یعنے ایام مدینہ سے تعلق رکھتی ہیں پھر اُن لوگوں کی طرف بھی ایک اشارہ پایا جاتا ہی جو تقویت و مدد کرتے ہیں چنانچہ لکھا ہی عزروہ ونصروہ اور یہہ صاف انصار کی طرف اشارہ ہی کیونکہ نصروہ کا ترجمہ مفسر حسین یوں کرتے ہیں کہ یاری دادند او را بر دشمناں - عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں نصروہ بالسیف یعنے انہوں نے مدد کی اسکی تلوار پکڑ کر - پس اس سے صاف فیصلہ ہو جاتا ہی کہ یہہ آیات آخری زمانہ یعنے ایام مدینہ میں نازل ہوئی تھیں اللہ و رسولہ یعنے اللہ اور اسکا رسول ایک فقرہ ہی جو ان آیات کے ماقبل اور مابعد کی آیتوں سے زیادہ مطابقت رکھتا ہی اور نہایت صفائی سے ظاہر کرتا ہی کہ فی الحقیقت یہہ آیات آخری زمانہ کی یعنی مدنی ہیں ~~ See Nöldeke's Geschichte des Qurans p. 118

چنانچہ سورۂ انفال کی ۲۰ ویں اور ۴۲ دیں آیت میں یوں مندرج ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ یعنے اے ایمان والو حکم پر چلو اللہ کے اور اُسکے رسول کے اور اُس سے مت پھرو سنکر اور جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھ چیز سو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے واسطے اور رسول کے +

میدانِ جنگ میں بسا اوقات مومنین کی ہمت بڑھانے کی ضرورت پڑتی تھی۔ اُنکو حکم تھا کہ اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے کھڑے ہوں لیکن فتح کا انحصار اسی بات پر تھا کہ اللہ اور اُسکے رسول کی فرمانبرداری کیجاوے۔ چنانچہ سورۂ انفال کی ۴۸ ویں آیت میں مرقوم ہے وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ +

علاوہ ازیں یہہ بھی مذکور ہے کہ منکر خدا کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے کیونکہ خدا تعالے اُنکے کاموں کو نیست و نابود کریگا چنانچہ سورۂ محمد کی ۳۵ ویں آیت میں یوں مندرج ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ یعنے اے ایمان والو حکم پر چلو اللہ کے اور حکم پر چلو رسول کے اور ضائع نہ کرو اپنے کئے +

اُس شانہ تعالیٰ کی یاد جو زمین و آسمان کا مالک ہے جسکی قدرت سے دن و رات کا

---

[1] فقرہ لا تولوا عنہ میں ٹھیک پتہ نہیں لگتا کہ آیا لفظ عنہ میں ہ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے یا رسول۔ مفسرین کے نزدیک اس آیت کے معنی یہہ ہیں و برمگردید و اعراض مکنید از امر بطاعت یا از جہاد یا از فرمان خدائے بار دیگر دانید از رسول چہ مراد از آیت امر است بطاعت پیغمبر و نہی از مخالفت او۔ ذکر طاعت حق تنبیہ است بر آنکہ شما بشنوید طاعت حق تعالیٰ در طاعت رسول اوست (دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۳۶ واں) عبد اللہ ابن عباس کہتا ہے کہ اُس کے معنے عن امر اللہ و رسولہ کے ہیں (دیکھو تفسیر ابن عباس صفحہ ۱۹۹ واں) +

دور جاری ہی اور جو ہر ایک کے اسرار قلبی سے آگاہ ہی چاہیئے کہ لوگوں کے دلوں کو
اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور اُسکے رسول کے) کی طرف مائل کرے
(دیکھو سورۂ حدید کی ساتویں آیت) +

راستباز اور سچے لوگ وہ ہیں جنپر دو چند رحم کیا جاویگا اور جنکی راہ پر خدا کا نور
چمکیگا اور جو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاوینگے اور ڈرتے رہینگے چنانچہ سورۂ حدید
کے چوتھے رکوع میں مرقوم ہی یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یعنے اے
ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور یقین لاؤ اُسکے رسول پر +

جب مومنین نے اہل مکہ کو مدینہ کا محاصرہ کرتے دیکھا اور وہ لڑنے بھڑنے کے بغیر
واپس چلے گئے تو کہنے لگے ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ یعنے
یہہ وہی ہی جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اُسکے رسول نے اور سچ کہا اللہ نے اور
اسکے رسول نے (سورۂ احزاب ۲۲ ویں آیت) +

پھر لکھا ہی کہ جو لوگ اللہ اور اُسکے رسول کے مشتاق ہیں اُنکو عالم آخرت میں اجر عظیم
کا وعدہ دیا گیا ہی چنانچہ ۲۹ آیت میں مرقوم ہی اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا یعنے
اُن کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار ہی۔ جو لوگ اللہ اور اُسکے رسول کو ستاتے ہیں اُن کو
ہر دو جہان میں لعنت و پھٹکار ہی چنانچہ ۵۷ ویں آیت میں مرقوم ہی اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْ
ذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا یعنے
جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اُسکے رسول کو انکو پھٹکارا اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں
اور رکھی ہی اُنکے واسطے ذلت کی مار۔ پھر وہ دن آویگا جبکہ اُنکے چہرے آگ میں لیپٹے

ہوئے ہونگے اور عذاب کے اِس تشددمیں زمانہ گذشتہ پر نظر کر کے کہینگے یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا یعنے کاشکہ ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا اور کہا مانا ہوتا رسول کا (سورۂ احزاب ۶۶ ویں آیت)+

جو لوگ کچھ عرصہ کے لیئے ایمان لاتے تھے اور پھر برگشتہ ہو جاتے تھے اُن کے حق میں آپنے فرمایا کہ وہ عذاب سے نہیں بچینگے چنانچہ اُن کی نسبت سورۂ نور کی ۴۶ ویں آیت میں یوں مرقوم ہے وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ - یعنے اور لوگ کہتے ہیں ہم نے مانا اللہ کو اور رسول کو اور حکم میں آئے پھر پھر جاتا ہے ایک فرقہ ان میں سے اس پیچھے اور وے لوگ نہیں ہیں ماننے والے اور جب اُن کو بلائیے اللہ اور رسول کی طرف کہ ان میں قضیہ چکا وے +

سورۂ توبہ میں مومنین کو آگاہ کیا گیا ہے کہ مال و دولت خاندان اور اُنکے گھر اُنکو خدا اور رسول سے الگ نہ کریں بلکہ مناسب ہے کہ اُنکو خدا اور رسول سے بڑھ کر کوئی چیز عزیز نہ ہو آخر کار جن الفاظ سے آپ نے تنبیہہ کی تھی اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کے دل میں مخالفت کے خیال سے مخالفوں کے حق میں کس قدر کڑواہٹ کوٹ کوٹ کر بھری تھی چنانچہ سورہ توبہ کے آٹھویں رکوع میں یوں مندرج ہے اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدًا فِیْھَا - یعنے کیا وے جان نہیں چکے کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ اور رسول سے تو اُس کو ہے دوزخ کی آگ پڑا رہے اُس میں ہمیشہ +

سورۂ توبہ کی ۱۲۹ ویں آیت میں محمد صاحب چند الٰہی اوصاف کو اپنی طرف نسبت کرتے ہیں چنانچہ لکھا ہے لَقَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ یعنے آیا ہے تم پاس رسول تم میں کا بھاری ہوتی ہیں اس پر جو تم تکلیف پاؤ تلاش رکھتا ہے تمہاری ایمان والوں پر شفقت رکھتا ہے مہربان +

مذکورہ بالا آیات کے علاوہ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں آنحضرت کا اپنے اختیارات و قدرت کو الٰہی اختیارات کے ساتھ بیان کرنا اور اُن کے برابر قرار دینا اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف لوگوں کو اس زور سے بلانا اور اپنی نافرمانی کو خدا کی نافرمانی کے مساوی اور یکساں سزا کے لائق بیان کرنا صاف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ مدینہ میں اپنی طاقت کے بڑھنے اور روز افزوں ہونے کو محسوس کر رہے تھے اور اس سے آپ ایک ایسے مرتبہ و رتبہ کے دعویدار ہوئے جس کے دعوی کی اس سے پیشتر جب آپ مکہ میں رہتے تھے ہرگز ہرگز جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ اگرچہ مدنی سورتوں کا طرز بیان مکی سورتوں سے بالکل مختلف ہے ان کی زبان بالکل نثر ہے یعنے مکی سورتوں میں جو شاعرانہ خیالات نظمیہ صورت میں چمک دمک دکھا رہے تھے اِن میں اُن کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا تو بھی بعض مقامات

لے نولدیکی صاحب مفسر زنک شاری اور اتقانِ جلال الدین السیوطی کے بیان کے مطابق اس آیت کو مکی بتاتے ہیں دیکھو گشتی دس قرآن صفحہ ۱۹۶ واں + مفسر حسین حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم کا ترجمہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ ہیچ پیغمبرے را یکجا بدو اسم از اسمائے خود اختصاص نداد مگر پیغمبرِ ما را دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۷۵ واں +

میں نہایت دلچسپ عبارت پائی جاتی ہی مثلاً اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ[1] یعنے اللہ اسکے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ وہ جیتا ہی سب کا تھامنے والا نہیں پکڑتی اُسکو اونگ اور نہ نیند اُسی کا ہی جو کچھہ ہی آسمان و زمین میں۔ کون ایسا ہی کہ سفارش کرے اُسکے پاس مگر اُسکے حکم سے ہی جانتا ہی جو خلق کے روبرو ہی اور جو پیٹھہ پیچھے اور یہہ کہ نہیں گھیر سکتے اُسکے علم میں سے کچھہ مگر جو وہ چاہے گنجائش ہی اُسکی کرسی میں آسمان و زمین کو اور تھکتا نہیں اُن کے تھامنے سے اور وہی ہی اوپر سب سے بڑا۔ پھر سورہ حدید کی پہلی تین آیات میں یوں مرقوم ہی سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ یعنے اللہ کی پاکی بولتا ہی جو کچھہ ہی آسمانوں میں اور زمین میں۔ اور وہی ہی زبردست حکمت والا۔ اُسیکا راج ہی آسمانو اور زمین کا جلاتا ہی اور مارتا ہی اور وہ سب چیز کرسکتا ہی۔ وہی پہلا اور پچھلا اور باہر اور اندر اور وہ سب چیز جانتا ہی۔ پھر سورہ حشر کی آخری آیات میں یوں طور ہی ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ھُوَ

[1] یہہ آیت آیت الکرسی کے نام سے مشہور ہی اور سورہ بقر کے ۳۴ ویں رکوع میں مندرج ہی+

اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ط يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ یعنے وہ اللہ ہی جسکے سوائے کسی کی بندگی نہیں جانتا ہی چھپا اور کھلا۔ وہ ہی مہربان رحم والا۔ وہ اللہ ہی جس کے سوائے بندگی نہیں اور کی۔ وہ بادشاہ پاک ذات۔ چنگا ایمان دیتا۔ پناہ میں لیتا۔ زبردست دباؤ والا صاحب بڑائی کا۔ پاک ہی اللہ اس سے جو شریک بتاتے ہیں۔ وہ اللہ بنانے والا۔ نکال کھڑا کرتا۔ صورت کھینچتا۔ اس کے ہیں سب نام خاصے۔ پاکی بولتا ہی جو کچھ ہی آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا +

قرآن کی عربی ترتیب ایسی خلط ملط اور پیچ در پیچ ہی کہ اس سے بالکل یہہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آنحضرت کے دل میں آپ کی تدابیر کس طرح تکمیل کو پہنچتی تھیں اور پڑھنے والے کے لئے نہایت مشکل ہی کہ اس سے کچھ صحیح تواریخی حالات معلوم کر سکے۔ لیکن جب قرآن کی سورتوں کو تواریخی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کیا جاوے تو اس وقت (جیسا کہ ہم نے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہی) اس امر کا پتہ لگ سکتا ہی کہ آنحضرت کے اسلام کو اس طرح پر قائم کرنے سے کہ گویا وہ خدا کی طرف سے تجویز کیا گیا ہی کونسی بات مدنظر تھی۔ جب قرآن کو اس طرح پڑھا جاوے تو نہایت دلچسپ معلوم ہوتا ہی کیونکہ اس سے ایک ایسے شخص کے دلی راز منکشف ہوتے ہیں جس کے دعاوی اور رتبہ کی نسبت خواہ ہمارا کچھ ہی خیال ہو فی الحقیقت ایک بزرگ آدمی تھا۔ صرف اسی طور پر قرآن کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہی کہ اس کا طرز بیان بھی رفتہ رفتہ بدل گیا۔ جو محققین قرآن کو تواریخی پہلو سے ملاحظہ کرنے

ہیں اسپر بخوبی ظاہر ہوجاتا ہی کہ آخری سورتوں کے پڑھنے سے طبیعت مضمحل ہوتی ہی۔ نولدیکی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر عربی زبان (جس کی فصاحت و بلاغت آنحضرت کی نسبت زیادہ تر اُس زمانہ سے تعلق رکھتی ہی جس میں کہ آپ تھے) ایسی فصیح نہ ہوتی تو قرآن کی آخری سورتوں کے دوبارہ پڑھنے کو بمشکل ہی کوئی برداشت کرسکتا۔ سٹینلی لین پول (Stanley Lane Poole) صاحب فرماتے ہیں کہ اگر عربی زبان جو کہ مغلق المضمون فقرات اور نامرغوب حکایات کو دلچسپی کا لباس پہنادیتی ہی ایسی فصاحت و بلاغت سے پر نہوتی تو قرآن کے آخری حصہ کا پڑھنا کسی کو بھی پسند نہ ہوتا۔ نیز قرآن کا آخری حصہ شاعرانہ اور نظمیہ خیالات سے بالکل خالی ہی اور یہہ نثر بھی ایسی اعلیٰ درجہ کی نہیں کہ پہلی سورتوں کی عروض اور اُن کی خوش الحانی کا معاوضہ ہوسکے +

بالحسنین

مشن پریس لودیانہ - ایم - وایلی مینیجر ۱۹۰۲ء

پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور

فہرست کتب دربارۂ تحقیقات مذہبی

اُردو

ینابیع الاسلام - پادری ٹسڈل صاحب کی مشہور کتاب کا ترجمہ فارسی زبان سے اردو میں کیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ احادیث کی مختلف روایتوں کے ماخذوں کا پتہ کہاں تک ہے۔ مختلف مذاہب مثل زردشتی، مسیحی، یہودی، ہنود وغیرہ کی کتابوں کے حوالوں سے ان کا سراغ لگایا گیا ہے۔ عالم مصنف نے اسوری، قبطی، عبرانی، یونانی وغیرہ وغیرہ زبانوں سے حوالہ جات دیئے ہیں۔ نہایت عالمانہ کتاب ہے اور ہمیں یقین ہے کہ مسلمان اور مسیحی اور دیگر مذاہب کے لوگ خوب ہی [illegible] کتاب کے مطالعہ سے محظوظ ہوں گے۔ قیمت ۸/

شہادت قرآنی بر کتب ربانی - مصنفہ سر ولیم میور صاحب سابق لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی اس کتاب میں قرآن کی تمام آیات جن میں کتب مقدسہ یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے ایک جگہ معہ ترجمہ کے جمع کی گئی ہیں۔ ۲/

انہار شیریں - یہ ایک نہایت عجیب کتاب عربی سے ترجمہ کی گئی ہے اور ایک شامی مسیحی کی تصنیف ہے۔ اس میں ایک دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں مسیحی مذہب کی تائید میں دلائل اور واقعات کی بنا پر بحث کی گئی ہے جس سے کہ پڑھنے والا کتاب کو ختم کئے بغیر چھوڑنا گوارا نہیں کرتا۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کا طریق بیان ایسا شائستہ اور خوب ہے کہ کسی کو کچھ بھی اعتراض یا برا ماننے کی گنجائش نہیں رہتی۔ قیمت سائی کاغذ ۸/ سفید ۱۲/

منار الحق - یہ کتاب بھی انہی مصنف کی تصنیفات میں سے ہے اور گویا بطور انہار شیریں کے ضمیمہ کے ہے۔ یہ ناول نہیں ہے مگر اس میں مصنف نے ان تمام آیات قرآنی پر جن کا حوالہ انہار شیریں میں دیا گیا ہے مفصل بحث کی ہے اور مشہور مفسرین مثل امام فخر رازی، قاضی بیضاوی وغیرہ کے اقوال کو نقل کر کے اپنے دعووں کا ثبوت دیا ہے۔ نہایت دلچسپ کتاب ہے اور خاصکر اہل اسلام کے لئے نہایت مفید ہے۔ قیمت سائی کاغذ ۲/ سفید کاغذ ۴/

عبد المسیح ولد اسحاق کندی - جو خلیفہ مامون رشید کے وقت میں لکھی گئی۔ اس کتاب میں ایک مسلمان مسیحی کو اسلام کی دعوت کرتا ہے جس کے جواب میں مسیحی مفصل طور پر ان تمام وجوہات کو بیان کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اسلام قبول کرنے کو تیار نہیں ہے۔ نہایت مشہور معروف اور دلچسپ قدیمی کتاب ہے۔ قیمت ۸/

دعوت المسلمین مصنفہ سر ولیم میور صاحب جس میں آیات قرآنی کی بنا پر اہل اسلام کو دعوت دی گئی ہے کہ ان پر کتب مقدسہ یعنی توریت۔ زبور و انجیل کا مطالعہ فرض ہے۔ بڑی قدر کی کتاب ہے۔ قیمت ... ۱ر

رسالہ جات محمدی مذہب کے متعلق مسٹر جیمس منرو صاحب کے انگریزی رسالوں کا ترجمہ۔ جن میں قرآن و احادیث سے توریت زبور و انجیل کی تصدیق و تائید میں شہادت پیش کئے ہیں۔ قیمت فی رسالہ ۳ پائی کل مجموعہ سفید کاغذ ایک جلد میں ۳ر

۱۔ مسیحی کتب مقدسہ کے بارے میں قرآن کی تعلیم

۲۔ کن معنوں میں قرآن مسیحی کتب مقدسہ کا مصدق و محافظ ہے حصہ اول توریت ۲

حصہ دوم۔ انجیل ۲

حصہ سوم یسوع یعنی مسیح ۲

میزان الحق مصنفہ پادری فینڈر صاحب۔ قیمت ... ۲ر

فارسی

ینابیع الاسلام	۸ر	مکالمات محبتانہ	۳ر
شہادت قرآنی برکتب ربانی	۸ر	تاج حیات	۳ پائی
نور بر نبیرین ترجمہ الباکورۃ الشہیہ	۶ر	میزان الحق	۱ر
مشکوۃ الصدق ترجمہ منار الحق	۱۲ر	مفتاح الاسرار	۲ر

عربی

عبد المسیح ولد اسحاق کندی ... قیمت ۴ روپے ۶ آنے

الباکورۃ الشہیۃ فی الروایت الدینیہ ... قیمت دو روپے ۸ آنے

منار الحق ... قیمت ۳ روپے

کتب روحانیہ

مسیح کی پیروی۔ نہایت مشہور معروف کتاب ہے دنیا کی جتنی زبانوں میں بائبل کا ترجمہ ہوا ہے قریبا اتنی ہی زبانوں میں اس کا بھی ترجمہ موجود ہے۔ ایک عاشق اپنے معشوق

حقیقی کے سامنے اپنے دل کا حال کھولکر بیان کرتا اور اسکے شیریں کلام سے حظ اُٹھاتا ہے۔
جو شخص ایک دفعہ اس کتاب کو پڑھتا ہے پھر اسکا ایسا گرویدہ ہو جاتا ہے کہ اسکو بار بار
پڑھنا چاہتا ہے بہت سے غیر مسیحی اصحاب جن کو عشق الٰہی کا مزہ پڑ چکا ہے اس کی حیات بخش تعلیم
سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں چھوٹی تقطیع مجلد ۸ ر مکمل ۱۲ ار

مسیح کا نمونہ مصنفہ ڈاکٹر سٹاکر صاحب جس میں مسیح کی زندگی کے ہر ایک پہلو کو بہتر
طور پر دکھلایا ہے کہ کس طور سے ہم زندگی کے تمام تعلقات میں اپنی زندگی کو خداوند یسوع
مسیح کی زندگی کے نمونہ پر ڈھال سکتا ہے نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت مجلد ۱۲ ار

مسیحی کا سفر مصنفہ جان بنین صاحب۔ ایک خواب کے پیرایہ میں انسان
کی روحانی زندگی کا حال گناہ سے تائب ہونے کے وقت سے لیکر آسمانی راستہ میں
داخل ہونے کے وقت تک مع اُن تمام مشکلات کے جو اس روحانی سفر میں ایماندار
کو وارد ہوتی ہیں نہایت دلچسپ طور سے بیان ہوا جس کے مطالعہ سے ہر ایک مذہب
کا آدمی روحانی فائدہ اُٹھا سکتا ہے حصہ اول ۶ ر حصہ دوم مکمل ۱۲ ار کپڑے کی جلد مع
تصاویر رنگین حصہ اول ایک روپیہ حصہ اول و دوم مکمل دو روپے

روح القدس سے معمور زندگی مصنفہ پادری مکینل صاحب جس میں
بڑی پرزور دلائل اور کتاب مقدس کے حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ہر ایک مسیحی کا حق
اور فرض ہے کہ روح القدس سے معمور ہو کر روحانی صفات سے ملبس ہو۔ روحانی زندگی کے
متعلق اس کے مطالعہ سے گہرے سبق حاصل ہوتے ہیں۔ قیمت ۳ ر

مکتب مسیح میں دعا کی تعلیم۔ اس میں دعا کے اصولوں پر معقولی اور منقولی
طور پر بحث کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ ایماندار کو کس طور سے دُعا مانگنی اور اُس کی قبولیت کی
امید رکھنی چاہئے۔ روحانی زندگی کے لئے اس کتاب میں نہایت بیش قیمت سبق مل سکتے
ہیں مصنفہ اینڈریو مرے صاحب۔ قیمت ... ۶ ر

طریق تسلیم جس میں ایماندار کے اپنی مرضی کو رضائے الٰہی کے تابع کر دینے
اور روحانی زندگی کے ہر ایک پہلو کی نسبت مفصل ہدایات نہایت دلچسپ طور پر درج
ہیں مصنفہ اینڈریو مرے صاحب ۶ ر مجلد ۱۲ ار

چوپائی زبور۔

روح القدس کی بھرپوری مصنفہ پادری ایف۔ بی۔ مائر صاحب - ۳ پائی